H. D. 35
20,000

کانگریس کی ذمہ داری

متعلق

فسادات

سنہ ۱۹۴۲ء سنہ ۱۹۴۳ء

[حسب منظوری شائع ہوا]

ناشر:- منیجر مطبوعات حکومت ہند نئی دہلی
سنہ ۱۹۴۳ء

قیمت ۲ ر

Price Two Annas or 3*d*.

پیش لفظ

ان فرمائشوں اور مطالبوں کے پیش نظر جو مختلف ذرائع سے حکومت کے پاس پہنچے ہیں حکومت نے اب ایک ایسا بیان مرتب کیا ہے جس میں ایسے بہت سے واقعات یک جا کر دیئے گئے ہیں جو یا تو سرکاری رپورٹوں سے ماخوذ ہیں یا دوسرے ذرائع سے۔ اور جن سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ ۸۔ اگست ۱۹۴۲ء کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے عمومی تحریک منظور کرنے کے بعد جو ہنگامے ہوئے ان کی ذمہ داری کہاں تک مسٹر گاندھی اور کانگرس ہائی کمانڈ پر عائد ہوتی ہے۔ اس بیان میں جتنے بھی واقعات درج ہیں پبلک کو تقریباً ان سب کا علم ہے، یا ہونا چاہئے۔ اس بیان میں ان تمام اطلاعات کو ظاہر نہیں کیا گیا ہے جو حکومت کے قبضے میں ہیں۔ ان واقعات کے علاوہ جو یہاں پیش کئے گئے ہیں، حکومت کے پاس اور بھی بہت سی ایسی شہادتیں موجود ہیں جن کی اشاعت سر دست نا مناسب ہے۔

آر۔ ٹاٹنہم

ایڈیشنل سکریٹری حکومت ہند

ہوم ڈپارٹمنٹ

نئی دہلی

۱۳۔ فروری ۱۹۴۳ء

فہرست

کانگرس کی ذمہ داری متعلق فسادات ۴۲ـ۱۹۴۳ء

صفحہ

پہلا باب ——— "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک ——— ابتدائی تیاریاں ۔۔ ۱

دوسرا باب ——— از وردھا تا بمبئی ——— قراردادوں کے اغراض و مقاصد ۔۔ ۹

تیسرا باب ——— تحریک کی مجوزہ شکل ۔۔۔۔۔۔ ۲۳

چوتھا باب ——— فسادات کی نوعیت ۔۔۔۔۔۔ ۳۹

پانچواں باب ——— معروف کانگرسیوں کا ہاتھ ۔۔۔۔۔۔ ۵۱

چھٹا باب ——— خاتمہ ۔۔۔۔۔۔ ۶۸

ضمیمے

ضمیمہ نمبر۱ ——— کانگرس ورکنگ کمیٹی کے الہ آباد والے جلسے کی کارروائی ۔ ۷۲

ضمیمہ نمبر۲ ——— مسٹر گاندھی کے نام مسٹر راج گوپال اچاریہ کا خط
مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۴۲ء ۔۔۔۔۔۔ ۸۶

ضمیمہ نمبر۳ ——— (۱) کانگرس ورکنگ کمیٹی واردھا کی ۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء کی ۸۹
منظور کردہ تجویز کی اصل عبارت ۔۔۔۔۔۔

ضمیمہ نمبر۳ ——— (۲) آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی اس تجویز کی اصل عبارت جو ۹۳
۸ ـ اگست ۱۹۴۲ء کو منظور کی گئی ۔۔۔۔۔۔

صفحہ

ضمیمہ نمبر۴ ——— عام نافرمانی کے بارے میں آندھرا کانگرس کمیٹی کا پروگرام ۹۸

ضمیمہ نمبر۵ ——— "آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا بارہ نکتوں والا پروگرام" اور اس کا موازنہ مسٹر گاندھی کی گرفتاری سے پہلے کی تحریروں اور بیانات سے ۱۰۱

ضمیمہ نمبر۶ ——— "ٹیکس نہ دو"۔ لگان نہ دو" "غلہ نہ دو"۔ کی جدوجہد کے بارے میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ہدایتیں ۱۲۱

ضمیمہ نمبر۷ ——— "جنگ آزادی کا محاذ" ۱۲۷

ضمیمہ نمبر۸ ——— "یوم آزادی" کا پروگرام ۱۳۴

ضمیمہ نمبر۹ ——— "آزادی کی لڑائی لڑنے والوں کے نام"۔ جے پرکاش نرائن کا گشتی مراسلہ ۱۳۷

ضمیمہ نمبر۱۰ ——— مسٹر گاندھی کا آخری پیام ۱۴۵

ضمیمہ نمبر۱۱ ——— "آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ہدایتیں" ۱۴۶

ضمیمہ نمبر۱۲ ——— "ہمارے انقلاب" کے پہلے پانچ مہینوں کا جائزہ ۱۵۶

ضمیمہ نمبر۱۳ ——— "گاندھی بابا کے چھ ایڈیشن" ۱۵۸

ضمیمہ نمبر۱۴ ——— اہنسا کی حدیں ۱۵۹

ضمیمہ نمبر۱۵ ——— متفرق کانگرسی پمفلٹ ۱۶۰

کانگرس کی ذمہ داری متعلق فسادات ۱۹۴۲ء ۱۹۴۳ء

پہلا باب

"ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک —— ابتدائی تیاریاں

مسٹر گاندھی نے اپنے ایک مضمون مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۲ء میں (جو ہریجن مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا) سب سے پہلے اپنے اُس نظریہ کا عام اعلان کیا جس نے بعد کو "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کی شکل اختیار کی۔ اس مضمون میں مسٹر گاندھی نے ہندوستان کی مدافعت کی خاطر بیرونی سپاہیوں کی ملک میں آمد پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ اگر برطانوی لوگ ہندوستان کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیں جس طرح کہ انہیں سنگاپور کو چھوڑنا پڑا تھا تو صلح کل، اہنسا پسند ہندوستان کا کچھ نہ بگڑتے پائے گا، اور غالباً جاپان بھی ہندوستان پر ہاتھ نہ ڈالے گا۔ ان کا ایک جملہ ہے "بہر حال ہندوستان کے حق میں اور جو بھی نتائج برآمد ہوں اس کی اصلی سلامتی اور خود برطانیہ کی سلامتی اسی میں ہے کہ برطانوی بروقت اور باقاعدگی کے ساتھ ہندوستان سے چلے جائیں۔"

یہاں یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ مسٹر گاندھی کی اس پہلی تبلیغ کے بعد کہ برطانویوں کو ہندوستان چھوڑ دینا چاہئے، اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اگست والے جلسے منعقدہ بمبئی کے درمیان جو عرصہ گزرا، اس عرصہ میں ابتداً کانگرس ہائی کمانڈ اور بعد کو کانگرس کی جماعت بالعموم دیدہ و دانستہ ایک ایسے عام اقدام کے لئے زمین تیار کرتی رہی جس کا منشا ہندوستان کو قطعی طور پر برطانوی حکومت سے آزاد کرانا تھا۔ تحریک کی جو شکل تجویز کی گئی تھی اور اس کے لئے جو

منصوبے باندھے گئے تھے ان کا تجزیہ بعد میں کیا جائے گا۔ مگر ایسے تجزیے کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ اس تحریک کے پس پشت جو مقاصد کارفرما تھے ان کو پوری طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔ اور اگرچہ ان گفتگوؤں کی جو سیبواگرام اور دوسری جگہوں پر ہوئیں پوری تفصیل موجود نہیں ہے، مگر ہریجن میں مسٹر گاندھی کی تحریریں، نیز ماہ اپریل میں الہ آباد میں ورکنگ کمیٹی کا جو جلسہ ہوا اس کی روداد، یہ چیزیں نہایت صاف طور سے یہ بنانے کے لئے بہت کافی ہیں کہ مسٹر گاندھی اور کانگرس کے اس مطالبہ کی کہ برطانوی طاقت ہندوستان سے فوراً ہٹا لی جائے اصلی نیت اور منشا کیا تھا۔ یہ زمانہ قدرتی طور پر دو دوروں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ پہلے دور میں جو ۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء تک ہے جب کہ ورکنگ کمیٹی نے تجویز منظور کی، صرف مسٹر گاندھی ہی منظر عام پر نظر آتے ہیں اور اسی دوران میں اس تبلیغ کا کہ برطانوی چلے جائیں ضروری خاکہ تیار کیا گیا۔

دوسرے دور میں جو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس بمبئی پر ختم ہوتا ہے زیادہ زور اس جدوجہد پر دیا گیا جو کانگرس کی طرف سے اس حالت میں ہونی تھی کہ برطانوی از خود ہندوستان نہ چھوڑیں، اور اس دوران میں مرکز توجہ سیبواگرام کی بجائے ملک کے وہ تمام مختلف مقامات بن گئے جہاں کانگرسی لیڈروں نے جا جا کر ۱۴ جولائی والی تجویز کی طرح طرح کی وضاحتیں کرنا شروع کر دی تھیں۔

ہندوستان میں بیرونی سپاہیوں پر جس مضمون کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے اس میں مسٹر گاندھی نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ اگر انگریز ہندوستان چھوڑ دیں تو جاپان ہندوستان کو ہاتھ نہ لگائے گا۔ لہذا انگریزوں کا ہندوستان سے چلا جانا ہندوستان کی سلامتی کے لئے ضروری ہے۔ جاپان کی طرف سے ہندوستان کے سلامت رہنے کا یہ راگ اس موضوع پر مسٹر گاندھی کی ابتدائی تحریروں میں بہت نمایاں جگہ پاتا رہا ہے۔ مثلاً ۳ مئی کے ہریجن میں یہ صفائی پیش کرتے ہوئے کہ برطانوی حکمرانوں سے ہندوستان

چھوڑ دینے کے مطالبہ سے ان کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ جاپان کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دیں وہ لکھتے ہیں "مجھے یقین ہے کہ انگریزوں کا وجود جاپانیوں کے حملے کے لئے وجہ ترغیب ہے"۔ اس کے بعد والے ہریجن میں اور زیادہ صاف طور پر انہوں نے لکھ دیا "ہندوستان میں انگریزوں کا وجود گویا جاپان کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی کھلی دعوت ہے۔ ان کے یہاں سے چلے جانے پر یہ لالچ جاتا رہے گا"۔ ۲۴ مئی کو یعنی "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک شروع ہونے کے تقریباً ایک مہینہ بعد مسٹر گاندھی نے پہلی مرتبہ یہ تسلیم کیا کہ اگر انگریز ہندوستان چھوڑ دیں تب بھی جاپان کے حملے کا امکان ہے۔ ایسی صورت کے لئے ہندوستانیوں کو انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں یہ نصیحت کی کہ جاپانیوں سے نہایت استقلال کے ساتھ اہنسائی عدم تعاون کا برتاؤ کریں جو بقول ان کے ایسی حالت میں جب کہ انگریز بھی یہاں نہ ہوں گے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

اگرچہ انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ دینے کی تمام ابتدائی تجویزوں میں مسٹر گاندھی نے اس بات پر خاص زور دیا تھا کہ یہ روانگی بلا جبر و اکراہ اور بطیب خاطر ہونی چاہئے مگر ۱۰ مئی تک وہ یہ طے کر چکے تھے کہ انہیں اپنی ساری قوت "اس عظیم ترین کام" کے لئے وقف کر دینا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس کے فوراً ہی بعد انہوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے جد وجہد کے منصوبے بھی سوچنے شروع کر دئے۔ حسب ذیل عبارت ان کے اس مضمون کا اقتباس ہے جو ۱۳ مئی کے ہریجن میں "دوستانہ مشورہ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اور جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ وہ "زمین تیار کرنے کے لئے ہر وہ کوشش کر رہے ہیں جو انسان کے امکان میں ہے"۔

"بیشک لوگوں کو کسی صورت میں بھی یہ نہ کرنا چاہئے کہ برطانوی طاقت سے چھٹکارا پانے کی خاطر جاپانیوں کا سہارا ڈھونڈیں۔ یہ ایک ایسا علاج ہوگا جو مرض سے بھی بدتر ہے۔ لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں اس

جد و جہد میں ہر خطرہ مول لیتا ہے تاکہ یہ سب سے بڑا مرض زائل ہو سکے۔
یہ مرض جس نے ہماری مردانگی کو سلب کر لیا ہے اور ہمیں لنفر بیا" یہ
محسوس کرا دیا ہے کہ ہمیں ہمیشہ غلام ہی رہنا ہے۔ یہ ایک ناقابل برداشت
کیفیت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ علاج مہنگا پڑے گا مگر نجات پانے کے
لئے جو قیمت بھی دینی پڑے زیادہ نہیں "۔

ابتدائی دور میں مسٹر گاندھی کی "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کا جو مقصد عام طور پر سمجھا اور بتایا گیا تھا وہ یہ تھا کہ تمام برطانوی اور اتحادی سپاہی، اور انگریز لوگ جسمانی طور پر ہندوستان سے باہر چلے جائیں۔ چنانچہ ۱۴ جون تک مسٹر گاندھی اپنی اسکیم کی خاطر یہ مفروضہ قائم کرتے ہیں کہ "متحدہ برطانوی اور امریکی فوجوں کا کمانڈران چیف یہ طے کرتا ہے کہ فوجی مرکز کے لئے ہندوستان کوئی اچھی مناسب جگہ نہیں ہے، لہٰذا کسی اور مقام کو مرکز بنا کر اتحادی فوجیں وہاں جمع کی جائیں"۔ اس امر کو کہ مسٹر گاندھی کی ابتدائی نیت کی صحیح توجیہ وہی ہے جو بیان کی گئی مزید تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ انھوں نے، جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے، خاص طور پر اس چیز پر بہت زور دیا کہ ہندوستان سے انگریزوں کا چلا جانا گویا جاپانیوں کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی وجہ کا ساقط ہو جانا ہے۔ اس لئے کہ جب تک برطانوی اور اتحادی فوجیں ہندوستان میں ہیں حملہ کا لالچ کیسے دور ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ انگریزوں کی روانگی کے ساتھ ہی ہندوستانی فوجیں بھی توڑ دی جائیں گی۔ گاندھی جی کی اس تحریک کی مخالفت، جیسی کہ امید تھی، برطانیہ اور امریکہ میں تو ہوئی ہی، لیکن ساتھ ہی خود ان ہندوستانی اخباروں نے بھی اس کی مخالفت کی جن کی حمایت و امداد پر بھروسہ کی کانگرس گویا عادی سی ہو گئی تھی۔ یہ مخالفت زیادہ تر اس بنا پر ہوئی کہ اس تجویز میں اتحادی فوجوں کو ایسے وقت ہٹانے کا خیال ظاہر کیا گیا تھا جب کہ جاپانی دست درازی کا خطرہ بہت زیادہ تھا۔ واقعیت پسند لوگوں کی عقل میں تو

یہ بات آنہ سکی کہ اس طرح ہندوستان کی مدافعت اور اتحادیوں کے مقصد میں کیونکر کامیابی ہو سکتی ہے۔ پھر اپنے خیال کی تائید میں مسٹر گاندھی کا یہ دعویٰ کہ برطانیہ کی پُر تشدد مقاومت کی عدم موجودگی میں ہندوستان کی اہنسائی مقاومت انتہائی موثر ثابت ہو گی، خود ان ہی کے اس مشہور اعتراف کو دیکھتے ہوئے بے محل معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستانیوں کی ایک نہایت ہی کم تعداد ایسی ہے جن میں اہنسا کے صحیح اصول سرایت کر گئے ہوں اور جو کامیابی کے ساتھ اہنسائی مقاومت کر سکیں۔ ان بڑھتی ہوئی مخالفتوں سے مجبور ہو کے نیز (جیسا کہ ہم آئندہ دکھائیں گے) اس امید پر کہ شاید اس طرح وہ اختلاف رائے کم ہو سکے جو کانگرس ورکنگ کمیٹی کے ممبروں کے درمیان پیدا ہو گیا تھا، مسٹر گاندھی نے اپنی ابتدائی تجویزوں میں ایک "خلا" کا اعتراف کر لیا۔ ہریجن مورخہ ۱۴ جون میں انہوں نے کسی قدر گول مول الفاظ میں یہ اعلان کر کے پیش بندی کر دی کہ اگر میرا بس چلے تو ہندوستان کی قومی حکومت کو قائم ہو جانے کے بعد سرزمین ہندوستان پر چند بدیہی شرائط کے ساتھ، اتحادی قوموں کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہ ہو گا، مگر اس کے علاوہ اور کوئی مدد بھی نہ کی جائے گی۔ اس سے بھی زیادہ قطعی بات تو انہوں نے اس وقت کہی جب اس کے بعد ہی دوسرے ہفتے کے ہریجن میں ایک امریکی اخبار نویس کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا آزاد ہندوستان اس کی اجازت دے گا کہ اتحادی قومیں ہندوستان کو فوجی مرکز بنا کر یہاں سے اپنی جنگی کارروائیاں کریں، انہوں نے کہا "ہاں! اور اسی وقت تو آپ کو اصلی تعاون نظر آئے گا"۔ آگے چل کر انہوں نے کہا کہ میرا یہ منشا نہیں کہ اتحادی فوجیں بالکل ہندوستان سے منتقل ہو جائیں، اور بشرطیکہ ہندوستان بالکل آزاد ہو جائے میں ان فوجوں کے یہاں سے ہٹا لئے جانے پر اصرار نہ کروں گا۔

قبل اس کے کہ مسٹر گاندھی کی "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کی غرض و غایت معلوم کرنے کی کوئی کوشش کی جائے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیالات کا رُخ

اور ورکنگ کمیٹی کے ممبروں کے تاثرات اور ردعمل کے متعلق جو زبردست شہادت ورکنگ کمیٹی کے الہ آباد والے جلسے کی اس روداد (ضمیمہ نمبر ۱) میں ملتی ہے جو پولیس کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے دفتر کی تلاشی کے بعد ملی، اس کا بھی کچھ ذکر کیا جائے۔ اس جلسے میں مسٹر گاندھی خود شریک نہ تھے مگر انھوں نے ورکنگ کمیٹی کے غور کے لئے تحریک کا ایک مسودہ روانہ کیا تھا جو دراصل ۱۴ جولائی والی تجویز کا پیش خیمہ تھا۔ مسودے میں انھوں نے لکھا کہ "جاپان کا جھگڑا ہندوستان سے نہیں ہے۔ وہ سلطنت برطانیہ کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ہندوستان آزاد کر دیا جائے تو اس کا پہلا کام غالباً یہ ہوگا کہ جاپان کے ساتھ گفت وشنید کی جائے"۔ کانگرس کی رائے یہ تھی کہ برطانیہ میں یہ سکت نہیں کہ وہ ہندوستان کی مدافعت کر سکے لیکن اگر انگریز چلے جائیں تو ہندوستان جاپان یا کسی اور حملہ آور کے مقابلے میں اپنی مدافعت کے قابل ہو سکے گا۔ اسی مسودے میں آگے چل کر جاپانی حکومت کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ ہندوستان کو جاپان سے کوئی مخاصمت نہیں ہے، بلکہ وہ صرف بدیسی تسلط سے آزادی کا خواہاں ہے جس کو وہ اپنی اہنسائی طاقت سے حاصل اور اسی کے بل بوتے پر قائم رکھے گا۔ اس میں یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ ہندوستان کے متعلق جاپان کے کوئی بُرے ارادے نہیں ہیں لیکن اگر وہ حملہ کر دے تو ان تمام لوگوں سے جو کانگرس کو اپنا رہبر مانتے ہیں یہ توقع کی جائے گی کہ وہ جاپانیوں کے ساتھ اہنسائی عدم تعاون کا سلوک کریں۔

اس مسودے کی بدولت ورکنگ کمیٹی میں ایک نمایاں اختلاف واقع ہو گیا اور اس کے دو خاص مخالفوں یعنی پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر راجگوپال اچاری کے ریمارک ایسے ہیں کہ ان کے طویل اقتباس دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:-

> مسٹر نہرو نے کہا "فوجوں نیز شہری نظم ونسق کے تمام ساز وسامان ہٹا لئے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو جائے گا جو فوراً پر نہ کیا جا سکے گا۔

اگر ہم جاپان سے یہ کہیں کہ تمہاری جنگ تو برطانی سامراج سے ہے ہم سے نہیں ہے تو وہ کہے گا "بہتر ہے۔ ہم خوش ہیں کہ برطانی فوج ہٹالی گئی۔ ہم تمہاری آزادی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اب ہم چند سہولتیں چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں حملے سے بچائیں گے۔ ہم ہوائی اڈے چاہتے ہیں۔ اپنی فوجوں کے لئے تمہارے ملک سے گزرنے کی آزادی چاہتے ہیں۔ یہ خود اپنے دفاع کے لئے ضروری ہے"۔ ممکن ہے اس طرح وہ ان مقامات پر قبضہ جمالیں جو حربی نقطۂ نظر سے اہم ہیں اور پھر عراق وغیرہ کی طرف بڑھیں۔ اگر صرف ان مقامات پر قبضہ ہو جائے جو حربی نقطۂ نظر سے اہم ہیں تو عوام پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ جاپان ایک سامراجی ملک ہے۔ ہندوستان کی تسخیر جاپانیوں کی اسکیم میں شامل ہے۔ اگر باپو کا نقطۂ نظر تسلیم کر لیا جائے تو ہماری حیثیت عملاً نہ سہی اپنے رویہ کی بنا پر محوری طاقتوں کے ساتھیوں کی ہو جاتی ہے ...... اس مسودہ کا سارا پس منظر ایسا ہے کہ لازمی طور پر ساری دنیا یہی خیال کرے گی کہ ہم عملاً نہیں تو اپنے رویہ سے محوری طاقتوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اہل برطانیہ سے کہا جا رہا ہے کہ چلے جاؤ۔ چلے جانے کے بعد ہم جاپان سے سلسلہ جنبانی شروع کر دیں گے اور شاید اس سے کچھ شرائط طے ہو جائیں۔ ان شرائط میں شاید یہ بھی ہو کہ بڑی حد تک غیر فوجی نگرانی ہمیں مل جائے اور کسی حد تک فوجی نگرانی اس کے پاس رہے مثلاً ہندوستان سے فوجوں کے گزرنے کا راستہ وغیرہ ..... آپ پسند کریں یا نہ کریں جنگ کی صورت حال کی ضروریات انہیں مجبور کریں گی کہ وہ ہندوستان کو میدان جنگ بنا دیں محض اپنی حفاظت

کے خیال سے بھی وہ الگ نہیں رہ سکتے۔ وہ ملک کے اس سرے سے اس سرے تک بآسانی چلے جائیں گے۔ آپ بلا تشدد ترک موالات کے ذریعہ اسے نہ روک سکیں گے ..... مسودے کا سارے کا سارا خیال اور پس منظر جاپان کے حق میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا نہ کیا گیا ہو۔ اس فوری صورت حال میں جو اس وقت درپیش ہے ہمارے فیصلوں پر تین باتیں اثر انداز ہیں (۱) ہندوستان کی آزادی۔ (۲) بعض بڑے بڑے مقاصد سے ہمدردی۔ (۳) جنگ کا بظاہر حالات انجام کہ کون جیتنے والا ہے۔ گاندھی جی کا خیال ہے کہ جاپان اور جرمنی جیتیں گے۔ یہی خیال بغیر اس کے کہ ان کو اس کا ادراک ہو ان کے فیصلہ میں کارفرما ہے۔"

مسٹر گاندھی کے مسودے کے اس گہرے تجزیے پر مسٹر راج گوپال اچاری نے فرمایا:۔

"میں اس سے متفق نہیں کہ اگر برطانیہ چلا جائے اور جاپان کچھ آگے بھی بڑھ آئے تو بھی ہندوستان کے لئے اپنی تنظیم کی کچھ گنجائش ہوگی۔ برطانیہ کے ہٹ جانے سے جو خلا پیدا ہو جائے گا وہ جاپان سے پر ہو جائے گا۔ برطانیہ کی برائیوں کا ہم پر یہ اثر نہ ہونا چاہیئے کہ ہم معاملات کو صحیح پس منظر کے ساتھ دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھیں۔ ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم جاپان کی گود کی طرف نہ لپکیں جو اس تجویز کا حاصل ہے۔"

اب ان لوگوں میں سے جنھوں نے مسودے کی تائید کی اچت پٹوردھن کی رائے سنیئے:۔

"اگر ہم کچھ طے نہیں کرتے تو جواہر لال جی کے رویہ کی بنا پر، ہم اس

برطانی نظام کے ساتھ جسے ختم ہونا ہے کھلا ہوا غیر مشروط تعاون کرنے پر مجبور ہوں گے ..... برطانیہ کے ساتھ ہمارے تعاون کے معنی جاپان کو دعوت دینے کے ہیں .....موجودہ جنگ سامراجی جنگ ہے۔ ہماری حکمت عملی یہی ہو سکتی ہے کہ ہم کسی کا ساتھ نہ دیں۔ دنیا پر اس وقت خوف چھایا ہوا ہے۔ میں اس مسئلہ پر غور کرتا اگر اتحادی محور کو شکست دے سکتے، لیکن مجھے صاف نظر آتا ہے کہ برطانیہ کا بیڑا غرق ہونے والا ہے"

اور آخر میں مسٹر راجندر اپرشاد کا کہنا تھا کہ :-

"ہم اس وقت تک مناسب ماحول پیدا کر ہی نہیں سکتے، جب تک کہ ہم باپو کے مسودہ کو منظور نہ کرلیں"

—— یعنی وہ مسودہ جس کے متعلق ابھی کہا جا چکا ہے کہ اس کا سارا تصور اور پس منظر جاپان کی حمایت کرنا ہے، وہ مسودہ جس کا مطلب یہ ہے کہ جاپان کی آغوش میں پہنچ جاؤ۔

دُوسرا باب

از وردھا تا بمبئی —— قرار دادوں کے اغراض ومقاصد

جب ماہ جولائی میں ورکنگ کمیٹی کا جلسہ وردھا میں ہوا تو مسٹر گاندھی کی تجویزیں اسی حالت میں مکمل ہو چکی تھیں، اور ان میں بعد کو کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی گئی، اور اس کے بعد جو زمانہ گزرا اس میں یہی غور کیا جاتا رہا کہ ان اساسی باتوں کو عمل میں کیونکر لایا جائے، اور کس طرح یہ ساری ہانڈی منظر عام پر ایسے ڈھب سے لائی جائے کہ دنیا کی

رائے عامہ اس کی کم سے کم مخالفت کرے۔

۱۴ جولائی کو ورکنگ کمیٹی میں جو تجویز منظور کی گئی اس میں اور مسٹر گاندھی کے مسودے میں صرف ایک اساسی فرق تھا، وہ یہ کہ کانگرس نے یہ طے کیا کہ جاپانی حملے کو روکنے کے لئے اتحادی فوجوں کو ہندوستان میں مقیم رہنے دیا جائے۔ اب یہ کہ انہوں نے اپنے سابقہ فیصلے میں یہ تبدیلی کیوں کی، اس کی کوئی مناسب وجہ ان واقعات سے جو ورکنگ کمیٹی کے اپریل والے جلسہ (منعقدہ الہ آباد) اور ان کے جولائی والے جلسے (منعقدہ وردھا) کے درمیانی عرصے میں پیش آئے، معلوم کرنا مشکل ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان کو جو بیرونی حملے کا خطرہ تھا وہ کم نہ ہوا تھا۔ اور تجویز کا نفسیاتی پس منظر بھی برقرار تھا۔ لہذا یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہا جاتا کہ جس چیز نے ان واقعیت پسندوں کو جنہوں نے ابتدا میں تجویز کی مخالفت کی تھی، متاثر کر دیا مسٹر گاندھی کا یہ فیصلہ تھا کہ اتحادی فوجیں ہندوستان میں رہنے دی جائیں۔ اور اس فیصلہ کی بھی علت غائی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک امریکی اخبار نویس نے مسٹر گاندھی کو سمجھایا کہ امریکہ میں کانگرس کے ابتدائی منصوبے کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے گی۔ ایک اور صحیح نتیجہ یہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ ضروری سمجھا کہ ورکنگ کمیٹی میں جن لوگوں نے مخالفت کی تھی ان کو ساتھ ملا لیا جائے، اور یہ مسٹر گاندھی کی ایک بنیادی مسئلہ پر کایا پلٹ کا اگر واحد سبب نہیں تو اور اسباب میں سے ایک سبب ضرور ہے۔ یہ توجیہہ بظاہر کم از کم اتنی ہی صحیح ہے جتنا کہ یہ کہنا کہ مسٹر گاندھی جیسے دماغی صلاحیت کا آدمی دنیا کے سامنے ایک ایسی اسکیم پیش کرتے وقت جو انتہائی غور و فکر کے بعد مرتب کی گئی ہے ایسی فاش فروگذاشت کا مرتکب ہو جس کا یقین دلانے کی انھوں نے اپنی بعد کی توضیحوں میں کوشش کی ہے۔ لیکن اسی نظریہ سے ایک اور دقت بڑی حد تک حل ہو جاتی ہے۔ یہ یقین کرنا آسان نہیں تھا کہ مسٹر گاندھی جو کسی قسم کی بھی فوجی حکومت کے مسلمہ مخالفین میں سے ہیں اس خطرے کو نہ سمجھ سکے تھے کہ جب انگریزوں کی سیول حکومت

باقی نہ رہے گی تو جو فوجیں یہاں مقیم رہ جائیں گی اور جن کو اپنے ذرائع حمل ونقل اور رسد کی ذرائع کی حفاظت ضروری معلوم ہوگی کسی نہ کسی قسم کی فوجی حکومت کم سے کم ملک کے ایک بڑے علاقے پر فوراً قائم کرلیں گی۔ بہت سے لوگوں نے اور خود مسٹر سی راج گوپال اچاری نے پُرزور الفاظ میں مسٹر گاندھی کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا تھا جسب ذیل اقتباس مسٹر راج گوپال آچاری کے اس خط کا ہے جو انہوں نے مسٹر گاندھی کے نام لکھا تھا اور جو بعد کو شایع بھی کیا گیا۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲)

> "آپ کی اس تجویز کا کہ سول حکومت کے اُٹھا لئے جانے کے بعد، اور اس وقت تک جب تک ایک قیاسی اور عارضی ہندوستانی حکومت سے کوئی سمجھوتہ ہو، برطانوی اور اتحادی فوجیں ہندوستان میں رہ سکتی ہیں لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام حکومتی کاروبار فوج کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو یہ خود ان کی سلامتی اور موثر طور پر ان کا کام چلانے کے لئے بھی ضروری ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقامی سردار اور مصیبت زدہ عوام بھی ان کو ایسا کرنے کے لئے اکسائیں۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ برطانوی حکومت کی پہلے سے بھی بدتر شکل دوبارہ قائم ہو جائے گی۔"

اس مشکل کا کوئی مناسب حل مسٹر گاندھی نے عوام کے سامنے پیش نہیں کیا۔ لیکن یہ فرض کر لینا بھی ناممکن ہے کہ اس کا کوئی حل انھوں نے دریافت نہیں کیا تھا۔ لہذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا حل ایسا تھا جسے انھوں نے راز میں رکھنا بہتر سمجھا۔ اگرچہ مسٹر گاندھی کے سوچے ہوئے حل کے متعلق صرف قیاس آرائی کی جا سکتی ہے تاہم ایک ایسی توجیہہ ضرور سمجھ میں آتی ہے جس سے مندرجہ بالا صورت حال کے منطقی تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے ـــ اور اس کے امکان کی طرف ہم اوپر بھی اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ اپنی اسکیم میں یہ ترمیم منظور کر لینے سے مسٹر گاندھی کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ امریکہ کی حمایت حاصل کرنے کی

کوشش کی جائے، اور دوسرا ضمنی مقصد یہ تھا کہ ورکنگ کمیٹی کے ان ممبروں کو ہموار کر لیا جائے جو ان کے مخالف تھے۔ لیکن انہوں نے ایک ایسی صورت حالات کا تصور قائم کر رکھا تھا یا اس کے پیدا کرنے کا منصوبہ باندھ رہے تھے جس کے تحت بیرونی فوجوں کے ملک میں رہنے کی اجازت بالکل لایعنی ہو جاتی یعنی ان حالات کے تحت یا تو فوجوں کو ملک چھوڑ دینا پڑتا یا اگر رہتیں بھی تو بالکل بیکار کر دی جاتیں۔ مسٹر گاندھی کے منصوبوں کی نوعیت سے بعد کو بحث کی جائے گی۔ مسٹر گاندھی نے شروع ہی میں ایک مستفسر کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ آپ کی مجوزہ تحریک کی نوعیت کیا ہے جو کچھ کہا اس سے مذکورہ بالا توجیہہ زیادہ قرین قیاس ہو جاتی ہے۔ انھوں نے کہا ۔

"یہ ایک ایسی تحریک ہوگی جس کو ساری دنیا محسوس کرے گی۔ ممکن ہے کہ اس سے برطانوی فوجوں کی نقل و حرکت میں مداخلت نہ ہو لیکن یہ برطانوی توجہ ضرور اپنی طرف منعطف کرا لے گی۔"

اس توضیح میں سب سے زیادہ دل کو لگنے والی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو اس سے اس موضوع پر مسٹر گاندھی کی حد درجہ غیر منطقی تحریروں کے لئے ایک منطقی خیال کا پس منظر پیدا ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اس سے ان کی نیت کا تسلسل بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ایسی کسی توضیح کے بغیر یہ بات محض ایک معمہ رہتی ہے کہ ایک طرف تو مسٹر گاندھی ایک ایسی اسکیم پیش کرتے ہیں جس کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک یہ ہو کہ ہندوستان میدان کارزار نہ بننے دیا جائے اور دوسری طرف وہ اس میں دفعتاً ایسی ترمیم کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ بظاہر خود ان کے مقصد کے منافی ہوتا ہے۔

اب مذکورہ بالا طویل تبصرہ سے دو باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جنہیں مسٹر گاندھی کی تجویزوں کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ خواہش کہ ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے برطانوی تسلط سے آزاد کرا لیا جائے، اور دوسری یہ خواہش کہ جس طرح بھی ہو ہندوستان

کو میدانِ کارزار — برطانیہ اور جاپان کی لڑائی کا میدان — بننے سے بچایا جائے" -

ان میں کے پہلے مقصد کے وجود سے تو شاید ہی کوئی انکار کر سکے - ہندوستان کے لئے پورنا سوراج کانگریس کا علانیہ مقصد ہے ۔ بحث صرف وقت کے بارے میں ہے - بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب یہ وعدہ کیا جا چکا ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو آزادی مل جائے گی تو کانگریس کیوں ایک ایسی مہم کا اقدام کرتی ہے جس کے خطرات خود مسٹر گاندھی بارہا بتا چکے ہیں ؟ اس کے دو بڑے سبب بتائے جا سکتے ہیں - ایک تو یہ کہ خود کانگریس میں اپنی ناکامی کا بڑھتا ہوا احساس پیدا ہو گیا تھا - حسب ذیل اقتباس سے اس کی بخوبی توضیح ہو سکتی ہے جو مسٹر گاندھی کے اس مضمون سے لیا گیا ہے جو ہریجن مورخہ ۷ جون میں To Resist Slave Drivers (غلامی کرانے والوں کا مقابلہ کیونکر کیا جائے) کے عنوان سے شائع ہوا ہے -

"میں نے مدتوں انتظار کیا کہ ملک میں اہنسا کی ایسی قوت پیدا ہو جائے جو بدیسی جوئے کو اتار پھینکے - مگر اب میرے رویہ میں تبدیلی آگئی ہے - مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب میں انتظار نہیں کر سکتا - اگر میں انتظار کرتا رہوں تو قیامت تک مجھے انتظار ہی کرنا پڑے - کیونکہ وہ تیاری جس کے لئے میں نے کام بھی کیا ہے اور دعا بھی مانگی ہے شاید کبھی پوری نہ ہو سکے اور میں اس عرصے میں ان شعلوں میں گھر کر ان کا شکار ہو جاؤں جو ہم سب کو لپیٹنے کے لئے لپک رہے ہیں - اسی لئے میں نے طے کیا ہے کہ ان کھلے ہوئے خطرات کے باوجود جو اس میں ہیں مجھے لوگوں سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ غلامی کا مقابلہ کریں "

کانگریس کی انفرادی ستیا گرہ کی تحریک جس سے نہ کوئی عملی فائدہ ہوا تھا اور جس کے ساتھ لوگوں کو دلچسپی بھی نہ رہی تھی بند کی جا چکی تھی - کچھ تو اس سبب سے اور کچھ

اس وجہ سے کہ کرپس مشن کے آنے سے پہلے کچھ عرصے سے ملک میں عام سیاسی دلچسپی کم ہوگئی تھی، عوام میں کانگرس کا اثر بہت گھٹ گیا تھا۔ سر اسٹیفورڈ کرپس کی آمد اور اس گفت وشنید کی بدولت جو بظاہر کامیابی کے بہت نزدیک پہنچ چکی تھی سیاسی احساس بہت شدید ہوگیا۔ اس گفت وشنید کی دفعتاً ناکامی اور اس کے بعد آپس کی ردوقدح نے ملک میں چاروں طرف برطانیہ اور حکومت کی گہری مخالفت کا دروازہ کھول دیا۔

اس وقت کانگرس ہائی کمانڈ میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ کرپس کی گفت وشنید کے دوران میں جو شدید اختلافات رونما ہوگئے تھے وہ بعد کو اہنسا کے مسئلے پر، بالخصوص جاپان کے مقابلہ میں ہندوستان کی مدافعت کے سلسلے میں، چلے جارہے تھے۔ ایک ایسے طاقتور اور اتحاد آفرین نصب العین کی ضرورت محسوس ہورہی تھی جو ایک طرف تو کانگرس کو اندرونی انتشار سے محفوظ کردے، اور دوسری طرف عوام پر ان کی گرفت کو ڈھیلا ہونے سے بچائے۔ ایسی صورت میں انگریزوں کو ہٹانے کے نعرے سے زیادہ بہتر نعرہ اور کیا ہوسکتا تھا، جس سے ایک طرف تو انگریزوں کے خلاف ناراضی پھیلا کر ایکا پیدا کیا جاسکتا تھا، اور دوسری طرف ملک کے بعض حصوں میں جنگ کی ناگزیر کلفتوں کے باعث جو بے چینی تھی اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ اس آخر الذکر سبب کا تعلق ان خاص مقاصد میں سے دوسرے مقصد سے بھی ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

جاپانی حملے کا اندیشہ سر پر آتا ہوا قریب معلوم ہورہا تھا۔ مشرق میں مسلح تصادم کو روکنے کے لئے فوری اقدام کی ضرورت تھی، یعنی جلد از جلد انتظامات پورے کر لینے کے فوراً بعد

دوسرے مقصد کا صاف صاف اعتراف نہ کبھی مسٹر گاندھی نے کیا نہ کانگرس نے۔ لیکن مسٹر گاندھی کی "ہندوستان چھوڑ دو" کے موضوع پر تحریروں میں اور اس سے بھی زیادہ واضح شکل میں اس مسودے میں جو انھوں نے الہ آباد بھیجا تھا یہ مقصد مضمر ہے۔ نہ صرف مسٹر گاندھی خود بلکہ بظاہر مسٹر اچیت پٹوردھن اور ورکنگ کمیٹی کے وہ اراکین جو عدم تشدد

کے حامی گنے جاتے ہیں یہ یقین رکھتے تھے کہ جیت محوریوں کی ہوگی اور انگریز اس قابل نہ رہیں گے کہ جاپان کے مقابلہ میں ہندوستان کی مدافعت کر سکیں ۔

یہ امر کہ یہی رویہ ورکنگ کمیٹی کے الہ آباد والے جلسے کے بعد تک باقی تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹ جولائی کے ہریجن میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اس تحریک کو اس وقت تک کے لئے ملتوی رکھا جائے کہ انگریز جرمنوں اور جاپان سے نپٹ لیں، مسٹر گاندھی نے لکھا :۔

"نہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم ہمارے بغیر جرمنوں سے ہرگز نہ نپٹ سکو گے ۔"

اس سلسلے میں وائسرائے کے نام مسٹر گاندھی کے خط مورخہ ۱۴ اگست کا یہ فقرہ بھی اہمیت رکھتا ہے :۔

"میں نے جواہر لال نہرو کو اپنا پیمانہ بنا رکھا ہے ۔ اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر وہ چین اور روس پر آنے والی تباہیوں کا مجھ سے کہیں زیادہ شدید احساس رکھتے ہیں ۔"

ان حضرات کا پیش اندازہ یہ تھا کہ انگریزوں کی فوجیں ہندوستان میں لڑتی ہوئی پیچھے ہٹیں گی، اور اس کی وجہ سے تباہی برپا ہوگی ۔ اسے محض اتفاق نہیں کہا جا سکتا کہ جس وقت مسٹر گاندھی "ہندوستان چھوڑدو" کا موضوع ہریجن میں پیش کر رہے تھے اسی وقت وہ ہر قسم کی سوختہ سامانی کی پالیسی کی بھی مذمت کر رہے تھے ۔ مسٹر گاندھی کو املاک ـــــــ اور یہ بھی یاد رہے کہ زیادہ تر صنعتی املاک ـــــ کی تو بڑی فکر تھی جس کا دشمن کے ہاتھوں نہ پڑنے دینا بہت ضروری ہو سکتا تھا، مگر دوسری طرف وہ جاپانیوں کی اہنسائی مقاومت میں لاکھوں کھا ہندوستانیوں کی جانیں قربان کر دینے پر آمادہ تھے ۔ یہ عجیب تضاد ہے ۔ جائداد کو ضرور بچانا چاہئے مگر یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کس کی خاطر؟ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شروع

میں مسٹر گاندھی نے واقعی یہ سمجھا کہ ہندوستان سے انگریزوں کے چلے جانے سے جاپان کے حملے کی کوئی وجہ نہ رہے گی۔ ان کی الہ آباد والی تجویز کے مسودے سے اس کا صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کو یہ توقع بھی تھی کہ وہ انگریزوں کے یہاں سے چلے جانے کے بعد جاپان سے معاملہ کرسکیں گے۔ اس کے بعد یہ تجویزیں بنیں کہ انگریزوں کے جانے کے بعد جاپان حملہ کرے تو اس کے ساتھ اہنسائی عدم تعاون کا سلوک کیا جائے لیکن ہمارے پاس خود ان کا یہ اعتراف موجود ہے کہ وہ اس کی ضمانت نہیں کرسکتے کہ اہنسائی اقدام جاپانیوں کو روکے رکھ سکے گا۔ وہ ایسی توقع کو "ایک غیر موجّہ مفروضہ" کہتے ہیں۔ بس چونکہ مسٹر گاندھی کو اس کے بارے میں کوئی شبہ نہ تھا کہ جاپانیوں کے خلاف اہنسائی مدافعت کارگر نہ ہو سکے گی ہم سوا اس کے اور کیا نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جب انگریزوں کے چلے جانے کے بعد جاپانی حملہ کرتے، جس کا مسلمہ امکان تھا، تو مسٹر گاندھی اس کے لئے تیار تھے کہ وہ جاپانیوں کی شرائط تسلیم کرلیں۔ یہ نتیجہ ان کے اس وقت کے رجحان خیال سے بھی لگا کھاتا ہے اور اس کی مزید تصدیق اس اپیل کے اقتباس سے بھی ہوتی ہے جو ہریجن مورخہ ۲۶ جولائی میں شائع ہوئی ہے اور جس میں انہوں نے جاپانیوں کو مخاطب کیا ہے :-

"اور ہم ایک عجیب کیفیت میں ہیں کیونکہ ہم کو ایک ایسی شہنشاہیت کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے جس سے ہم اتنی ہی نفرت کرتے ہیں جتنی کہ تمہاری شہنشاہیت اور نازیت سے ۔"

اس میں تو ذرا شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ مسٹر گاندھی ہندوستان کو ہر قسم کے تسلط سے آزاد دیکھنے کو زیادہ پسند کرتے، خواہ وہ تسلط انگریزوں کا ہو یا جاپانیوں کا۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے ایسی اطاعت کا منصوبہ کسی غالب جذبے کے زیر اثر باندھا ہوگا، اور یہ جذبہ یقیناً یہ تھا کہ ہندوستان کو جنگ کی

ہولناکیوں سے محفوظ رکھا جائے ۔

اس زمانہ میں مسٹر گاندھی کی نیت کی کسی ایسی توجیہہ کو تسلیم کر لینے میں سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ سرزمین ہند پر اتحادی فوجوں کے قیام سے ان کے اتفاق میں بظاہر ایک تضاد پایا جاتا ہے ۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ اس اعتراف کی جو توجیہہ مسٹر گاندھی نے کی ہے، اور جو ان کی ساری اسکیم کو ملیا میٹ کر دینے کے لئے کافی ہے، ہرگز قرین عقل نہیں ہے ۔ البتہ یہ دقت اس بیان سے رفع ہو جاتی ہے جو سطور بالا میں ان محرکات کی توضیح کرتے ہوئے پیش کیا گیا ہے جو مسٹر گاندھی کی اس اجازت کے پس پردہ کام کر رہے تھے کہ اتحادی فوجوں کو مقیم رہنے دیا جائے ۔

اوپر یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسٹر گاندھی کی "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کی سب سے بڑی محرک ان کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان کو انگریزوں اور جاپانیوں کی لڑائی کا میدان بننے سے بچایا جائے ۔ حتیٰ کہ یہی محرک ایک حد تک ان کی ہندوستان کو بیرونی تسلط سے آزاد دیکھنے کی شدید خواہش پر بھی غالب تھا ۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ وہ کون سے ظاہری محرکات تھے جن کی بنا پر مسٹر گاندھی اور اراکین ورکنگ کمیٹی نے اپنی تحریک پیش کی اور مذکورہ بالا توضیحوں کی روشنی میں وہ کس حد تک مخلصانہ ثابت ہوتے ہیں ۔

وردھا والی تجویز مورخہ ۱۴ جولائی (ضمیمہ نمبر ۳ (۱)) اور بمبئی والی تجویز مورخہ ۸ اگست (ضمیمہ نمبر ۳ (۲)) دونوں میں تین ظاہری مقاصد مشترک ہیں ۔

(۱) ہندوستان پر سے بیرونی تسلط ہٹایا جائے ۔

(۲) برطانیہ کے خلاف بڑھتے ہوئے جذبات کو روکا جائے جس سے یہ خطرہ ہے کہ کہیں عوام ہندوستان کے خلاف دست درازی بے چون و چرا تسلیم نہ کر لیں ۔ نیز ہندوستانیوں میں دست درازی کے خلاف مقاومت کا جذبہ پیدا

کیا جائے۔ ہندوستان کے کروڑوں باشندوں کو فوری آزادی دے کر ایک زبردست قوت اور جوش حاصل کیا جائے جو ہندوستان کے لئے دونوں صورتوں میں ناگزیر ہے یعنی خود اپنی مدافعت کے لئے بھی، اور جنگ میں بالعموم حصّہ لینے کے لئے بھی۔

(۳) بدیسی طاقت کو جس کی پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی ہے نکال باہر کر کے فرقہ وارانہ اتحاد و اتفاق حاصل کیا جائے اور اس کے بعد ایک عارضی حکومت قائم کی جائے جو ہندوستانی لوگوں کے تمام طبقوں کی نمائندہ ہو۔

بمبئی والی تجویز میں حسب ذیل تین مزید مقاصد پہلی مرتبہ ظاہر ہوئے:۔

(۴) تمام محکوم و مظلوم انسانوں کو اتحادی قوموں کا طرف دار بنا دیا جائے اور اس طرح ان قوموں کو ساری دنیا کی اخلاقی اور روحانی قیادت سونپ دی جائے۔

(۵) جو ایشیائی قومیں غیروں کی محکوم ہیں ان کو آزادی حاصل کرنے میں مدد دی جائے اور اس کا اطمینان کر لیا جائے کہ وہ پھر کسی استعماری طاقت کے زیر نگیں نہ رکھی جائیں گی۔

(۶) ساری دنیا کا ایک وفاق بنایا جائے جس کی رو سے تمام قومی فوجیں نیز بحری اور ہوائی بیڑے توڑ دئے جائیں۔ اور دنیا کے سارے وسائل سب کے مشترک مفاد کے لئے جمع کئے جائیں۔

ان محرکات میں سے پہلے محرک کے خلوص سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ہندوستان کی آزادی، خواہ اس کا اظہار کسی طریقہ پر بھی کیا گیا ہو، ایک عرصہ سے کانگرس کا خاص مطمح نظر رہا ہے اور یہ دکھایا جا چکا ہے کہ "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کے ایک خاص محرک سے اس کو کیا تعلق ہے۔

دوسرا ظاہری مقصد دو ضمنی حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ

برطانیہ کے خلاف بڑھتی ہوئی بیزاری کو کم کیا جائے، اور دوسرا یہ کہ ہندوستان کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ جنگ میں زیادہ موثر حصہ لے سکے۔ اوپر یہ خیال ظاہر کیا جا چکا ہے کہ کانگریس نے بجائے اس کے کہ کرپس مشن کی ناکامی کی وجہ سے جذبات میں جو ہیجان پیدا ہو گیا تھا اسے فرو کرنے کی ذرا بھی کوشش کرتی، اپنا مقصد یہ قرار دے لیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر عوام پر اپنا کھویا ہوا اقتدار از سر نو قائم کر لے۔ اس توضیح کا ایک ثبوت تو اس وقت پیش کیا جائیگا جب ہم آگے چل کر اس تحریک پر روشنی ڈالیں گے جس کے لئے کانگریس تیاری کر رہی تھی۔ مگر اس کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ کانگریسی لیڈروں نے بمبئی اور وردھا کی تجویزوں کے درمیان جو عرصہ گزرا ہے اس دوران میں ملک کے طول و عرض کا دورہ کر کے عوام کو آنے والی بغاوت کے لئے اکسایا، اور ان میں قصداً نسلی دشمنی کے جذبات پیدا کئے۔ یہ دعوے کہ اس تحریک سے غرض یہ تھی کہ ہندوستان اپنی مدافعت میں زیادہ موثر حصہ لینے کے لئے تیار کیا جائے خود مسٹر گاندھی کی تحریروں سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابھی بتایا جا چکا ہے کہ مسٹر گاندھی کو خود اس کا یقین نہ تھا کہ عدم تشدد جاپانی حملے کو روکنے میں موثر ہو سکتا ہے، بلکہ اس عقیدے کو خود انھوں نے محض ایک "غیر موجہ مفروضہ" کا نام دیا تھا، اور اسی بنا پر انھوں نے ہندوستان کی مدافعت کے لئے بدیسی فوجوں کے ہندوستان میں مقیم رہنے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ اس شبہ کے، کہ اصلی وجہ یہی تھی یا کچھ اور، وجوہات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ مسٹر گاندھی کی تحریروں ہی سے یہ بھی صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ اتحادی فوجوں کے یہاں رہنے سے ہندوستانیوں کی طرف سے جاپانیوں کی احتسابی مقاومت موثر نہیں ہو سکے گی۔ الہ آباد والی تجویز کے مسودے میں وہ لکھتے ہیں:۔

" ان مقامات پر جہاں برطانیہ اور جاپان کی فوجیں جنگ کر رہی ہوں ہمارا (جاپانیوں سے) ترک موالات کرنا بے نتیجہ اور غیر ضروری ہوگا"۔

یہی خیال ہریجن میں بھی دہرایا گیا ہے جیسا کہ ذیل کے اقتباسوں سے واضح ہوگا۔

"میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگر انگریز ہٹ جائیں اور یہاں کے لوگ میری نصیحت پر عمل کریں تو ترک موالات یقیناً اس سے کہیں زیادہ موثر ہوگا جتنا کہ آج ہے کیونکہ آج کل اس وجہ سے اس کی (ترک موالات) کوئی قدر ہی نہیں ہو سکتی کہ تشدد آمیز برطانوی کارروائی بھی ساتھ ساتھ ہو رہی ہے۔

"لہذا یہ مان لینا چاہئے کہ جس طرح آج دست درازی کے خلاف اہنسائی مدافعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے ویسے ہی اس وقت بھی جب کہ اتحادی فوجیں ہندوستان میں اپنا کام کرتی ہوں گی اس کی بہت کم گنجائش ہوگی۔"

مختصر یہ کہ مسٹر گاندھی کو نہ تو اس کا یقین تھا کہ محض عدم تشدد سے ہندوستان کو جاپان سے بچایا جا سکتا ہے، اور نہ ان کو یہ یقین تھا کہ اتحادی اسے بچا سکیں گے۔ اپنے الہ آباد والے مسودے میں انہوں نے لکھا تھا کہ "برطانیہ ہندوستان کا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہے"۔ ان کی "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں اور یا تو ایک فرضی عارضی حکومت ان کی جگہ لے لے، یا پھر ابتری پھیل جائے، جس کے امکان کا اعتراف خود مسٹر گاندھی کر چکے ہیں، ہندوستانی فوج توڑ ڈالی جائے، اتحادی فوجیں کام کریں مگر عارضی حکومت کی ہدایت کے تحت، اور ہندوستان اُن کے پہلو بہ پہلو جاپان کے ساتھ اہنسائی عدم تعاون کرتا رہے جس کے متعلق وہ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ جب تک اتحادی فوجیں ہندوستان میں کارفرما ہیں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ بہرحال اگر مندرجہ بالا دلائل کے باوجود یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ مسٹر گاندھی اور کانگریس کا یہ عقیدہ تھا کہ اتحادی فوجوں میں ہندوستان کی مدافعت کی سکت ہے تب بھی یہ یاد رکھنا ہوگا کہ خود مسٹر گاندھی کہہ چکے ہیں کہ اتحادی فوجوں کے موثر طور پر کام کرنے کا انحصار ایک مناسب عارضی حکومت کی ترتیب پر ہوگا۔ اور چونکہ اس عارضی حکومت کے لئے یہ ضروری ہوتا کہ وہ ہندوستانی رائے عامہ کے ہر طبقہ اور شعبے کی نمایندگی

کرتی، لہٰذا یہ واضح ہے کہ مسٹر گاندھی یا کانگرس کوئی بھی پہلے سے اسے کسی خاص طریق عمل کا پابند نہیں کر سکتے تھے یعنی وہ اس کی ذمہ داری نہ لے سکتے تھے کہ عارضی حکومت جاپان کے خلاف ہندوستان کے بچاؤ میں اتحادیوں کا ضرور ساتھ دیگی۔ فی الحقیقت وہ اس عارضی حکومت کی طرف سے کوئی وعدہ کر ہی نہیں سکتے تھے تاوقتیکہ وہ پہلے سے یہ نہ طے کر چکے ہوں کہ اس عارضی حکومت پر تسلط کانگرس کا رہے گا۔ اور کانگرس کی پالیسی کا سارا رجحان نیز ان لمبے چوڑے وعدوں سے جو بمبئی میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے اس عارضی حکومت کی طرف سے کئے اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ کانگرس کا ارادہ اصل میں یہی تھا ــــ اور یہی رائے مسلم لیگ اور عام مسلمانوں کی بھی تھی۔ گویا مختصر طور پر صورت حال یہ ہوتی کہ اتحادی فوجیں جس عارضی حکومت کے تابع ہوتیں اس پر ایک ایسا گٹ قبضہ کئے ہوئے ہوتا جس کی شکست خوردہ ذہنیت اوپر ظاہر کی جا چکی ہے، اور جس کا لیڈر پہلے ہی سے جاپان سے گفت و شنید کا قصد بھی ظاہر کر چکا تھا۔

اس موقع پر ہم تیسرے مقصد پر یعنی عارضی حکومت کے قیام کے بعد فرقہ وارانہ اتحاد قائم کرنا، تفصیلی نظر ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ پچھلے پیراگراف میں یہ خیال ظاہر کیا جا چکا ہے کہ کانگرس اس عارضی حکومت پر اپنا تسلط رکھنا چاہتی تھی، اور مسلمانوں کی اس متفقہ رائے سے کہ کانگرس کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان پر کانگرس اور ہندوؤں کا مشترکہ تسلط ہو جائے اس خیال کو مزید تقویت ہوتی ہے۔ اب خود مسٹر گاندھی کی تحریروں سے یہ ثابت کر دینا کافی ہوگا کہ وہ کسی ایسی حکومت کے قیام کو کہاں تک قابل عمل سمجھتے تھے اور ان کو اس میں کیا کیا نتیجے تھے۔

"میری تجویز کے مطابق انہیں ہندوستان کو خدا پر چھوڑنا ہوگا۔ جسے آج کل کے محاورہ میں نراج کہتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس نراج کی بدولت کچھ عرصہ تک باہمی جنگ وجدل یا بے دھڑک لوٹ مار ہوتی رہے"۔

"میں نے انگریزوں سے یہ مطالبہ نہیں کیا ہے کہ وہ ہندوستان کانگرس یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں دے دیں۔ وہ ہندوستان کو خدا کے سپرد یا آج

کل کے محاورے کے مطابق نزاج کے حوالے کر دیں۔ ایسی حالت میں یا
تو تمام جماعتیں کتوں کی طرح لڑینگی اور یا پھر جب کوئی واقعی ذمہ داری
ان کے سر پڑیگی تو وہ باہمی سمجھوتہ کر لینگی۔ میں تو یہ امید کرتا ہوں کہ
اس افراتفری کے اندر اہنسا جنم لیگی"۔

مسٹر راجگوپال آچاری نے جو خط مسٹر گاندھی کو لکھا تھا اور جس کی نقل ضمیمہ نمبر ۲ میں دی گئی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اس بارے میں مسٹر راجگوپال آچاری کو بھی وہی شبہات تھے جو خود مسٹر گاندھی کو۔

اب رہے وہ آخری تین ظاہرا مقاصد جن کا ذکر صفحہ ۱۸ پر کیا گیا ہے تو ان کے تفصیلی تجزئے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں ایک مشترک بات یہ ہے کہ ان کا اطلاق ہندوستان پر نہیں ہوتا، بلکہ ان کا تمامتر تعلق اس اثر سے ہے جو ہندوستان کے مجوزہ اقدام سے دنیا پر ہوگا۔ یہ امر یقیناً بہت معنی خیز ہے کہ یہ مقاصد پہلی بار مبئی والی تجویز میں اس وقت نمودار ہوئے جبکہ اتحادی مقصد کے ساتھ مسلمہ غداری کی بنا پر برطانیہ اور امریکہ میں کانگرس کو خوب لتاڑا گیا۔ بس تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ یہ اضافے اسی لتاڑ کا نتیجہ تھے۔ اب یہ کہ آیا اس تجویز کے مرتب کرنے والے واقعی یہ ایقان رکھتے تھے کہ اگر کانگرس کا مطالبہ منظور کر لیا گیا تو متحدہ قوموں کے کام میں خلل ہونے کی بجائے ان کو مدد ملے گی، اور یہ کہ کیا واقعی متحدہ اقوام کی مدد ان کا مقصد تھا، اس کا جواب دو سوالوں کے جواب پر منحصر ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ کیا کوئی جماعت، جو خلوص دل سے اس مقصد کی متمنی ہو، اس کی مرتکب ہو سکتی تھی کہ اس کے بتائے ہوئے طریقے اختیار کئے جائیں تو وہ قصداً سارے ملک کو ایک ایسے عمومی اقدام پر اکسائے جس کا کھلا ہوا مقصد انتظام حکومت اور جنگی کوششوں کو معطل کر کے بالکل برعکس نتائج پیدا کرنا ہو؟ دوسرے یہ کہ جب ایک سال پہلے مسٹر گاندھی کے حکم کی بنا پر آدمیوں یا مال سے جنگ میں مدد دینا "پاپ" قرار دیا جا چکا تھا تو کیا اس کے بعد بھی اس

سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں نے برطانیہ کو خطرے میں پھنسا ہوا دیکھ کر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور یہ سمجھ لیا کہ بیشتر اس کے کہ جنگ کا پانسہ پلٹے، اور اتحادیوں کی موافقت میں پلٹے، ان کے سیاسی مطالبات بہ جبر منوانے کا بہترین نفسیاتی موقع وہی ہے جب کہ اتحادی قومیں ایک کشمکش امید و بیم میں مبتلا ہوں؟ ان دونوں سوالوں کا جواب خود ناظرین پر چھوڑا جاتا ہے۔

تیسرا باب

تحریک کی مجوزہ شکل

یہاں تک تو مسٹر گاندھی کی "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کے اصل محرکات ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس تحریک کے جو وجوہ کانگرس کی ۱۴ جولائی اور ۸ اگست کی تجویزوں میں پیش کئے گئے ہیں ان کی قلعی کھول دی جائے۔ اب ہم کو مسٹر گاندھی کی ان کارروائیوں کی ماہیت جانچنا ہے جو انہوں نے اس صورت کے لئے تجویز کر رکھی تھیں کہ انگریز ان کی درخواست قبول کرنے سے انکار کریں اور ہندوستان کو بطیب خاطر خیر باد کہنے پر آمادہ نہ ہوں۔

شروع میں یعنی ۱۰ مئی تک، تو مسٹر گاندھی کا یہ تہیہ تھا کہ ہندوستان سے انگریزوں کا اخراج ایک ایسا "چوٹی کا کارنامہ" ہے جس کو سر کرنے کی خاطر وہ (مسٹر گاندھی) اپنی ساری قوت صرف کر دیں گے لیکن فوراً ہی بعد یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مسٹر گاندھی اس فکر میں ہیں کہ اگر انگریزوں نے ہندوستان چھوڑنے سے انکار کیا تو ان کے خلاف ایک بالکل آخری لڑائی شروع کر دی جائے۔ چنانچہ ہریجن مورخہ ۳۱ مئی میں انہوں نے اس کوشش کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ برطانوی تسلط ایک مستقل مرض ہے اور اس کی بدولت نفرت اور غلامی کے جو احساسات پیدا ہو گئے ہیں ان سے ہندوستان کو نجات دلانے کے لئے ہر قسم کے

خطرات کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ ان کے الفاظ ہیں :۔

"اب یہ چیز ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کے علاج میں بڑی لاگت آئے گی۔ مگر نجات پانے کے لئے جو کچھ بھی دینا پڑے وہ کم ہے"۔

اس کے بعد سے اس جدوجہد کے متعلق مسٹر گاندھی کا تخیل بڑی تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس مبحث پر ان کی تحریریں تو بخوف طوالت پوری کی پوری پیش نہیں کی جاسکتیں۔ تاہم ہر سچن کے حسب ذیل اقتباسوں سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ ان کا ذہن کس رخ کام کر رہا تھا :۔

"یہ ایک ایسی تحریک ہوگی جس کو ساری دنیا محسوس کرے گی، یہ ممکن ہے کہ اس سے برطانوی فوجوں کی نقل و حرکت میں مداخلت نہ ہو لیکن یہ برطانوی توجہ ضرور اپنی طرف منعطف کرالے گی"۔

"برطانوی اقتدار کو ہٹانے کے متعلق میری تجویز دو امور پر مشتمل ہے۔ ایک تو موجودہ ہنگامی صورت حال کا علاج کرنا ہے، اور دوسرے برطانوی بالادستی سے آزادی حاصل کرنا۔ اس دوسرے امر میں دیر لگے تو زیادہ حرج نہیں۔ اس کے مضمرات کے متعلق بہت کچھ خلط مبحث ہے میں ان مسائل سے نبٹنے کے لئے جو وقتاً فوقتاً سامنے آتے ہیں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں"۔

"پہلے امر کے بارے میں ذرا بھی دیر نہیں کی جاسکتی۔ اس کا تقاضا ہے کہ برطانوی اخراج کی تجویز کا لحاظ کئے بغیر فوراً اقدام کیا جائے۔ یہ ان باتوں سے متعلق ہے۔ (۱) فوجیوں کا برتاؤ۔ (۲) نمک کے آنے والے قحط کا مداوا (۳) غلہ کی نگرانی۔ (۴) فوجوں کی خاطر تخلیہ۔ (۵) ایک طرف یورپینوں

اور اینگلو انڈین اور اینگلو برمن کے اور دوسری طرف ہندوستانیوں کے درمیان نسلی امتیاز"۔

"یہ چیز بے شک اس قابل ہے کہ اس کے لئے لڑا جائے اور اس کے لئے قوم کا سارا سرمایہ داؤں پر چڑھایا جائے"۔

"وہ (ہندوستانی) استحصال قوت کے لئے نہیں لڑیں گے مگر وہ اس لئے لڑیں گے کہ ہر قیمت پر بدیسی تسلط کو ختم کر دیں"۔

"لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ایک قطعی اہنسائی قسم کی عمومی تحریک ہوگی۔ اس کے بعد کی تفصیلات کی خانہ پری آپ خود کر سکتے ہیں۔ اس میں وہ سب شامل ہوگا جو ایک عمومی تحریک میں ہوتا ہے .... میں نہیں چاہتا کہ اس کا براہ راست نتیجہ فساد ہو... لیکن اگر تمام ممکنہ احتیاط کے باوجود بھی فساد ہو جائے تو مجبوری ہے۔ میں اپنے آپ کو قید نہیں کراؤں گا۔ اس جدوجہد کے لئے جیل جانا ضروری نہ ہوگا۔ جو ایک بہت ہی ہلکی سی بات ہے .... میرا ارادہ تو یہ ہے اس تحریک کو جتنا تیز رفتار اور مختصر ہو سکے بنا دوں"۔

"یہ برطانوی حکومت کے خلاف ہماری غیر مسلح بغاوت ہے"۔

"لہٰذا میں اس کی ممکنہ کوشش کروں گا کہ اس تحریک کو نرمی سے چلاؤں لیکن اگر میں نے دیکھا کہ برطانوی حکومت یا اتحادی قومیں اس کا کوئی اثر نہیں لے رہی ہیں تو مجھے انتہائی حد تک بڑھ جانے میں بھی کوئی پس و پیش نہ ہوگا"...

"کیا یہ آپ کی سب سے بڑی تحریک ہوگی"؟

"ہاں میری سب سے بڑی تحریک"۔

"اپنے وقار کا کوئی غلط تصور میرے اوپر مسلط نہیں ہے کسی ذاتی مفاد کا خیال مجھے ایسا قدم اٹھانے پر مجبور نہیں کرے گا جس سے میں جانتا ہوں کہ

یقیناً ملک میں آگ لگ جائے گی ۔

کیا اس میں ہڑتالوں کا امکان رفع کر لیا گیا ہے ؟"

مسٹر گاندھی نے کہا "نہیں۔ ہڑتالیں اہنسائی ہو سکتی ہیں اور ہوئی بھی ہیں۔
اگر ریلیں صرف اس لئے چلائی جاتی ہیں کہ ان سے برطانوی گرفت اور مضبوط ہو
تو ان کی مدد کرنے کی ضرورت نہیں "۔

مسٹر گاندھی نے بمبئی والے جلسے میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک منظور ہونے کے بعد ایک تقریر میں اس کی وضاحت کر دی تھی کہ یہ تحریک کانگرس کی آخری کوشش ہے جس میں یا تو وہ آزادی جیت لے گی یا صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ انہوں نے کہا تھا:۔

"اس لمحہ کے بعد سے آپ میں سے ہر ایک کو مرد ہو یا عورت یہ سمجھ لینا چاہئے
اور اس طرح کام کرنا چاہئے گویا کہ آپ آزاد ہیں، اور اس شہنشاہیت کے
پاؤں کے نیچے نہیں ہیں آپ یقین مانئے کہ میرا یہ ہرگز مقصود نہیں کہ وائسرائے
سے وزارتوں یا ایسی ہی کسی بات کے لئے اس تحریک کے ذریعہ سودا کروں ۔
میں پورنا سوراج سے کم کسی چیز سے مطمئن نہیں ہونے کا۔ ہم کریں گے
یا مریں گے۔ ہم یا تو ہندوستان کو آزاد کرالیں گے یا اس کوشش میں جان
دے دیں گے"۔

اور آخر میں مسٹر گاندھی کے وہ مشہور الفاظ ہیں جو ورکنگ کمیٹی کے ۱۴ جولائی والی تجویز منظور کر لینے کے بعد انہوں نے وردھا میں ایک پریس کانفرنس میں کہے تھے، اور جن سے اور بھی یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ وہ اس زمانے میں بھی اس آخری جدوجہد کا کتنا تہیہ کر چکے تھے:۔

" اس تجویز کے واپس لینے یا اس کے متعلق گفت وشنید کرنے کی کوئی
گنجائش نہیں ہے۔ اب کسی مزید موقع کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہ ایک
کھلا تیہہ بغاوت ہے"۔

ان الفاظ میں ان لوگوں کے لئے بھی کافی جواب موجود ہے جو اس وقت سے اب تک حکومت کو یہ الزام دیتے رہے ہیں کہ اس نے مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگریسی لیڈروں کو گرفتار کر کے خود صورت حالات کو نازک بنا دیا، اور یہ کہتے ہیں کہ مسٹر گاندھی نے اپنی بمبئی والی تقریر میں تصفیہ کی مہلت کا جو اشارہ کیا تھا اس کو گفت وشنید کے لئے استعمال کرنا چاہیئے تھا۔ یاد رہے کہ مسٹر گاندھی ایک مہینہ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ "اب واپسی یا گفت وشنید کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔ اس کے علاوہ یہ کہ وردھا کی تجویز میں تو محض دھمکی ہی دی گئی تھی کہ اگر کانگریس کے مطالبے منظور نہ کئے گئے تو ایک عمومی تحریک شروع کی جائیگی۔ مگر بمبئی والی تجویز تو ایک قدم اور آگے تھی۔ اس میں صرف اس کی دھمکی نہیں تھی جس میں پھر بھی کچھ تاخیر کی گنجائش ہوتی ہے بلکہ تحریک کی **منظوری دے دی گئی تھی**، اور اگر مزید تعویق منظور بھی تھی تو کیا جو کچھ اب تک کہا جا چکا ہے اس کی روشنی میں یہ یقین کرنے کی کافی وجوہ نہیں ہیں کہ یہ مدت کسی گفت وشنید کے لئے نہیں بلکہ اس منصوبے کو کیل کانٹے سے درست کرنے کے لئے استعمال ہوتی جس کے لئے اس کے پیش کرنے والے پہلے ہی سے آمادہ تھے مگر جس کے پوری طرح روبہ عمل لانے میں ابھی کچھ کسر تھی؟

اوپر دئے ہوئے اقتباسات سے مسٹر گاندھی کی مجوزہ تحریک کی عام نوعیت صاف نمایاں ہو جاتی ہے - یہ ایک جدوجہد، ایک مختتم جنگ ہونے والی تھی جس میں بہر قیمت برطانوی تسلط کا خاتمہ کیا جانے والا تھا۔ یہ ایک ایسی غیر مسلح بغاوت ہوتی جو مختصر اور تیز رفتار ہوتی اور جس سے ملک میں آگ بھڑک اٹھنا بھی یقینی تھا ــ کیسی خوفناک اور صحیح پیشین گوئی تھی! اس تحریک میں مسٹر گاندھی فسادات کا خطرہ مول لینے پر بھی آمادہ تھے اور اس پر بھی آمادہ تھے کہ انتہائی حدوں تک بڑھ جائیں، جس میں بشرط ضرورت ایک عام ہڑتال بھی کی جاتی؛ اور اس جدوجہد میں وہ سب کچھ شامل ہونا جس کی ایک" اہنسائی "عمومی تحریک میں گنجائش ہو سکتی ہے؛ اور جس میں ہڑتالیں اور ریلوں کو بند کرنا بھی شامل تھا؛ اور غالباً برطانوی

فوجوں کی نقل و حرکت میں مداخلت بھی؛ اس میں برطانیہ کے خلاف موجودہ شکایات سے پورا پورا کام لیا جانا تھا؛ اس موقع کے لئے کانگرس کے سابقہ طریقے یعنی جیل جانا وغیرہ بہت ہلکے سمجھے گئے تھے : آخر میں ہر عورت اور مرد کو یہ سمجھ لینا تھا کہ وہ آزاد ہے اور من مانی کرنے کا مجاز۔ یہ آخری الفاظ یا کم سے کم ان کا مفہوم خود تجویز میں موجود ہے ۔ کوئی جماعت افراد جو اپنے پیروؤں سے ایسی اپیل کرے ہرگز ان نتائج کی ذمہ داریوں سے بری نہیں ہوسکتی جو اس اپیل سے پیدا ہوں ۔

ایک اور کافی اہم سوال جو بجائے خود غور طلب ہے یہ ہے کہ کیا ایسی تحریک جیسی کہ ابھی بتایا جا چکا ہے کہ مسٹر گاندھی کے پیش نظر تھی، اپنی نوعیت کے لحاظ سے اہنسائی ہو سکتی تھی ؟ اور کیا مسٹر گاندھی نے اس کو اہنسائی ہی بنانے کا ارادہ بھی کیا تھا ؟ اور کیا انہیں یہ توقع تھی کہ وہ اہنسائی ہی رہے گی ؟

یہ بات بہت معنی خیز ہے کہ اس تحریک سے متعلق مسٹر گاندھی کی تحریروں کے الفاظ بالکل ایسے ہیں جو عام طور پر ذہن میں تشدد کا مفہوم پیدا کرتے ہیں ۔ مثلاً اس جدوجہد کو ایک ایسی بغاوت کہا گیا ہے جس میں لوگوں کو تیار رہنا چاہئے کہ کریں یا مریں۔ اس معمولی شخص کو جس سے یہ خطاب کیا گیا ہے ہرگز مورد الزام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر وہ اس کا مفہوم یہ سمجھ لے کہ اس کو اس بات کی تلقین کی جا رہی ہے کہ جو کچھ ہتھیار ہاتھ لگیں انہیں لے کر برطانوی حکمرانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اہنسا کے حمایتی لال پیلے ہو کر یہ جواب دینگے کہ اس تحریک کے سلسلے میں اہنسا کا لفظ بار بار مسٹر گاندھی کی تحریروں میں آیا ہے۔ پس یہ دیکھنا چاہئے کہ اس لفظ کے استعمال سے مسٹر گاندھی کا اصل مقصد کیا تھا، اور ان کو کہاں تک خود یقین تھا کہ اگر یہ آگ " بھڑکی تو غیر متشدد (اہنسائی) ہی رہے گی ۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ مسٹر گاندھی اس کے قائل نہیں تھے کہ جاپانی حملہ کا توڑ صرف اہنسا کے ذریعہ دیا جا سکے گا، اور مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو اپنی اس بارے

کا علانیہ اظہار کر چکے تھے کہ صرف مسلح مدافعت ہی ہندوستان کو جاپان سے بچا سکتی ہے۔
خود مسٹر گاندھی یہ رائے بھی ظاہر کر چکے ہیں کہ برطانوی اور جاپانی سامراج دونوں قابل
نفرت ہیں۔ لہذا یہ کیوں خیال کر لیا جائے کہ وہ جاپان کی بہ نسبت برطانیہ کے خلاف
اہنسا کو کچھ زیادہ موثر سمجھتے ہیں۔ علاوہ بریں جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے خود ان کو اس
میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ ہندوستانیوں کی بہت کم تعداد ان کے نظریۂ عدم تشدد
(اہنسا) پر کامل اعتقاد رکھتی ہے۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے ایک ایسی تحریک کی
ٹھان لی جس کے لئے انہوں نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ ہر طبقہ اور جماعت اس میں حصہ لیگی،
اور یہ ہدایت کی تھی کہ تمام مرد اور عورت سب اپنے کو آزاد تصور کریں اور من مانی کریں۔
اب ذرا اس کا موازنہ ان کی سابقہ یعنی ۴۱-۱۹۴۰ء کی "ستیا گرہ" کی مہم سے کیجئے جس میں
اہنسا کا معیار قائم رکھنے کے لئے وہ مجبور ہوئے تھے کہ صرف منتخب "ستیا گرہیوں" کو اس
میں شرکت کی اجازت دیں اور انہیں بھی صرف ایک خاص رسمی جرم کا ارتکاب کرنے کا
مجاز بنایا گیا تھا۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان کے سامنے اپنی اُن تحریکوں کی مثالیں
بھی تھیں جن میں سے ہر ایک ان کے زعم میں اہنسائی تھی پھر بھی ہر ایک کے دوران میں
انتہائی ہولناک تشدد واقع ہوا تھا۔ لہذا یہ تو صریحی بات ہے کہ یہ تحریک اہنسائی نہیں
رہ سکتی تھی، اور اس کا مزید ثبوت خود مسٹر گاندھی کی وہ تحریریں ہیں جن کے اقتباس اوپر
دئے گئے ہیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تشدد اور ہنگاموں کا واقع ہونا بھی ان کو باز نہ
رکھ سکتا تھا، نیز یہ کہ وہ انتہائی حد تک قدم اٹھانے کے لئے تیار تھے۔ اہنسا کی جو متعدد
تعریفیں مسٹر گاندھی نے کی ہیں ان میں سے ایک کو لے کر اس کو جانچنا اور اس خاص صورت
حال سے اس کا تعلق ظاہر کرنا کارآمد ہوگا:۔

"اگر کوئی آدمی تلوار لے کر تن تنہا ڈاکوؤں کے ایک ایسے غول کا مقابلہ
کرے جو سر سے پیر تک مسلح ہوں تو میں کہوں گا کہ وہ اہنسائی جنگ

کر رہا ہے۔ کیا میں اس دیس کی عورتوں سے یہ نہیں کہہ چکا ہوں کہ اگر اپنی آبرو بچانے کے لئے وہ اپنے ناخن اور دانت یا کٹار کا بھی استعمال کریں تو میں ان کے طرزِ عمل کو اہنسائی ہی کہوں گا؟ ایسے وقت میں ایک عورت ہنسا اور اہنسا میں تمیز نہیں کرتی۔ وہ جو کچھ کرتی ہے ایک دم کر بیٹھتی ہے۔ اگر ایک چوہا بلی سے لڑتے ہوئے اپنے تیز دانت سے بلی کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا اس چوہے کو تشدد پسند کہا جائے گا؟ اسی طرح پولستان کے لوگوں کا ان جرمنوں کے مقابلے پر ڈٹ جانا جو تعداد اسلحہ اور قوت میں کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ گویا اہنسا ہی تھا۔"

دوسرے الفاظ میں ہر لڑائی میں کمزور فریق وہ تمام تشدد آمیز طریقے استعمال کر سکتا ہے جو اس کا دل چاہے یا اس سے ہو سکیں۔ اور پھر بھی اس کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ تشدد نہیں کر رہا ہے۔ اسی کو اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ تشدد کو جب کسی اپنے سے بڑی قوت کے خلاف استعمال کیا جائے تو وہ خود بخود عدم تشدد ہو جاتا ہے "غیر مسلح بغاوت کرنے والوں" کے لئے یہ نظریہ یقیناً نہایت کارآمد ہے۔

یہ دکھانے کی کوشش کرنے کے بعد کہ مسٹر گاندھی نے جو جدوجہد کرنا چاہی تھی اس کی نوعیت کیا تھی اب وقت ہے کہ ان کے کانگریسی ہائی کمانڈ کے دوسرے ساتھیوں کا ذکر کیا جائے اور دیکھا جائے کہ انہوں نے اپنے کانگریسی ساتھیوں اور عوام کے سامنے مسٹر گاندھی کے نظریوں کو کس طور پر پیش کیا۔ ورکنگ کمیٹی کے ۱۴ جولائی والے ریزولیوشن اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے بمبئی والے جلسے کے درمیان جو مدت گزری، اس عرصے میں ورکنگ کمیٹی کے تقریباً تمام ممبر اور کئی بڑے بڑے کانگریسی لیڈر، مسٹر گاندھی کی مجوزہ تحریک کی وضاحت عوام کے سامنے کرتے رہے، اور موٹے الفاظ میں انہیں بتاتے رہے کہ اگر آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے ورکنگ کمیٹی کی تجویز کی توثیق کر دی، اور انگریزوں نے واپس جانے

سے انکار کر دیا، تو جو جد و جہد کانگریس کو اس حالت میں کرنا پڑے گی اس کی نوعیت کیا ہوگی۔ چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو نے یو پی میں، بابو راجندر پرشاد نے بہار میں، مسٹر شنکر راؤ دیو اور مسٹر ولبھ بھائی پٹیل نے بمبئی میں، اور بہت سے اور لوگوں نے عام جلسوں اور پریس کانفرنسوں میں ایسی تقریروں کے ذریعے جن میں سے بعض کھلی کھلی "باغیانہ" تھیں عوام کو اس جنگ کے لئے اکسایا جو انگریزوں کے خلاف آخری دم تک لڑی جانے والی تھی، اور کانگریس جس کی ابتدا چند ہی روز بعد کرنے والی تھی۔

ان تقریروں کے اقتباسات دینے سے پہلے ان دو امور کی طرف توجہ دلانا اچھا ہوگا جو اس ساری ہلچل میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ ایک تو یہ تاکید، جو تقریباً تمام مقرروں نے کی، کہ ہر شخص کو اپنے طور پر کام کرنے کے لئے آمادہ اور تیار رہنا چاہیئے۔ دوسرا امر یہ کہ مقرروں نے طلبہ کے طبقے کی طرف غیر معمولی توجہ مبذول کی۔ بہار، سی پی اور یو پی کے کانگریسی مقرروں نے تو اپنا یہ خاص کام بنا لیا تھا کہ طلبہ کی حمایت حاصل کریں۔ اور پنڈت جواہر لال نہرو کے متعلق تو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ بنارس ہندو یونیورسٹی کے طلبہ کی امداد حاصل کرنے کا اہتمام کر چکے تھے۔ یہ بات اس لئے اور خاص طور پر اہم ہے کہ یو پی کے مشرقی علاقوں میں بعد کو جو ہنگامے ہوئے ان میں اس یونیورسٹی کا نام پیش پیش تھا۔ بمبئی میں سردار ولبھ بھائی پٹیل اور مسٹر شنکر راؤ دیو علانیہ طور پر طالب علموں کو اکساتے رہے کہ تحریک میں عملی حصہ لیں، اور اگر مسٹر گاندھی اور دوسرے لیڈر گرفتار ہو جائیں تو کانگریس کی باگ ڈور خود سنبھال لیں۔

جگہ کی کمی اس کی اجازت نہیں دیتی کہ ان بہت سی تقریروں کو جو اس زمانے میں کانگریسی لیڈروں نے کیں پورے کا پورا درج کر دیا جائے یا ان کے نمونہ کے اقتباس دئے جائیں۔ مندرجہ ذیل انتخاب سے صرف یہ مقصود ہے کہ نمایاں رجحانات دکھا دئے جائیں۔

پنڈت جواہرلال نہرو کی اس زمانے کی تقریروں کا نمونہ ان کے وہ الفاظ ہیں ۔ جو ۲۷ جولائی کو الہ آباد میں کسانوں کے ایک عام جلسے کو مخاطب کرتے ہوئے کہے گئے تھے، اور جن میں کسانوں کو بتایا گیا تھا کہ عنقریب ہی ملک میں ایک عمومی تحریک چلائی جائے گی اور ہر کسان کا یہ فرض ہوگا کہ اس تحریک کو پوری طرح سمجھے اور اس کا ساتھ دے ۔ دوسری تقریروں میں بھی انھوں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اب اس کا سوال ہی نہیں ہے کہ کانگریسی لوگ جان بوجھ کر جیل جائیں ۔ نیز یہ کہ کانگرس بہت ممکن ہے کہ اس ہولناک آزمائش میں جو اب شروع ہونے والی ہے بالکل ختم ہی ہو جائے لیکن اس کی خاک سے ایک آزاد ہندوستان پیدا ہوگا ۔

"ہندوستان نے اس عالمگیر طوفان میں کود پڑنے کا تہیہ کرلیا ہے ۔ چند ہی ہفتوں میں ہم ایک عمومی تحریک چلائیں گے ۔ یہ ہماری آخری جدوجہد ہوگی اور ہمیں بدترین نتائج کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

اس کے بعد بمبئی میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی میٹنگ ہوئی ۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ کانگریس وارا نیارا کرنے کی ٹھان چکی ہے ۔ اور اب وہ جان چھوڑ کر ایک مہم شروع کرنے والی ہے ۔

بہار کانگرس ورکنگ کمیٹی کے جلسے میں جو ۲۱ اور ۲۲ جولائی کو ہوا بابو راجندر پرشاد نے ایک تقریر کی جس کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

"ایک بات خاص توجہ کے قابل ہے ۔ وہ یہ کہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے لوگوں کی اخلاقی قوت کمزور ہو جائے ۔ گاندھی جی کا خیال ہے کہ اس تحریک سے ملک بھر میں ایک آگ بھڑک اٹھیگی جو یا تو ملک کو آزادی ملنے پر بجھ سکیگی یا پھر کانگرس کے نظام کو بھسم کر کے رہیگی"۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل نے طلبہ کی طرف خاص توجہ دی ۔ معلوم ہوا ہے کہ احمد آباد

میں طالب علموں کے ایک جلسہ میں انہوں نے کہا کہ ۱۹۱۹ء سے اس وقت تک جو جھگڑے ہوتے رہے ہیں ان کی کوئی ایک شق چن لیں اور رہبر برطانوی سے فوراً ہندوستان چھوڑ دینے کو کہا جائے۔ کانگریس اب انہیں یہ بتانے نہ آسکے گی کہ وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ حالات کے مدنظر ان کو خود ہی اقدام کرنا چاہیئے اور جو چیز ان کو مناسب معلوم ہو وہ کرنی چاہیئے۔ طلبہ اپنے آپ کو آزاد سمجھیں، اور گورنمنٹ کے جملہ احکام کی خلاف ورزی کریں۔ انہیں یہ پیغام گھر گھر خود ہی پہنچانا ہوگا، کیونکہ بہت سے اخبار بند کر دئے جائیں گے پس ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ خود چلتے پھرتے اخبار بن جائیں۔ اگر انہوں نے اپنا فرض پورا نہ کیا تو سوائے بے عزتی کے انہیں اور کچھ نہ ملے گا۔

مسٹر شنکر راؤ دیو نے مبئی کانگریس کے ایک جلسہ عام میں جو ۴ اگست کو ہوا تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آئندہ جدوجہد میں ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان مزدوروں سے کام بند کرنے کی درخواست کریں جو جنگی سامان بنانے والے کارخانوں میں ملازم ہیں اور اسی طرح ریلوے کے اور دوسرے مزدوروں سے بھی کام روکنے کے لئے کہیں، یہاں تک کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں۔ مسٹر شنکر راؤ دیو نے ایک اور تقریر مبئی میں کی تھی جس کا اقتباس نیچے دیا جاتا ہے۔

> "بعض طلبہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ آیا انہیں اس تحریک کے دوران میں اسکول اور کالج چھوڑنے پڑیں گے۔ ان کو میرا جواب یہ ہے کہ اگر گاندھی جی نے حکم دیا تو یقیناً انہیں ایسا ہی کرنا پڑیگا۔ طالب علم ہمیشہ انقلاب کی خواہش کرتے رہے ہیں۔ اب ان کے لئے موقعہ ہے۔ اب انقلاب خود ہی ان کے پاس آپہنچا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ انقلاب کا خیر مقدم کریں اور موقع کو نہ کھوئیں"

اسی طرح ایک دوسری تقریر میں انہوں نے کہا کہ یہ تحریک ایک غدر کی

طرح ہوگی جس کی بنیاد اہنسا پر رکھی گئی ہو اور جو ۱۸۵۷ء کی جنگ سے ملتی جلتی ہوگی ۔

اوپر دی ہوئی مثالیں جن کی تعداد میں مزید اضافہ بھی ممکن تھا، یہ ظاہر کرنے میں کافی مدد دیتی ہیں کہ کانگریس نے جو تحریک شروع کرنا چاہی تھی وہ کس قسم کی تھی ۔ یاد رہے کہ ورکنگ کمیٹی کے ممبراوران کے ذریعہ سے کانگرس کے دوسرے بڑے لیڈر اس عرصہ میں مسٹر گاندھی سے بہت گہرا میل جول رکھتے تھے اور جن خیالات کا اظہار وہ اپنی تقریروں میں کرتے رہے وہ ایک حد تک مسٹر گاندھی ہی کے خیالات کا عکس تھے ۔ ہر شخص کے من مانے عمل کرنے کی اہمیت پر جو زور دیا گیا ہے اور جس کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے ۔ نیز جس قسم کے عمل کے لئے ہر شخص کو اکسایا گیا اس سے اس خیال کی مزید تائید اور تقویت ہوتی ہے کہ یہ تحریک بنیادی طور پر "ہمہ گیر" قسم کی اور تشدد پسندانہ تھی ۔ چنانچہ عام پرانی قسم کی ہڑتالوں کے علاوہ لوگوں کو "لگان نہ دو" "ٹیکس مت دو" کی تحریکوں اور ہر سرکاری حکم کی مخالفت کی تاکید کی گئی تھی ۔ انہیں اکسایا گیا تھا کہ وہ فوج اور پولیس کی وفاداری کو بھی متزلزل کریں، اور عموماً سرکاری ملازموں کی وفاداری کی بھی بیخ کنی کریں ۔ قیدیوں کو بھڑکایا گیا کہ وہ جیل خانوں کے اندر بلوے کرائیں ۔ ملوں اور کارخانوں میں نیز جنگ کا سامان تیار کرنے والے کارخانوں میں کام بند کرنے اور ریلوے کے ملازمین سے ہڑتال کرنے کی سفارش کی گئی ۔ سب سے آخر میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ طالب علموں سے یہ بار بار کہا جاتا ہے کہ جب کانگرس کے مسلمہ لیڈر گرفتار ہو جائیں تو طلبہ کا طبقہ ایک نہایت ہی ضروری فرض سرانجام دے گا اور انہیں رہنمائی کا کام اپنے ذمہ لینا ہوگا ۔ کوئی شخص بھی اپنے سامعین (طالب علم طبقے) کی اشتعال پذیر طبیعت کو دیکھتے ہوئے اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ طلبا مسٹر گاندھی کے اہنسائی عقیدہ سے ہمیشہ بیزار رہے ہیں ۔ ایسی اپیلیں طلبہ کے سامنے نہ کرسکتا تھا جیسی کہ مسٹر شنکر راؤ دیو اور سردار ولبھ بھائی پٹیل

نے ان سے کیں۔ انہوں نے اسے محسوس بھی نہ کیا کہ اس کا لازمی نتیجہ تشدد ہو گا۔

مسٹر گاندھی کی مجوزہ تحریک۔ جو ان کے نائب عوام کے سامنے پیش کرتے رہے اور اس کی عام نوعیت کے متعلق بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس تحریک کو چلانے کے لئے تفصیلی ہدایتیں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے بمبئی والے اجلاس سے پہلے کس حد تک موجود تھیں۔ اور یہ کہ وہ اس تحریک کے اس خاکہ سے جو ہم نے اوپر پیش کیا کس حد تک مناسبت رکھتی تھیں۔

پہلی مثال پھر ہریجن ہی سے لی جاتی ہے۔ اس کی ۹ر اگست کی اشاعت میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا "اہنسائی عدم تعاون کے طریقے" اگرچہ اس مضمون کا طرز بیان آئندہ چلائی جانے والی تحریک کے بارے میں قطعی ہدایتوں کا سا نہ تھا تاہم مضمون کا مقصد واضح طور پر یہی تھا کہ اسے اس خاص نقطہ نظر سے دیکھا جائے۔ اس میں گورنمنٹ کو بے بس کرنے کے بہت سے طریقوں کی تفصیل دی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہڑتالیں کیوں کر چلائی جا سکتی ہیں۔ جو مثالیں دی گئی ہیں، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تحریک کی جڑ ہر حالت میں تسلی بتائی گئی ہے۔ پھر اسی ہریجن کے (جس کے ایڈیٹر مسٹر گاندھی کے نفس ناطقہ، کے مشرو والا ہیں) بعد والے دو نمبروں میں تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں کہ اس تحریک کے مختلف پہلوؤں کو کیوں کر عملی جامہ پہنایا جائے۔ ان کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے بمبئی والے جلسے سے پہلے ہی مدراس۔ یوپی۔ بہار اور بلاشبہ دیگر صوبجات میں بھی کانگرس کے ادارے ہدایات کی کافی اشاعت کر چکے تھے۔ ان ساری ہدایتوں کے پورے اعادے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ سر دست مقصد صرف یہی بتانا ہے کہ اس وقت سے لے کر جب مسٹر گاندھی نے عام پروگرام تیار کیا اور پھر سلسلہ وار کانگریسی اداروں نے اس پروگرام کے بارے میں تفصیلی ہدایات دیں ایک تسلسل

پایا جاتا ہے۔ یہ مقصد ہدایات کے صرف ایک مجموعہ پر غور کرنے سے بخوبی پورا ہو جائے گا، اور اس غرض کے لئے ہم صرف مدراس میں جو ہدایتیں جاری کی گئیں ان کا ایک مجموعہ لئے لیتے ہیں۔ آندھرا اور تامل ناڈ کانگرس کمیٹی نے اغلباً ڈاکٹر پتابھی سیتا رامیا کی منظوری سے عام نافرمانی کے پروگرام کی تشریح کرتے ہوئے ہدایات کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ ساری ہدایتیں ضمیمہ نمبر ۴ میں درج ہیں۔ یہاں اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ اگرچہ پٹریوں کا اکھاڑنا ان ہدایات میں خاص طور پر منع کیا گیا تھا لیکن لیڈروں کے گرفتار ہوتے ہی یہ ممانعت نہایت معنی خیز طریقہ پر ایک تحریری ترمیم کے ذریعہ علانیہ طور پر اُٹھا دی گئی۔

مسٹر گاندھی کے عام خیالات کے منطقی نشو ونما کا مطالعہ کرنا، اور یہ دیکھنا کہ کیونکر سلسلہ بہ سلسلہ کانگرسی لیڈروں کی خاص خاص تجاویز سے ہوتے ہوئے انہوں نے تفصیلی ہدایات کی صورت اختیار کی۔ مثلاً آندھرا کی محولہ بالا گشتی ۔۔۔ ازحد دلچسپ ہوگا۔ مثلاً مسٹر گاندھی کی خود کی ظاہر کی ہوئی آمادگی کہ اگر ضرورت پڑے تو ریلوے کے کام کاج میں ہرج کیا جائے اور فوجوں کی نقل وحرکت میں مداخلت کی جائے۔ بالآخر خطرے کی زنجیروں کے کھینچنے، بغیر ٹکٹ سفر کرنے، اور پٹریوں کو اکھاڑنے، تار اور ٹیلیفون کے تار کاٹ ڈالنے، اور فوجوں کو پکٹنگ کے ذریعہ روکنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح پروگرام کی بہت سی دوسری مدوں کے بارے میں بھی اسی قسم کے اٹھان کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔

مسٹر گاندھی کے خیالات کا مکمل ترین عکس اگر ہدایات کے کسی مجموعے میں موجود ہے تو وہ اس مجموعہ میں ہے جو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ۱۲ نکات والے پروگرام کے نام سے مشہور ہے۔ پروگرام کی مختلف شاخوں میں اور جن خیالات کا اظہار مسٹر گاندھی پہلے کر چکے ہیں ان میں اتنی قریبی مشابہت ہے کہ اس کو ایک جدول کی شکل میں پیش کرنا مناسب سمجھا گیا۔ یہ جدول ضمیمہ نمبر ۵ میں دکھلائی گئی ہے۔

ہنگاموں کی اصلی ہیئت کیا تھی اور کانگریس کا ان میں کس حد تک دخل تھا، ان باتوں پر غور کرنے سے پہلے یہ بہتر ہوگا کہ جن نتائج پر ہم اب تک پہنچے ہیں ان کو مختصراً بیان کر دیا جائے۔

مسٹر گاندھی کی "ہندوستان چھوڑ دو" والی تحریک کی ابتدا اور نشو و نما کا مطالعہ کرنے اور ان کے مسودہ تجویز پر الہ آباد کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ردعمل کو دیکھنے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا جا چکا ہے کہ مسٹر گاندھی کے دو خاص مقاصد یہ تھے کہ اولاً تو ہندوستان کے لئے آزادی فی الفور حاصل کرنی چاہیئے، اور دوسرے کسی صورت بھی ہندوستان کو برطانیہ اور جاپان کا میدان جنگ نہ بننے دیا جائے خواہ اس میں جاپان کے آگے گھٹنے ہی کیوں نہ ٹیکنے پڑیں۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ مسٹر گاندھی خود صاف طور پر تسلیم کر چکے ہیں کہ جاپانی حملے کی مدافعت کے لئے اہنسائی طریقہ موثر نہیں ہوسکتا اور یہی وجہ انہوں نے اپنی اصلی اسکیم میں اس تبدیلی کی بیان کی کہ ہندوستان کی حفاظت کے لئے اتحادی فوجوں کو ہندوستان میں رہنے دیا جائے۔ دراصل اتحادی فوجوں کے ہندوستان میں رکھے جانے کے لئے یہ رضامندی محض سطحی تھی۔ اس کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا کہ ان فوجوں کو جاپانیوں کا مقابلہ موثر طریق پر کرنے دیا جائے۔ کانگریس کی ۱۴ جولائی اور ۸ اگست والی تجویزوں میں جو ظاہری مقاصد بیان کئے گئے تھے ان کا مقابلہ اس تحریک کے بنیادی مقاصد سے کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دکھاوے کے تین اغراض میں سے صرف ایک ہی مقصد اصلی تھا یعنی یہ کہ برطانوی حکومت سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی خواہش۔ اور دوسرے دو مقصد یعنی یہ دعوے کہ اس طرح ہندوستان اپنی حفاظت خود زیادہ موثر طریق پر کر سکے گا اور فرقہ وارانہ مفاہمت بھی حاصل کر لی جائے گی۔ یہ بالکل مغالطہ آمیز تھے۔ پھر جو زمانہ وارد ھا اور بمبئی کی قراردادوں کے درمیان گزرا اس پر غور کیا گیا تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ اگر برطانوی ہندوستان چھوڑنے سے انکار کر دیں تو مسٹر گاندھی خود

کس قسم کی جدوجہد کی توقع کر رہے تھے اور یہ کہ ان کے خیالات عوام کے سامنے کانگریسی لیڈروں نے کس انداز سے پیش کئے تھے۔

مجوزہ تحریک کی تصویر جو مسٹر گاندھی کی اپنی تحریروں اور بیانات سے (ضمیمہ نمبر ۵) اور کانگریسی لیڈروں کی تقریروں سے تیار کی گئی ہے اور جس نے کانگریسی ہدایات کے ان دو مختلف مجموعوں کی شکل اختیار کر لی جن کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے، اس کی صاف طور پر تین نمایاں خصوصیتیں ہیں۔ اپنی طبعی حالت کے لحاظ سے تحریک اہنسائی (غیر تشدد آمیز) نہیں ہو سکتی اور نہ مسٹر گاندھی اس کے ایسا ہونے کی امید رکھتے تھے۔ اس کے بارے میں وہ اپنے شکوک کا اظہار کھلم کھلا کر چکے تھے۔ وہ اپنا یہ عزم بھی ظاہر کر چکے تھے کہ وہ اس تحریک کو چلائیں گے خواہ تشدد ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ دوسرے یہ کہ ہر شخص کو اس کی ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے طور پر سوچے اور عمل کرے اور اپنی رہنمائی آپ کرے۔ اور تیسرے یہ کہ طالب علموں کو ابھارا گیا کہ جب کانگرس کے مشہور لیڈر گرفتار ہو جائیں تو کانگرس کی قیادت وہ اپنے ہاتھ میں لیں اور اس تحریک میں نمایاں حصہ لیں۔ جب اس تحریک کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس تحریک میں ہر ممکن شکل میں عمومی مظاہرے کرنا اور حکومتی اقتدار کی علانیہ مخالفت بھی شامل تھی۔ تحریک کی انفرادی مدوں میں ذرائع ترسیل میں خلل ڈالنا جس میں ریلوے کو نقصان پہنچانا اور توڑنا بھی داخل تھا۔ فوج کی نقل و حرکت میں خلل اندازی۔ تار اور ٹیلیفون کے تار کاٹنا۔ ہڑتالیں کرانا ٹیکس نہ دو اور لگان نہ دو کی تحریکوں کے لیے اشتعال دلانا۔ فوج اور پولیس اور بحیثیت مجموعی سرکاری ملازموں کو غداری کی ترغیب دلانا وغیرہ یہ سب باتیں اس تحریک میں شامل تھیں۔

بمبئی میں ۸۔ اگست کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے بڑی کثرت رائے سے ایک تجویز کی توثیق کی جس میں ایک عمومی تحریک کو بڑے سے بڑے پیمانے پر چلانے کی اجازت دی گئی تھی۔

چوتھا باب

فسادات کی نوعیت

۹ اگست کی صبح کو مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگریسی لیڈر بمبئی میں گرفتار کر لئے گئے اور ساتھ ہی سارے ملک میں مشہور کانگریسی آدمیوں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ جملہ گرفتاریوں کی تعداد شاید چند سو سے زیادہ نہیں بڑھی۔ اس وقت سے اب تک جو کوششیں ان بلووں کو حکومت کے تشدد کا نتیجہ ثابت کرنے کے لئے کی گئی ہیں ان کے پیش نظر یہ یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ شاید اس بغاوت کے دوران میں صرف یہی ایک موقع تھا کہ پہلا قدم حکومت کی طرف سے اٹھایا گیا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ در اصل فریق مخالف کے عمل کا نتیجہ تھا نہ کہ اس کا سبب۔ گرفتاریوں کے خلاف شروع شروع جو ردعمل ہوا وہ حیرت انگیز طریقے پر معتدل تھا۔ ۹ اگست کو بمبئی۔ احمد آباد اور پونا میں ہنگامے ہوئے۔ باقی ملک پرامن رہا۔ ۱۰ اگست کو دہلی اور یوپی کے بعض شہروں میں بھی فساد ہوئے پھر بھی دوسرے مقامات سے کسی اہم ردعمل کی اطلاع نہیں ملی۔ ۱۱ اگست سے حالات تیزی کے ساتھ ابتر ہونے لگے۔ اس کے بعد نہ صرف ہڑتالیں بلکہ احتجاجی جلسے اور اسی قسم کے دوسرے مظاہرے ہوئے (جن کے ہونے کی پوری پوری توقع تھی)۔ بلووں کی منظم وارداتیں، آتش زنی، قتل اور تخریبی کارروائیاں واقع ہونے لگیں۔ قریب قریب ہر صورت میں ہر ایک قسم کے ذرائع ترسیل (ریلوے۔ ڈاک تار وغیرہ) یا پولیس کو نشانہ بنایا گیا۔ مزید براں یہ فسادات صوبجات بمبئی۔ مدراس۔ بہار۔ سی پی اور یوپی کے دور دراز مقامات پر ایک ساتھ ظہور پذیر ہونے لگے۔ ایسے وسیع پیمانے پر نقصان کیا گیا کہ یہ چیز ناقابل یقین تھی کہ بغیر خاص اوزاروں اور قبل از قبل تیاری کے صرف ایک ہی ہلے میں کیوں کر اتنا نقصان

پہنچایا جاسکتا تھا۔کئی جگہ تو نقصان پہنچانے کے طریقے سے یہ پتہ چلا کہ اس میں بڑی فنی واقفیت صرف کی گئی ہے۔ ریلوے اسٹیشنوں کے بلاک اوزاروں اور کنٹرول روم کو تخریب کے لئے خاص طور پر چنا گیا تھا۔جو چیزیں بھی توڑی پھوڑی گئیں مثلاً ریلوے۔ڈاک اور تار کے دفتر اور لائینیں۔بجلی کے تار اور بجلی کی تنصیبات وغیرہ اور جس طریقہ سے انہیں نقصان پہنچایا گیا اس میں بھی وہی فنی مہارت بار بار ظاہر ہوئی۔برخلاف اس کے یہ ایک معنی خیز بات ہے کہ صنعتی مشنری کو حتیٰ کہ ان کارخانوں میں بھی جو تمام تر سرکاری کام پر لگے تھے کوئی شدید صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔

ایک موقع پر سارے بہار میں جنوبی اضلاع کو چھوڑکر نیز یو پی کے مشرقی حصّوں میں حالت حد سے زیادہ نازک ہو گئی تھی۔ان علاقوں میں بہت جلد یہ آفت بڑے شہروں سے مضافات تک پہنچی۔ہزاروں بلوائی ذرائع آمد و رفت اور خاص خاص قسم کی سرکاری املاک کی تخریب پر ٹوٹ پڑے۔پورے کے پورے اضلاع جن میں صرف معدودے چند سرکاری عہدہ داروں اور پولیس کے ملازموں کی معمولی دفاعی جماعتیں تھیں کئی کئی دن تک دوسرے مقامات سے بالکل منقطع ہو گئے۔ایسٹ انڈیا ریلوے کا بڑا حصہ اور قریب قریب ساری بی۔این ریلوے ناکارہ کر دی گئی۔کافی عرصے تک کے لئے صوبہ بنگال شمالی ہند سے پوری طرح منقطع ہو گیا۔بزواڈہ کے آس پاس اور گنٹور کے ضلع میں جو ریلوے نقصان ہوا اس سے مدراس کے ذرائع آمد و رفت بھی تقریباً منقطع ہو گئے۔ایک خاص بات یہ تھی کہ فسادات نے انتہائی نازک صورت انہی مقامات میں اختیار کی جو سب سے زیادہ حربی اہمیت والے تھے۔ان مقامات میں نہ صرف کوئلے کی رسد کے مرکز تھے جن کے بند ہو جانے سے سارے ذرائع حمل و نقل اور ملک کی تجارت اور صنعت معطل ہو جاتی، بلکہ وہ ملک کے ان حصوں کی عین پشت پر تھے جو دشمن کے حملے کی خاص زد میں تھے۔ہندوستان کے مشرقی ساحل کی حفاظت کرنے والی فوجوں کے ذرائع آمد و رفت کو کاٹنے کے لئے اس سے بہتر مقامات

کا انتخاب نہیں ہوسکتا تھا۔ آسام۔ اوڑیسہ۔ پنجاب اور صوبہ سرحد میں گرفتاریوں کے ایک ہفتہ بعد تک کوئی شدید آفت نمودار نہیں ہوئی۔ سندھ میں بھی مقابلتہً شورش کم رہی۔

متاثرہ صوبجات میں طلبہ اور بالعموم ہڑتال طلبہ پیش پیش رہے۔ ہر جگہ کانگریس کے اصول عدم تشدد کو پس پشت ڈال دیا گیا اور انبوہوں کو نہایت ناعاقبت اندیشانہ طریقہ پر انتہائی طیش اور اشتعال دلایا گیا۔ چھیڑ ہمیشہ انہی انبوہوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ سرکاری جمعیتوں کی طرف سے نہیں۔ اکثر موقعوں پر سرکاری جمعیتوں کو گولی چلانی پڑی۔ لیکن بہت سی صورتوں میں محض حفاظت خود اختیاری کے لئے ایسا کرنا پڑا۔ ذرائع رسل و رسائل اور حمل و نقل کے مختلف دوسرے ذرائع (ٹریم کاریں بسیں موٹر گاڑیاں وغیرہ) کے علاوہ خاص خاص قسم کی سرکاری عمارتیں بھی انبوہوں کے غضب کا شکار ہوئیں۔ لیکن بعض ایسی قسم کی عمارتیں جن کے متعلق پورا اندیشہ ہوسکتا تھا کہ اندھا دھند غصہ اور حملے کا نشانہ بنیں گی صاف بچ گئیں۔ میونسپل نیز ذاتی املاک کو بھی نقصان پہنچا، اور کچھ لوٹ مار بھی ہوئی۔ مجموعی حیثیت سے جس چیز کو انبوہ کے تشدد کے مظاہرات کہا جاسکتا ہے، وہ ابتدائی مرحلہ میں اور مقابلتاً معمولی قسم کے تھے۔ فرقہ وارانہ فساد کہیں نہیں ہوئے۔ تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محض یہ صورت نہ تھی کہ لوگوں نے اپنے لیڈروں کی گرفتاری پر آس پاس کی ہر چیز پر بپھر کر اندھا دھند حملہ کردیا ہو، بلکہ خاص خاص نشانوں کو پہلے ہی سے منتخب کرلیا گیا تھا، اور ان کے خلاف سمجھ بوجھ کر بخار نکالا گیا۔ ایسے واقعات کی اطلاع ملی ہے جہاں لوگوں کے انبوہ اپنے گھروں سے ۴۰ میل دور پٹڑیوں کو خراب کرنے آئے تھے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب دو سال سے بھی کم عرصہ ہوا، انہی سب لیڈروں کو سوائے مسٹر گاندھی کے گرفتار کیا گیا تھا تو اس وقت ہندوستان کے امن اور سکون میں شمہ بھر فرق بھی نہ آنے پایا تھا۔

بڑے شہروں میں جہاں ابتدا میں بدامنی پھیلی حالت پر جلد قابو پالیا گیا۔ البتہ کثیر التعداد

انہوں کی زیادتیوں کے خلاف قوت بھی استعمال کرنی پڑی۔ بعد میں بدامنی کا رخ شہروں سے ہٹ کر دیہات کی طرف ہوگیا، اور جیسا کہ کہا جا چکا ہے فوراً ہی یہ بات دیکھنے میں آئی کہ دو بالکل الگ الگ اور ایک دوسرے سے دور دراز جگہوں پر ہونے والے حادثے ایک ہی طرح کے ہوتے تھے اور یہ قابل غور بات تھی مسلمانوں نے ان ہنگاموں میں قریب قریب کوئی حصہ نہیں لیا۔ مزدور پیشہ طبقے نے ان ہنگاموں میں جس ضبط سے کام لیا وہ قابل تعریف ہے، اگرچہ کہیں کہیں وہ کام چھوڑنے کی ترغیب پر غالب نہ آسکے اور بعض جگہ سیاسی دباؤ سے ان کا کام عارضی طور پر رکوا دیا گیا کہیں کوئی عام ہڑتال نہیں کی گئی۔ ملوں اور کارخانوں میں سوائے احمد آباد کے باقی جگہوں پر بہت جلد کام دوبارہ شروع ہوگیا۔ احمد آباد کے کارخانوں پر سیاسی دباؤ ڈال کر اور کافی روپیہ خرچ کرکے ہڑتالیں کرائی گئیں۔

گرفتاریوں کے پہلے دو ہفتوں میں بلوے زیادہ تر صوبہ متوسط، بہار، اور یوپی میں کم و بیش زور سے ہوتے رہے تیسرے ہفتے تک عام پبلک نے بلوائیوں کے تشدد کے خلاف نفرت کا اظہار کرنا شروع کیا، اور چوتھے ہفتے میں اژدہامی قانون شکنی پر استقلال کے ساتھ قابو پا لیا گیا۔ البتہ آسام میں ایسے حادثے واقع ہونے لگے جو دوسری جگہوں پر شروع شروع میں ظاہر ہوئے تھے۔ چونکہ جیل خانوں میں ضبط شکنی بھی کانگریس کے پروگرام میں شامل تھی دو صوبوں میں جیل خانوں میں اس قسم کے بلوے ہوئے۔ چھٹے ہفتے تک سوائے مشرقی صوبوں کے تقریباً سارے ملک میں معمولی امن کی حالت عود کر آئی۔ تشدد آمیز ہنگاموں کا ابتدائی دور ختم ہو چکا تو تین نئے رجحان ظاہر ہوئے۔ سب سے پہلے پرانی قسم کی "اہنسائی" ستیہ گرہ کے آثار دکھائی دئے۔ دوسرے باغیوں کے جتھوں کو آئینی اقتدار کی خلاف ورزی میں جو ناکامی ہوئی اس کے براہ راست نتیجہ کے طور پر شدید قسم کے جرائم ظہور میں آئے۔ تیسری اور سب سے زیادہ اہم تبدیلی یہ ہوئی کہ باغیوں

کی تحریکیں دہشت انگیزی کی طرف مائل ہونے لگیں جس کا اندیشہ آزمودہ کار مشاہدوں کو شروع ہی سے تھا کہ کھلی بغاوت کی پہلی کوشش ناکام ہونے کے بعد یہی صورت پیش آنے لگی۔ آتش زنی۔ تخریب اور ریلا زمین سرکار پر قاتلانہ حملے جاری رہے بمبئی سی پی۔ اور یو پی میں بم پھٹنے لگے۔ شروع شروع یہ بم بھدے اور کمزور تھے لیکن بہت جلد ان میں فنی ترقی ظاہر ہونے لگی۔ تحریک کے بارھویں ہفتے میں بم اور دوسری پھٹنے والی چیزیں جو بہت خطرناک قسم کی تھیں کافی کثرت سے استعمال ہونے لگیں۔ خاص طور پر احاطہ بمبئی میں ان کا استعمال زیادہ ہوا۔

اگرچہ مسٹر گاندھی کے جنم دن سے تحریک کو اہنسائی ستنیہ گرہ میں تبدیل کرنے کے لئے عارضی طور پر کچھ سہارا ملا پھر بھی یہ کوششیں اکارت گئیں، کیونکہ عام پبلک کا جوش اور ان کی مدد اس پروگرام کے ساتھ نہ تھی۔ نومبر کے آخر میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی بمبئی کے نام سے عدم ادائی ٹیکس۔ عدم ادائی لگان اور غلہ نہ دینے کے خلاف مہم شروع کرنے کی ہدایتیں (ضمیمہ نمبر ۶) شائع ہوئیں۔ ان ہدایات میں، ایک پروگرام کا خاکہ مرتب کیا گیا جس کی غرض گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کے لئے سرکاری آمدنی کے مختلف ذرائع کی مسدودی، سکہ (کرنسی) کے اعتبار کا زائل کرنا، قحط غذا اور کپڑے کی کمی کا ہراس لوگوں میں پیدا کرنا، اور آزاد دیہاتی پنچایتوں کی صورت میں حکومت کے مقابلہ میں ایک متوازی حکومت کا قائم کرنا تھا۔ اس وقت تک بجز چند مقامات کے، پبلک عام طور پر کانگرس اور اس کے پروگرام سے خود بخود بہت زیادہ تنگ آ چکی تھی۔ اس لئے یہ نئی کوشش بھی شروع ہی سے زیادہ زور نہ پکڑ سکی۔ پولیس کے مسلسل اور کامیاب دباؤ سے کانگرس کی تنظیم کو جو پہلے ہی سے خفیہ ہو چکی تھی اور زیادہ کمزور کر دیا گیا۔ کانگرس سوشلسٹ پارٹی نے (جو کانگرس کے اندر ایک الگ فریق ہے اور کانگرس کا جزو ہے) بمبئی کو خاص مرکز بنا کر اس کشمکش کی ابتدا ہی سے بہت اہم حصہ لیا۔ نومبر میں ہزاری باغ جیل سے جے پرکاش نرائن (کانگرس سوشلسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری) کے

فرار کے بعد سے کانگریس کے اس بازو کا زور زیادہ ہوگیا۔ یہ وہی صاحب ہیں جو ۱۹۴۱ء
میں دیولی سے خفیہ چٹھیاں بھیجتے ہوئے پکڑے گئے تھے اور جس کی وجہ سے ملک میں کافی
سنسنی پھیل گئی تھی۔ انہوں نے ان خطوط میں "ستیہ گرہ کے ڈھکوسلے" سے سخت نفرت کا اظہار
کیا ہے اور ایک خفیہ جتھا کانگریس کے اندر قائم کرنے کا مطالبہ کیا ہے جو اہنسائی طریق کی
زبانی ہمدردی تک نہ کرے۔ وقتاً فوقتاً دوسرے لیڈروں کی گرفتاری کے سبب جے پرکاش نرائن
نے اس تحریک کو چلانے میں بڑا اہم کام انجام دیا جو ہر لحاظ سے خفیہ بغاوت کی طرح تھی۔
اور جس میں دہشت انگیزی، سیاسی ڈکیتی، تباہ کاری، بد دیانت موقعہ پرستی اور عام پبلک
کی بہبودی یا حفاظت سے کلی اغماض وغیرہ کے جملہ لوازم شامل تھے۔

عمومی تحریک جس رفتار کے ساتھ رو بہ زوال ہوئی اس سے خفیہ لیڈر ہی سب سے
زیادہ واقف تھے کیونکہ ایک پروگرام کے بعد دوسرا پروگرام پیش کیا جاتا تھا اور ایک جان بلب
تحریک کو نئی زندگی دینے کے لئے بار بار نئی تنظیم کی کوششیں کی جاتی تھیں۔ دسمبر کے شروع
میں ایک تبصرہ اور پروگرام موسومہ "جنگ آزادی کا محاذ" ظاہر ہوا (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۷)۔
اس پروگرام کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ اس میں "چھاپہ مار جتھوں" پر زور دیا گیا تھا۔ آخرکار
جے پرکاش نرائن نے جنوری ۱۹۴۳ء کے آخر میں ایک اور گشتی چٹھی بعنوان "آزادی کی
لڑائی لڑنے والوں کے نام" (ضمیمہ نمبر ۹) جاری کی۔ اس پر از انکشاف چٹھی میں یہ تسلیم
کر لیا گیا ہے کہ "ہمارے لاثانی لیڈر مہاتما گاندھی نے جو کھلی بغاوت کی تحریک چلانی چاہی
تھی" وہ ناکام رہی، اور اس ناکامی کے دو سبب بتلائے گئے ہیں۔ (۱) "کوئی کارگزار
انجمن نہ تھی"۔ (۲) "تحریک کے پہلے دور کے خاتمہ کے بعد لوگوں کے سامنے کوئی دوسرا
پروگرام پیش نہیں کیا گیا"۔ اس میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ انتہائی اشتعال کی وجہ سے
تھوڑا تشدد بھی ضرور برتا گیا ہے لیکن انفرادی اور اجتماعی اہنسا کے حیرت انگیز مظاہروں
اور شورش کی وسعت کو دیکھتے ہوئے تشدد قابل لحاظ حد تک کم ہے"۔ اس حیرت انگیز

مظاہرے سے جو مطلب ہے اس کی تفصیل آگے جا کر یوں کی گئی ہے :-

" پہلے میں اہنسا کے بارے میں ایک طرف گاندھی جی اور دوسری طرف ورکنگ کمیٹی اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے خیالات میں جو فرق ہے وہ آپ کو یاد دلاؤں گا - گاندھی جی کسی صورت بھی عدم تشدد سے منحرف ہونے کو تیار نہیں - ان کے لئے یہ ایک عقیدہ اور اصول زندگی ہے، لیکن کانگریس کا نقطۂ نظر یہ نہیں ہے" - اور پھر آگے چل کر کہتے ہیں :- "میں اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ بہادر لوگوں کی اہنسا اگر کافی وسیع پیمانے پر برتی جائے تشدد کو بالکل غیر ضروری بنا سکتی ہے، لیکن جہاں اس قسم کی اہنسا ہو نہ وہاں میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ شاستری نکتہ آفرینیوں کے بھیس میں بزدلی اس انقلابی تحریک میں رکاوٹ پیدا کرے اور اسے ناکام بنائے" - اس گشتی چٹھی کے خاتمہ پر ایک نئے اور "انقلاب کے آخری دور" کے لئے تیاری کی ہدایات دی گئی ہیں، لیکن یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ "تیار رہنے کا مطلب یہ نہیں کہ لڑائی اس وقت بالکل ختم ہو جائے گی - نہیں - بلکہ گاہ بگاہ کی " جھڑپ" "سرحدی کارروائیاں" "معمولی تصادم" "کمین گاہ سے گولی چلانا" "پٹرول" یہ سب جاری رہنا چاہئیں - یہ سب باتیں بجائے خود جارحانہ اقدام کی تیاریوں میں داخل ہیں" -

جب ۹ - اگست ۱۹۴۲ء کی گرفتاریوں کے بعد تشدد آمیز ہنگامے جا بجا ہونے لگے - تو بعض لوگوں کی جانب سے یہ دکھانے کی کوششیں کی گئیں کہ یہ تحریک کانگریس کی نہیں تھی، بلکہ چونکہ پبلک کے محبوب لیڈروں کو گورنمنٹ نے قید کر لیا تھا اس لئے عوام کا

غیر اختیاری طور پر مشتعل ہو جانا ضروری تھا۔ جو واقعات اس نظریے کے خلاف شاہد ہیں ان کا خاکہ پہلے دیا جا چکا ہے۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ ساری آبادی یا کم سے کم آبادی کے ایک بڑے حصہ کا متحد اور غصہ سے اندھا ہو کر فرد واحد کی طرح سارے ملک میں اُٹھ کھڑا ہونا فرض کر لیا گیا ہے جو اصل واقعات کے خلاف ہے۔ مسلمان۔ پورا اچھوت طبقہ، اور منظم مزدوروں کی جماعت کا ایک بہت بڑا حصہ بالکل الگ رہا ہے، اور ملک کے اکثر بڑے بڑے حصے ہر قسم کے فسادسے یکسر غیر متاثر رہے ہیں۔ گو بمبئی والی گرفتاریوں کی خبر ایک ساتھ سارے ملک میں پھیل گئی تھی اور گرفتاریاں بھی بیک وقت ملک بھر میں ہوئیں لیکن ۹ راگست کو صرف بمبئی میں ہنگامے ظاہر ہوئے اور باقی ملک میں امن رہا۔ اسی طرح گرفتاریوں کے بعد پہلے ہفتے میں وہ صوبے جو بمبئی سے دور واقع ہیں یا تو بالکل غیر متاثر رہے یا بہت ہی کم اثر ان پر پڑا (یہ درست ہے کہ بنگال میں شروع شروع طلبہ نے بعض مظاہرے کئے لیکن یہ بہت جلد فرو ہو گئے اور زیادہ خطرناک قسم کی بدامنی اور تباہ کاری صوبہ بنگال میں کافی عرصہ بعد ظاہر ہوئی)۔ یہ نظریہ کہ جم غفیر ملک بھر میں دفعتاً بغاوت پر آمادہ ہو گیا، بلوؤں کی تدریجی رفتار سے مطابقت نہیں رکھتا۔ علیٰ ہذا القیاس یہ نظریہ اس امر سے بھی مشکل سے میل کھا سکتا ہے کہ جن علاقوں پر ان ہنگاموں کا سب سے زیادہ اثر پڑا تھا وہاں کی عام قانون پسند اور امن پسند رعایا نے خود بخود تھوڑے عرصہ بعد یہ ظاہر کر دیا کہ سرکاری عمارتوں کو نقصان سے بچانے اور مزید فسادات کی روک تھام کے لئے وہ حکومت کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔

پس چونکہ خود رو شورش کا نظریہ، یعنی یہ نظریہ کہ لوگ خود بخود بپھر کر اُٹھ کھڑے ہوئے، گرفتاریوں کے بعد کے اصل واقعات کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا، تو سوال یہ ہے کہ ان ہنگاموں کا ذمہ دار آخر کون تھا؟ مسٹر گاندھی، جو بلاشبہ کانگرس کے لیڈر ہیں، اگرچہ کانگرس کے نظم و نسق میں ان کی کوئی باضابطہ حیثیت نہیں تھی ہفتوں پہلے

سے "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک کا پرچار کر رہے تھے؛ کانگرس ورکنگ کمیٹی نے باضابطہ اس طرز عمل کی منظوری دی تھی؛ کانگرس پارٹی بلاشبہ ملک بھر میں سب سے بڑی اور منظم سیاسی پارٹی تھی؛ جتنے لیڈر گرفتار کئے گئے تھے سب کے سب کانگریسی تھے۔ ان امور کے مدنظر یہ امر سراسر خلاف قیاس ہے کہ کوئی اور سیاسی پارٹی ان ہنگاموں کی اہل یا خواہش مند ہو۔ بہرحال محض یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ کانگرس پارٹی ہی کا تعلق سب سے زیادہ تھا اور غالباً یہ ہنگامے اسی کے برپا کئے ہوئے تھے۔ یہ دکھلانا بھی ضروری ہے کہ یہ سب کیونکر ہوا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرکزی حکومت اور صوبجاتی حکومتوں کی ابتدائی متحدہ کارروائی نے کانگریسی تنظیم پر شدید ضرب لگائی، لیکن اس نے اسے بالکل معطل نہیں کیا تھا۔ ۷۔ اگست کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس کے لئے بمبئی میں کانگرس کے اکثر مشہور لیڈر اور بعض صوبجاتی اور چھوٹے لیڈر موجود تھے۔ یہ سب کے سب اور چھوٹے لیڈر گرفتار نہیں کئے گئے تھے۔ بمبئی میں گرفتاریوں کے فوراً بعد ہدایات تیار کی گئیں اور ڈاک اور پیغام رسانوں کے ذریعے ملک بھر میں انتہائی ہوشیاری کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔ ان ہدایات کے دو مجموعے تھے۔ ایک میں ۱۲ نکات والا پروگرام" تھا جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے، اور جس کی ایک نقل ضمیمہ نمبر ۵ میں دی گئی ہے۔ ان ہدایات کی قلمی نقلیں اور ایک پیغام کی نقل (ضمیمہ نمبر ۱) جو مسٹر گاندھی نے اپنی گرفتاری سے پہلے چھوڑا تھا اور جو بمبئی کانگرس کے دفتر کے فارم پر ہے، یہ گیارہ اگست کو ایک دور کے صوبے میں پکڑی گئیں۔ ۱۲ اگست کو ایک اور صوبے میں انہی ہدایات کی نقلیں ایک سابق کانگریسی وزیر کے ہاں سے نکلیں۔ دوسرا مجموعہ "آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی طرف سے ہدایات" دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، پہلے حصے میں "صوبجاتی کانگرس کمیٹیوں اور دوسروں" کو مخاطب کیا گیا تھا اور دوسرے حصے میں طلبہ کو مخاطب کیا گیا تھا۔ یہ دوسرا مجموعہ ہدایات ضمیمہ نمبر ۱۱ میں نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے

صوبوں کے ڈیلی گیٹ جو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہونے کو آئے تھے، اور گرفتار نہیں کئے گئے تھے وہ اپنے اپنے صوبوں کو واپس چلے گئے اور ان میں سے اکثر ہدایات کا یہ دوسرا مجموعہ بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ ان میں سے بعض راستے ہی میں یا منزل مقصود پر پہنچنے پر گرفتار ہوئے لیکن کئی ایک مخفی ہو گئے۔ جو غور طلب ہے۔ ان میں سے بعض اب گرفتار ہو چکے ہیں اور دوسروں کے متعلق یہ علم ہے کہ وہ ابھی مخفی ہیں اور اس تحریک کو منظم کر رہے ہیں۔ ملک کے بہت سے حصوں میں خلاف قانون پمفلٹوں کا ایک طومار تقریباً بیک وقت نمودار ہوا۔ تحریک کی ابتدائی منازل پر ان اشتعال انگیز پمفلٹوں نے بڑا نقصان پہنچایا اور ان ہنگاموں کو تیز کرنے میں بڑی مدد دی جو شہروں کے بعد دیہات میں ہونے لگے تھے۔ شروع کے کئی اشتہار مسٹر گاندھی کے نام سے جاری کئے گئے۔ اکثر ابتدائی اشتہارات بمبئی سے جاری کردہ ہدایات کے مطابق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے مختلف حصوں میں جو اشتہار شائع ہوئے ان میں ابتداً میں نمایاں یکسانیت تھی۔ اس کا کافی سے زیادہ ثبوت ملتا ہے کہ بمبئی سے شائع شدہ ہدایات نے ہنگامے برپا کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ مثلاً بمبئی سے جو خفیہ ہدایات کرالا پراونشل کانگرس کمیٹی کے نام ۱۲ اگست کو جاری ہوئیں ان میں لکھا ہے۔

"اہم دفتروں۔ عمارتوں۔ ڈاک خانوں۔ سرکاری عمارتوں اور ریلوں وغیرہ کو جلا ڈالو۔ گرا دو۔ اطلاع نامے جاری کر دو۔ پتھر رکھ کر گاڑیوں کو پٹری سے اتار دو۔ سڑک پر کے سارے کھمبے اکھاڑ پھینکو۔ سڑکوں کی بتیاں نکال لو۔ ساری دوکانیں دفتر وغیرہ بند کر دو۔ رسل و رسائل کے ذرائع کاٹ ڈالو۔ ڈاک تار ٹیلیفون وغیرہ کاٹ ڈالو۔ یہ ساری چیزیں یہاں آئے دن کی جا رہی ہیں۔ ہم یہاں بہت خوفناک کام کر چکے ہیں"۔

ان اشتہارات کے ترجمے مقامی زبانوں میں کئے گئے اور ترجمے میں کوئی فرق نہ آنے

دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے کانگریس کے مقامی مشورہ پیشنوں کو زیادہ جسارت آمیز پروگرام کی تیاری کی تحریک ہوئی۔ جب شہروں میں ہونے والے ابتدائی بلووں پر قابو پا لیا گیا تو طلبہ اور مخفی کانگریسی کارکنوں نے دیہاتوں میں منتشر ہو کر بمبئی کی ہدایات کا پرچار کیا جس کا اثر فوراً ہی ظاہر ہونے لگا۔ اس مسلمہ امر کی تصدیق "آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ہدایات نمبر ۱۱" مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۲ء (ضمیمہ نمبر ۶) سے ہوتی ہے جس میں ذکر کیا گیا ہے۔

" (الف) وہ سرگرم کانگریس کے کارکن جنہوں نے بغاوت کی آگ دیہات میں پھیلائی ہے اور جو ابھی تک آزاد ہیں"۔

(ب) جن طلبہ نے اپنے کالج اور اسکول چھوڑ دئے ہیں اور جو دیہاتی بغاوت کے لیڈر بن گئے ہیں"۔

یہ توضیح کہ کانگریس کے کارکنوں اور کانگریس کی ہدایات کے بمبئی سے پہنچنے پر یہ ہنگامے ایک وسیع علاقہ میں اور پہلے سے سوچی ہوئی تجویز کے مطابق شروع ہو گئے مسلمہ واقعات کے مطابق ہے۔ قوری عمومی تحریک کا نظریہ خلاف واقعہ ہے لیکن کانگریس پارٹی کے خلاف ثبوت یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ یہ عجیب اتفاق ہے بشرطیکہ اسے اتفاق کہا جا سکے، کہ سب سے زیادہ متاثر ہونے والے چار صوبوں ہی یعنی بمبئی سی پی۔ بہار اور یوپی میں کانگریس کی تنظیم سب سے زیادہ تھی اور ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک ایک بڑی اکثریت والی کانگریسی وزارتیں یہاں برسر اقتدار رہ چکی تھیں۔ اس کلیہ سے استثنا اور بھی زیادہ معنی خیز ہے یعنی مدراس میں، جہاں کانگریس کی منظم جماعت ہے اور جہاں کانگریس وزارت کو خاصی اکثریت حاصل تھی، یہ ہنگامے برپا ضرور ہوئے لیکن نسبتاً چھوٹے علاقوں میں۔ یہی وہ صوبہ ہے جہاں سابق وزیر اعظم اور ممتاز صوبجاتی کانگریسی لیڈر "ہندوستان چھوڑ دو" کی پالیسی کی پرزور مخالفت کرتے رہے۔ دوسرے صوبوں میں جہاں غیر کانگریسی یا مخلوط وزارتیں بنائی گئی تھیں، اور جہاں

کانگریس کو مطلق اقتدار حاصل نہیں ہے وہاں کے ہنگامے ۔سوائے مدنا پور کے جہاں کانگریس کا زور کافی سے زیادہ ہے ، مذکورہ بالا چار صوبوں کی بہ نسبت اعتدال کی حد تک رہے ۔ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اخباروں میں اس قسم کے حادثات اور نقض امن اور مظالم کی خبروں کو جو غیر واجبی اور بعض صورتوں میں بالارادہ اہمیت دی گئی اس کی وجہ سے ملک بھر میں ایک ہی قسم کے ذرائع اور طریقے استعمال ہوئے ۔ اس میں شک نہیں کہ انتظامی کارروائی کے ذریعہ خاطیوں کی روک تھام کرتے کرتے خاصا نقصان ہو گیا ۔لیکن اوپر بیان کردہ واقعات اور حالات کے مطالعہ سے فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ اس یکسانی کی ذمہ داری محض خاطی اخباروں پر ہی عاید نہیں کی جاسکتی ۔ ملک کے ان بڑے علاقوں کا ان ہنگاموں سے نسبتاً محفوظ رہنا جہاں ان اخباروں میں سے کچھ تو ضرور پہنچتے تھے ، اور بعض سب سے زیادہ متاثر صوبوں میں بھی فسادات کا کبھی کبھی اور کہیں کہیں ہونا ، ان صوبوں میں جہاں ایسے اخباروں کی رسائی ہے شورش کا اتنی تاخیر سے شروع ہونا ، ـــ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو اس نظریہ کی ذرا بھی تائید نہیں کرتیں ۔ پھر یہ کہ اس قسم کے اخباروں نے جو فساد پھیلایا ہے کانگریس اس کی ذمہ داری سے کلیتاً بری نہیں ہوسکتی ۔کیونکہ کانگریس خاص طور پر زیر بحث اخباروں کو اپنے پروپیگنڈا کے موثر ذرائع کے طور پر استعمال کرتی رہی ہے اور یہ امر تسلیم شدہ ہے اور کم از کم صوبۂ متحدہ کی حد تک تو یہ معلوم ہے کہ بعض اخباروں سے قبل از قبل یہ طے کرلیا گیا تھا کہ تحریک کے پرچار اور پارٹی کی ہدایات کی اشاعت کا کام ان کے ذریعے ہوگا ۔ لہٰذا بجا طور پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ جو توضیح تمام معلومہ اور مصدقہ امور اور واقعات کے ساتھ میل کھاتی ہے ، وہ یہی ہے کہ ۹ راگست کی گرفتاریوں کے بعد وسیع پیمانے پر جو ہنگامے ہوئے اور جو بعض علاقوں میں کسی طرح کھلی بغاوت سے کم نہ تھے انہیں کانگریس ہی نے شروع کیا اور حتی المقدور چلایا ۔ مزید توثیق کی ضرورت ہو تو بمبئی کانگریس کا بلیٹن (جریدہ) نمبر ۱۳۲ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۴۳ء دیکھا جاسکتا ہے جس میں " ہمارے انقلاب " کے شروع کے پانچ مہینوں پر بڑی صراحت کے ساتھ اور پرازانکشاف تبصرہ کیا گیا ہے (ضمیمہ نمبر ۱۲)

پانچواں باب

معروف کانگرسیوں کا ہاتھ

مسٹر گاندھی اور کانگرسی جماعت کے دوسرے لیڈروں نے عمومی تحریک کے لئے جو تیاریاں کی تھیں ان کا بیان ہو چکا ہے۔ عمومی تحریک کا جس کے ابتدائی دور کی نمایاں خصوصیت بے لگام تشدد و آتشزنی تھی، خاکہ بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ اس دعوے کا بھی جواب دیا جا چکا ہے کہ یہ تحریک محض ایک "خود رو شورش" تھی۔ اب اس سوال کا جواب دینا ہے کہ جو ہنگامے پیش آئے ان کی ذمہ داری کانگرسی جماعت کے معروف اراکین پر کہاں تک عاید ہوتی ہے۔

عام حیثیت سے قدرتاً یہ توقع کرنی چاہئے کہ وہ لوگ جو گرفتاریوں سے پہلے مقامی کانگرس کمیٹیوں کی جائز سرگرمیوں کے لیڈر رہتے وہی لوگ گرفتاریوں کے بعد غیر قانونی کارروائیوں میں بھی لیڈر رہے۔ ایک معمولی دیہاتی کانگرسی کارکن کی حالت پر غور کیجئے جس نے سالہا سال کانگرسی جماعت کی ہدایات پر عمل کیا ہے۔ اور واضح رہے کہ کانگرس اپنی ہدایتوں کی بے چون و چرا تعمیل چاہتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سوبھاش بوس مسٹر ایم۔ این راے اور مسٹر راجگوپال آچاری کا کانگرس سے اخراج ملاحظہ ہو ـــــ اس نے ۱۹۴۰-۴۱ء میں فرمانبرداری کے ساتھ "منتخب ستیاگرہ" کی ہوگی اور کچھ مدت جیل میں بھی گزاری ہوگی۔ اس نے ۱۹۴۲ء کی گرمیوں میں ہر ہفتے "ہریجن" میں مہاتما کا اشتعال انگیز پیام پڑھا ہوگا اور اس نے اپنے آپ کو آنے والی جدو جہد یعنی بغاوت" میں حصہ لینے کے لئے تیار کیا ہوگا۔ اس نے اوائل اگست میں بمبئی میں اپنے قائدوں کی کارروائیاں بھی غور سے دیکھی ہونگی۔ ایسے آدمی کے لئے ان کی گرفتاریاں گویا حکومت کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ کیا ایسی حالت میں وہ لڑائی کا میدان چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اپنے گاؤں میں کانگرسی جماعت کا نمائندہ مشہور ہوتے ہوئے کیا وہ خاموش اور بے عمل بیٹھ سکتا ہے؟

چنانچہ قدرتی طور پر یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ کانگریسی لیڈروں کی گرفتاری کے بعد جو ہنگامے ہوئے ان کی تنظیم ان ہی لوگوں نے کی تھی جو سالہاسال تک ان گرفتار شدہ لیڈروں کی ہدایتوں پر عمل کرتے رہے تھے۔ اس خیال کی تائید میں بے شمار ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اس وقت جو مثالیں دی جائیں گی وہ اس شہادت کا عشر عشیر ہیں جو پیش کی جاسکتی ہے اور وہ بھی ان واقعات کا محض ایک معمولی حصہ ہے جو معلوم تو ہیں مگر چونکہ تحریک ابھی جاری ہے اس لئے انہیں ظاہر کرنا قرین احتیاط نہیں۔

اس شہادت کو بہ حیثیت مجموعی دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو تشدد کے وہ افعال جو کانگریسیوں سے سرزد ہوئے۔ دوسرے تشدد کے لئے کانگریسیوں کی اشتعال انگیز تحریریں۔ ان ہنگاموں میں علانیہ طور پر حصہ لینے والے ممتاز کانگریسیوں کی تعداد قدرتی طور پر بہت زیادہ نہیں کیونکہ جن لوگوں کے متعلق معلوم تھا کہ بڑے لیڈر ہیں ان میں سے اکثر شورش شروع ہوتے ہی فوراً گرفتار کرلئے گئے تھے اور جو بچ نکلے انہوں نے بڑی کوشش سے اپنا پتہ نہ چلنے دیا۔ لیکن اگرچہ ایسے کانگریسی جن کا اس وقت ذکر کیا جائے گا اپنے صوبوں کے باہر مشہور نہیں ہیں بلکہ بعض کو تو ان کے ضلعوں کے باہر کوئی نہیں جانتا مگر وہ اپنے علاقہ میں کافی مشہور ہیں اور اگر عوام سے یہ سوال کیا جائے کہ کیا کانگرسی لیڈروں کی گرفتاری کے بعد جو شورش ہوئی اس کی ذمہ داری کانگریسیوں پر ہے تو وہ اس کا جواب بلا تامل اثبات ہی میں دیں گے۔

یہ مناسب ہوگا کہ اس شورش میں کانگرس کی شرکت کی مثالوں کو وردھا ہی کی مثال سے شروع کیا جائے جو مسٹر گاندھی کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ ۱۱ر اگست کو وردھا کے ایک ممتاز کانگرسی کے بیٹے نے جو بمبئی میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے جلسہ میں شرکت کے بعد واپس آیا تھا ایک جلسہ عام میں کانگرس کا پروگرام پڑھ کر سنایا جس میں اسکولوں اور ریلوں میں ہڑتالیں اور تار اور ٹیلیفون کے تار کاٹ ڈالنا شامل تھے۔ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس

پروگرام کی ایک کاپی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا مگر مجمع نے پولیس کی جماعت کو فوراً گھیر لیا۔ اسی دن وردھا کے کامرس کالج کے ایک پروفیسر نے جو مسٹر گاندھی کی گرفتاری کے بعد ہی اپنی ملازمت سے مستعفی ہوگیا تھا ایک مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے اس کو پولیس کے بائیکاٹ پر اکسایا اور دوکانداروں کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے پولیس والوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی تو ان کی دوکانیں لوٹ لی جائیں گی۔ اسی پروفیسر نے یہ بھی کہا کہ پولیس کی گولیوں سے جو دو جانیں ضائع ہوئی ہیں ان کا بدلہ لیا جائے گا اور دو آدمی دو سو کانسٹیبلوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔ ان تقریروں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک ڈاکخانہ اور تھانے کے کاغذات وغیرہ جلا دئے گئے اور تار اور ان کے کھمبے توڑ ڈالے گئے۔ ۱۴ راگست کو صوبہ متوسط کے سابق کانگریسی وزیر اعظم پنڈت آر۔ ایس شکلا نے اس پولیس افسر سے جس کی حراست میں وہ تھے کہا کہ اگر بمبئی سے واپسی پر وہ لوگ گرفتار نہ کر لئے جاتے اور ان کو دس دن کی بھی مہلت مل جاتی تو اس ضلع کا ہر ہر تھانہ جلا دیا گیا ہوتا۔ ۱۵راگست کو منڈلا ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کے نائب صدر نے پندرہ سو آدمیوں کے مجمع کو کہا کہ حکومت کے کاغذات۔ ریل کی پٹریاں اور پل تباہ کر دئے جائیں۔ اسی ضلع میں ایک دن پہلے چار کانگریسیوں نے دیہاتیوں کو ایک پل توڑ ڈالنے پر اکسایا تھا۔ جب وہ اس کوشش میں ناکام رہے تو انہوں نے سرکاری غلہ کی چند گاڑیاں لوٹ لیں جو ادھر سے گزر رہی تھیں۔ ۱۳راگست کو اکولہ میں دو کانگریسی لیڈروں نے (جن میں سے ایک عورت تھی) کارخانے کے مزدوروں کے نائٹر توڑ جلسوں میں تقریریں کیں اور ان سے کہا کہ رسل و رسائل کے ذرائع تباہ کر دو۔ بنکوں۔ ریلوں اور ڈاکخانوں پر ہلہ بول دو اور انہیں جلا دو۔ ان تقریروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مل کے مزدوروں نے قبل اس کے کہ پولیس ان کو منتشر کرے کچھ ٹیلیفون کے تار اور کھمبے تباہ کر دئے۔ ۱۴راگست کو رام ٹیک میں دو تین ہزار کے مجمع نے پبلک عمارتوں میں شمول تحصیل، دیوانی عدالت، تھانہ، ڈاکخانہ اور ریلوے اسٹیشن آگ لگا دی۔ اسٹیشن پر

ایک ٹرین میں آگ لگا دی گئی اور تقریباً تین لاکھ کا سرکاری خزانہ لوٹ لیا گیا۔ اس واقعہ میں بہت سے معروف کانگرسی لیڈروں نے حصہ لیا۔

یہ تمام واقعات اہنسا کے دیوتا کے خود اپنے صوبے میں اس کی گرفتاری کے ایک ہفتہ کے اندر اندر پیش آئے۔ ملک کے بہت سے دوسرے حصوں میں کانگرسی لوگوں کی سرکردگی میں جو ہنگامے ہوئے ان کی بھی مثالیں کم نہیں۔

بہار میں مسٹر جگ لال چودھری نے جو ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک کانگرسی وزیر تھے اور جو مسٹر گاندھی کے معتمد آدمیوں میں سے ہیں خود ایک مجمع کو اکسا کر ضلع سارن کے ایک تھانہ میں آگ لگوا دی اور حملہ کے دوران میں مجمع سے کہا کہ سب انسپکٹر کو بورے میں باندھ کر دریا میں ڈال دو۔ ان ہی وزیر صاحب نے یہ تجویز تیار کی تھی کہ فوجوں کا مقابلہ بلّموں، مشعلوں اور کھولتے ہوئے تیل سے کیا جائے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور انہیں دس سال کی سزا دی گئی اور یہی فیصلہ پٹنہ ہائی کورٹ کے ایک جج نے بعد نظر ثانی بحال رکھا۔ مسٹر جگت نرائن لال نے جو اسی وزارت میں پارلیمنٹری سیکرٹری تھے۔ (اور جنہوں نے ۲ مئی ۱۹۴۲ء کو الہ آباد میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے جلسہ میں مسٹر راجگوپال آچاریہ کی "پاکستان" والی تحریک کے خلاف تجویز پیش کی تھی) ۱۲۔ اگست کو پٹنہ کے علاقہ میں ذاتی طور پر لوگوں کو ابھار کے لوٹ مار اور آتش زنی کرائی۔ جب ایک مہینے بعد ان کو گرفتار کیا گیا تو ان کے پاس سے ایسے کاغذات اور تحریریں برآمد ہوئیں جن میں خراب کاری کی تلقین کی گئی تھی۔ ان کو پہلے جرم پر تین اور دوسرے جرم پر دو سال قید کی سزا دی گئی ہے۔ اسی صوبے میں ایک آسٹریلوی "مشنری" کو جو پچیس سال سے تعلیمی طبی اور مسیحی تبلیغ کا کام کر رہا تھا کانگرسی غنڈوں کے ایک انبوہ نے گھیر لیا اور اسے جان سے مار ڈالنے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے جب ان لوگوں نے اس کے بنگلہ پر ہلّہ بولا تو اس نے ان سے معقولیت سے گفتگو کرنی چاہی اور کہا کہ اگر اس نے ان کا یا کانگرس کا کوئی نقصان کیا

ہو تو وہ بھگتان بھگتنے کو تیار ہے مگر انھوں نے اس کی ایک نہ سنی اور وہ خوش قسمت ہی تھا کہ زندہ بچ نکلا۔

صوبہ اڑیسہ کے ایک پسماندہ پہاڑی ضلع کوراپوٹ میں اس تحریک کی تفصیلات بہت دلچسپ ہیں۔ یہاں کانگرس نے ایک ادارہ قائم کیا تھا اور ان پسماندہ قبیلوں کو یہ سبز باغ دکھا کر کہ سوراج مل جانے کے بعد لگان یا ٹیکس وغیرہ کچھ نہ لیا جائے گا اور نہ جنگل سے متعلق قوانین نافذ ہوں گے ان میں خوب اثر پیدا کر لیا تھا۔ ان کی ضعیف الاعتقادی سے بھی خوب فائدہ اٹھایا گیا تھا اور کانگرس کے دفتر میں مندر کی رسمیں ادا ہوتی تھیں۔ ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کی ہدایات پانے کے بعد ماتحت کارکنوں نے مشہور کر دیا کہ برطانوی راج ختم ہو گیا ہے اور تھانوں پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ چند روز تک تشدد آمیز واقعات پیش آئے مگر مقامی افسروں نے صورت حال پر قابو پا لیا اور چونکہ ساری تحریک بالکل جھوٹے وعدوں پر مبنی تھی اس لئے جتنی پھرتی سے چلی تھی اتنی ہی جلدی ختم ہو گئی۔ اسی علاقہ کے قریب جو دوسرا سب ڈویژن تھا وہاں کے قبیلوں میں کوئی شورش نہیں ہوئی۔ محض اس لئے کہ وہاں کانگرس اب تک کوئی ادارہ نہ قائم کر سکی تھی۔ اس صوبے میں سب سے بڑا ہنگامہ ایرام ضلع بالاسور میں ہوا۔ وہاں مسلح پولیس کی ایک جماعت ایک گرفتاری کے سلسلے میں گئی ہوئی تھی کہ اسے چار پانچ ہزار لوگوں کے مجمع نے گھیر لیا۔ جب پولیس کے آدمی قریب پہنچے اس وقت یہ لوگ دیہاتوں سے سنکھ بجا بجا کر بلا لئے گئے تھے۔ مجمع کو منتشر ہونے کا حکم دیا گیا مگر جب لوگوں نے حکم نہ مانا تو گولی چلائی گئی جس کے باعث پچیس یا چھبیس موتیں ہوئیں اور پچاس کے قریب لوگ زخمی ہوئے۔ ریونیو کمشنر اور انسپکٹر جنرل پولیس نے مشترکہ تحقیقات کی جس سے معلوم ہوا کہ گولی چلانا بالکل حق بجانب تھا۔ ان کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہنگامہ کسی طرح بھی خود رو نہ تھا بلکہ چند شرارت پسند سیاسی لوگوں نے جاہل دیہاتیوں کی اقتصادی بدحالی سے فائدہ اٹھا کر انہیں عملاً اشتعال

دلایا تھا۔ اس واقعہ کے روح رواں ایک کانگرسی ایم۔ ایل۔ اے سری جگنا تھ داس کا ایک کارندہ تھا۔

کانگریسیوں کی سرکردگی میں سرکاری عمارتوں پر حملوں کا ایک مثالی واقعہ ضلع بلیا مشرقی یو پی (یہ وہ علاقہ ہے جو تحریک کے ابتدائی دنوں میں شورش کا ایک بڑا مرکز تھا) کی ایک تحصیل میں پیش آیا۔ اس تحصیل میں دفتر کی ایک اچھی عمارت تھی اور ایک مضبوط محافظ خانہ اور اچھے کوارٹر تھے۔ اس دفتر پر ایک انبوہ کثیر نے حملہ کیا جس کی قیادت ایک مقامی کانگرسی کر رہا تھا جو کچھ عرصہ سے "سوراج تحصیلدار" بن گیا تھا۔ احاطے کی دیوار توڑ کر یہ لوگ دفتر میں داخل ہوئے۔ دفتر کے تمام کاغذات برباد کر ڈالے۔ خزانے میں گھس گئے اور تقریباً پندرہ ہزار کی رقم لوٹ لی۔ اسی ضلع کے صدر مقام پر ممتاز مقامی کانگریسیوں کی سرکردگی میں ایک انبوہ نے چار سرکاری افسروں اور دو غیر سرکاری باشندوں کے مکان لوٹ لئے جنہوں نے حکومت کو کچھ مدد دی تھی۔ موخر الذکر میں سے ایک ڈاکٹر تھا جس کا سارا دواخانہ تباہ کر دیا گیا۔ اسی کے قریب اعظم گڈھ کے ضلع میں وہاں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو دیہات کے ایک تھانے میں تقریباً پانچ ہزار آدمیوں کے مجمع نے گھیر لیا۔ کوئی دو گھنٹے کی مستقل جنگ وجدل کے بعد مجمع کو منتشر کیا جا سکا۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے مجمع کے سرغنوں نے کہا کہ چونکہ سوراج مل گیا ہے اس لئے وہ تھانہ پر کانگریسی جھنڈا لہرانا چاہتے ہیں۔ ضلع پیلی بھیت (صوبہ متحدہ) میں ایک مشتعل مجمع نے تین معروف کانگریسیوں کی ہدایت کے بموجب جن میں سے ایک ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کا سیکرٹری تھا ایک کانسٹیبل کو مار ڈالا۔ محض اس جرم پر کہ وہ کانسٹیبل تھا۔ ضلع بجنور میں ایک مجمع نے ایک تھانہ پر حملہ کیا جس کی سرکردگی ایک گھڑ سوار" چار آنے والا" کانگریسی کر رہا تھا۔ اسی ضلع کے ایک اور علاقہ میں مقامی تحصیل کی کانگرس کمیٹی کے سیکرٹری نے مجمع سے اپنی سرکردگی میں ایک ریلوے اسٹیشن پر حملہ کرا دیا۔ ضلع بارہ بنکی کے ایک ریلوے اسٹیشن پر حملہ کرنے والوں میں

مقامی کانگرس کمیٹی کے نومبر پیش پیش تھے اور کانگرس کا مقامی "ڈکٹیٹر" بھی شریک تھا۔ ضلع متھرا میں تیرہ آدمی جو سب کے سب کانگرس پارٹی کے ممبر تھے ایک مال گاڑی کو پٹری سے اتارنے میں شریک ہوئے۔ الہ آباد شہر میں ۱۲ اگست کو پولیس کی ایک چوکی پر حملہ کیا گیا اور نقدی لوٹی گئی اور ٹیلیفون کے تار کاٹ ڈالے گئے۔ اس میں ایک وارڈ کانگرس کمیٹی کے صدر شریک تھے۔ اسی ضلع میں سترہ آدمیوں کو اس جرم میں سزا دی گئی کہ انھوں نے ایک ڈاک خانہ کو لوٹ لیا تھا اور ایک ڈاک بنگلے کو آگ لگائی تھی۔ یہ سب کے سب کانگرس کے چار آنے والے ممبر تھے۔

مدراس میں رسل و رسائل کی خراب کاری کی مہم کی ابتدا ۱۲ اگست کو ضلع گنتور کے تنالی ریلوے اسٹیشن پر شدید حملے سے ہوئی۔ اس حملے سے ایک روز قبل دو آدمیوں نے جو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے جلسہ بمبئی سے اسی وقت واپس آئے تھے تنالی میں ایک عام جلسہ کرکے بمبئی کے واقعات کو نہایت اشتعال انگیز پیرایہ میں بیان کیا تھا۔

دہلی کے ایک بڑے دیہاتی کانگرسی کارکن اور نریلا گاندھی آشرم کے رکن سی۔ کرشنن نائر کو جو اگست والی گرفتاریوں کے زمانے میں روپوش ہو گئے تھے ۱۲ نومبر کو ایک ریلوے اسٹیشن کو آگ لگانے کے جرم میں ۷ سال کی سزا ہوئی ہے۔

حال کے ایک خاص طور پر دلچسپ واقعہ کی اطلاع ضلع مدناپور (بنگال) سے آئی ہے۔ ۱۹ نومبر کو ایک تھانہ کانگرس ورکنگ کمیٹی کے سات ممبروں نے تھانہ کے افسر کے پاس حسب ذیل قرارداد بھیجی۔

> "کیشن پور تھانہ کانگرس کمیٹی نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ہدایات اور ان کے نظام العمل کے مطابق تھانہ کے علاقے میں اپنی تحریک شروع کی۔ اس تھانہ کے علاقے کے دیہاتی باشندے اس دہشت انگیز کارروائی سے بہت خوف زدہ ہیں جو

اس تحریک کو کچلنے کے لئے کی جا رہی ہے۔ اپنے ہم وطنوں کی پریشانی دور کرنے نیز اپنے کو بچانے کی خاطر کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ اپنے آپ کو ان رائفلوں بندوقوں اور کارتوسوں سمیت (حکومت کے) حوالے کر دیں جو کانگرسی مجمع نے چھینے تھے۔ بندوقیں چھیننے اور چھپانے میں اس کمیٹی کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔"

کانگرس کی ذمہ داری کے علانیہ اعتراف کی یہ ایک مثال ہے۔

اب تک جو مثالیں دی گئیں وہ زیادہ تر مجمعوں کے حملے کی ہیں۔ مگر کانگرسی لوگ انفرادی طور پر بھی آتش زنی، خراب کاری اور قتل کے واقعات کے اسی طرح ذمہ دار ہیں۔ صوبہ متحدہ میں نینی تال ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کے سیکرٹری نے خود اقبال کیا کہ اس نے کئی بار ٹیلی گراف کے تاروں وغیرہ کو نقصان پہنچایا اور محکمہ جنگلات کے ایک ڈاک بنگلہ کو بھی جلانے کی کوشش کی۔ مدراس کے مغربی گوداری کے ضلع میں ۲۴ اور ۲۵ دسمبر کی درمیانی شب میں پولیس نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا جو ریل کی پٹریوں کے بولٹ نکالنے کی تیاری کر رہے تھے۔ ان کے پاس سے کچھ بڑے بڑے پیچ کش اور ریمے اور بارود کے دو پیکٹ برآمد ہوئے اور معلوم ہوا کہ وہ ایک ریل کا پل اڑانے جا رہے تھے۔ گرفتار شدہ لوگوں میں کئی جانے بوجھے کانگرسی تھے۔ فروری میں ناگپور (صوبہ متوسط) میں کچھ لوگ گرفتار کئے گئے تھے جن کے پاس سے پانچ ریوالور اور کچھ گولہ بارود اور آتش گیر مادہ برآمد ہوا تھا۔ ان میں وردھا کے مہیلا آشرم کی ایک عورت بھی تھی۔ اسی زمانے میں ایک اور گروہ وردھا میں گرفتار کیا گیا جو نقدی کی ڈاکہ زنی کی دو وارداتوں اور خراب کاری کے پانچ واقعات کا ذمہ دار قرار پایا تھا۔ اس گروہ میں ونوبا بھاوے کے آشرم (نزد وردھا) کے لوگ شامل تھے۔

۱۴ جنوری ۱۹۴۳ء کو بمبئی میں ایک مکان کی تلاشی کے سلسلے میں پولیس

کو ایک ریوالور، ٹائم بم دوسرے آتش گیر مادوں کے ذخیرے اور مہلک بموں کا تمام ساز سامان دستیاب ہوا۔ جو لوگ موقعہ پر گرفتار کئے گئے ان میں سے ایک مہاراشٹر اپراونشل کانگرس کمیٹی کا مشہور لیڈر تھا جو آل انڈیا سپنرز ایسوسی ایشن کا صدر بھی تھا۔ اسی صوبے میں ایک خراب کار گروہ نے باقاعدہ بجلی کے تاروں کھمبوں اور دوسرے سامان کو سخت نقصان پہنچایا اور اسلحہ حاصل کرنے کے لئے ڈاکے ڈالے۔ اس گروہ کا سرغنہ جو بعد میں پولیس کے ساتھ تصادم میں مارا گیا ایک مشہور کانگرسی تھا، اور ایک مقامی کانگرس کمیٹی کا سیکرٹری تھا۔ ضلع بھروچ میں تقریباً پچھتر آدمیوں کے ایک مسلح گروہ نے جس کے آگے آگے دو کانگریسی لیڈر تھے ایک تھانے پر دھاوا بول دیا اور سرکاری روپیہ اور اسلحہ لے گئے۔ دفتر کا اردلی جو وہاں موجود تھا اور بیچ بچاؤ کرنا چاہتا تھا گولی سے زخمی کر دیا گیا۔ ایک اور مجمع نے ان ہی کانگرسی لیڈروں کی سرکردگی میں واگرہ تعلقہ کی ایک پولیس چوکی پر حملہ کیا۔ سنتری کو مار ڈالا۔ دوسرے سپاہیوں پر قابو پا لیا۔ انہیں مارا پیٹا اور چوکی لوٹ لی۔

اس بغاوت کی وجہ سے عوام نے جو ہنگامے بپا کئے ان میں کے بہت سے مقدمے ابھی زیر سماعت ہیں، لیکن جو فیصل ہو چکے ہیں ان میں لائق ججوں کی رائے خاص طور سے قابل غور ہے۔ اس سلسلے میں ایک بہار کا اور دو صوبہ متوسط کے مقدمے اس وقت پیش کئے جاتے ہیں۔ بہار میں یہ واقعہ ہوا تھا کہ ضلع مظفر پور کے میناپور کے تھانے پر ۱۳ اگست کو چار پانچ ہزار آدمیوں کے مسلح مجمع نے حملہ کر دیا۔ انہوں نے تھانہ لوٹ لیا اور آگ لگا دی، افسروں اور کانسٹیبلوں پر ٹوٹ پڑے اور تھانے دار کو زندہ جلا دیا۔ بلاشک وشبہ یہ تمام حرکات کانگریس کے نام پر کی گئی تھیں۔ جو لوگ پیش پیش تھے وہ کانگریسی ترانے گا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں کانگرسی جھنڈے تھے۔ خاص ملزم جس نے انسپکٹر کو آگ سے باہر نہیں نکلنے دیا (اور جسے بعد کو سزائے موت دی گئی) تھانے کی چھت پر کانگریسی جھنڈا گاڑتے دیکھا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں یہ جھنڈا عدالت میں پیش کیا گیا۔ اپنے فیصلے کے آخر میں فاضل جج نے دفعہ ۱۲۱

تخریبات ہند (ملک معظم کے خلاف جنگ) کی توضیح کرتے ہوئے لکھا :۔

"یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ حال ہی میں ملک بھر میں جو ہنگامے اور شورشیں ہوئیں ان کا مقصد یہ تھا کہ نظم ونسق کو درہم برہم کیا جائے اور حکومت کو کانگرس کے مطالبات تسلیم کر لینے پر مجبور کیا جائے"۔

اسی دوران میں صوبجات متوسط میں آشٹی اور چمور کے مشہور واقعات پیش آئے۔ ذیل میں آشٹی کے مقدمہ کے فیصلے کا وہ اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس کا تعلق کانگرس پر قتل وخون کی ذمہ داری سے ہے :۔

"تقریباً گیارہ بجے دن کے وقت کوئی اڑھائی سو آدمیوں کا ایک مجمع کانگرس کے معمولی نعرے بلند کرتا ہوا ٹھیک اسٹیشن ہاؤس کے پھاٹک پر پہنچا۔ سب انسپکٹر اور ہیڈ کانسٹبل ان کو پھاٹک پر ملے اور اول الذکر نے ان سے بحث بھی کرنی چاہی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بیچارہ سب انسپکٹر ان کے ساتھ کانگرس کے نعرے بلند کرنے تک کو تیار تھا اور اسٹیشن ہاؤس کی عمارت پر کانگرسی جھنڈا نصب کرانے پر بھی آمادہ تھا مگر مجمع کے سرغنوں نے اصرار کیا کہ وہ اسٹیشن ہاؤس کے کاغذات تباہ کرنے کے لئے ان کے حوالے کر دے —— جب سب انسپکٹر نے کہا کہ چاہے اس کی جان چلی جائے مگر وہ سرکاری سامان کی حفاظت کرے گا تو لیڈروں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ اپنا کام شروع کر دیں —— اس نوبت پر جب یہ دیکھا گیا کہ مجمع پر قابو رکھنا مشکل ہے تو دو کانسٹبلوں نے گولیاں چلائیں۔ جس کے باعث تقریباً چھ آدمی زخمی ہوئے جن میں سے پانچ جانبر نہ ہو سکے۔ گولی چلانے کا خاطر خواہ اثر ہوا اور مجمع منتشر ہو کر فرار

ہو گیا"۔

بعد میں یہی سب انسپکٹر اور چار کانسٹبل قتل کر دئے گئے اس بہیمانہ واقعہ کی روداد کے اس انجام کی تفصیل دینے کی ضرورت نہیں ۔

چیمور کے بلووں میں ایک سب ڈویژنل مجسٹریٹ، اور ایک نائب تحصیلدار کو جان سے مار ڈالا گیا جو ایک ڈاک بنگلہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہی ایک سرکل انسپکٹر پولیس اور ایک کانسٹبل مارے گئے۔ ذیل میں پہلے دو مقتولین کے مقدمہ میں ہائی کورٹ جج کے فیصلہ کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے :۔

" اس مقدمہ کے خاص خاص واقعات غیر متنازعہ فیہ ہیں اور اسپیشل جج کے فیصلہ میں تفصیل سے بیان کر دئے گئے ہیں میں صرف ان کا خلاصہ پیش کرتا ہوں ۔ چیمور کی آبادی تقریباً چھ ہزار ہے اور یہ مقام واروره سے تیس میل کے فاصلہ پر ضلع چاندہ میں واقع ہے ۔ جہاں سے چیمور تک سڑک بھی ہے ۔ ۱۱ر اگست کے بعد سے یہاں برابر کانگرسی جلسے ہوتے رہے جن میں اشتعال انگیز تقریروں کے ذریعہ لوگوں کو اُبھارا گیا کہ حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں، اور صرف کانگرسی احکام کی اطاعت کریں ...... اس قسم کا ہولناک جرم اس صوبے میں بہت کم سرزد ہوا ہے اور اس کی اخلاقی ذمہ داری زیادہ تر ان لیڈروں پر ہے (جن میں سے اکثر میرے سامنے نہیں ہیں) جنہوں نے عوام کو اس حد تک مشتعل کیا جس کی وجہ سے وہ ایسے لوگوں کے قتل پر آمادہ ہو گئے جو قطعی بے گناہ اور نہتے تھے ۔ میں نے چیمور کی آبادی میں حقیقی ندامت کے کوئی خاص آثار نہیں پائے اور جس حد تک اس جرم کی ملامت کرنے کی توقع کرنی چاہئے اتنی نہ اس جگہ کے باشندوں

نے کی ہے نہ یا ہر والوں نے"۔

دوسرے مقدمہ میں مشتعل گروہ نے سرکل انسپکٹر کا جو ایک پولیس کی جماعت کی — جس میں ایک سب انسپکٹر بھی شامل تھا۔ سرکردگی کر رہا تھا، سڑک پر تعاقب کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب انسپکٹر نے اپنے کو مجمع کے حوالے کر دیا۔ وہ الفاظ جو اس نے اپنی ہار مانتے وقت استعمال کئے (جس کی وجہ سے اس کی جان بچ گئی) بہت اہم ہیں، بقول اسپیشل جج:-

"اس نوبت پر سب انسپکٹر نے سوچا کہ اب کوئی امید نہیں اور مجمع کی طرف مڑ کر اس نے اپنی ٹوپی پھینک دی اور غالباً اپنی یونیفارم کا کچھ حصہ بھی۔ اور پھر "مہاتما گاندھی کی جے" کا نعرہ لگایا"۔

اگرچہ اس طرح مجمع کے بالاتر لیڈر کو تسلیم کر لیا گیا تھا مگر مجمع اس سے مطمئن نہ ہوا اور سرکل انسپکٹر کی بوٹی بوٹی اڑا دی۔ سب انسپکٹر کی جوابی کارروائیاں ایک اور حصے میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ بھی کانگریس کی ذمہ داری کے مسئلے پر روشنی ڈالتی ہیں۔

"یہ ظاہر ہے کہ سب انسپکٹر شروع سے قوت کا استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا اور قصبہ کے کانگریسی لیڈروں سے گفت و شنید کر رہا تھا۔ اس نے ۱۵ ار کی صبح کو ایک بڑے جلوس کو کسی مداخلت کے بغیر اسٹیشن ہاؤس کے سامنے آنے دیا تھا، اس نے سرغنوں کو گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، اگرچہ اس کے ماتحتوں نے اس کی عدم موجودگی میں اس قسم کی کوشش کی تھی۔ اس رویہ سے اس نے پولیس کا اقتدار مؤثر طریقہ پر ختم کر دیا تھا۔ اور قصبہ پر کانگریس کا قبضہ تھا۔ وہ اس صورت حال سے بالکل مطمئن تھے اور ۱۶ ار تاریخ کو جو واقعات پیش آئے وہ کانگریسی لیڈروں کے غصہ کا مظاہرہ تھے"۔

ان تشدد آمیز جرائم کا ذکر کرنے کے بعد جن میں کانگریسی شریک تھے۔ اب ان

تحریروں کا ذکر کیا جائے گا جن میں جرائم کی ترغیب دی گئی، اور جو کانگرس کے نام سے لکھی اور تقسیم کی جاتی رہیں - اس سلسلہ میں بھی یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ متوسط ہی سے ابتدا کی جائے جہاں "گاندھی بابا کے چھ اپدیش" کے نام سے ایک پمفلٹ شائع ہوا - بلاشبہ اس اور ایسے ہی دوسرے پمفلٹوں کے متعلق تمام چھوٹے بڑے مقامی کانگریسیوں نے یہ مان رکھا تھا کہ یہ مسٹر گاندھی کے آخری پیام کا سچا بیان ہے۔ یہ پمفلٹ جس کا سارا مضمون ضمیمہ نمبر ۱۳ میں درج ہے دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ (جیل جاتے وقت باپو کا پیام قوم کے نام) میں چھ احکام ہیں - اور اس کا طرز وہی ہے جس کی مسٹر گاندھی سے توقع کی جاسکتی ہے "اپنے آپ کو آزاد سمجھو" "جب تک ہم اہنسا کی حدود میں ہیں ہمیں ہر کام کی آزادی ہے" "کرو یا مرو" وغیرہ لیکن دوسرے حصہ میں بتایا گیا ہے کہ اس پیام پر کس طرح عمل کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس وقت تک جب تک کہ آزادی حاصل نہ ہو جائے - کارخانوں - ملوں - کالجوں - مدرسوں اور بازاروں کو جبراً بند کرانے حکومت کا نظم ونسق خراب کرنے - ٹریموں - موٹروں اور ریلوں کے سلسلے کو تباہ کرنے - ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کے تاروں کو برباد کرنے - پولیس والوں کو حکومت کی نافرمانی کا مشورہ دینے اور حکومت کے تمام امتناعی احکام کی خلاف ورزی کرنے کے متعلق ہدایتیں دی گئی ہیں - اس قسم کی تلقینیں "ہریجن" کی ان اشاعتوں میں درج تھیں جو گرفتاریوں کے فوراً بعد شائع ہوئیں۔ "ہریجن" کی مختلف اشاعتوں کے ایڈیٹروں کی مشکل سے یہ جرأت ہو سکتی تھی کہ وہ مسٹر گاندھی کے خیالات سے اصولی اختلاف کرسکتے - مگر ٹیلیگراف کے تاروں کو کاٹ ڈالنے - ریل کی پٹریاں اکھاڑ ڈالنے - پلوں کو توڑنے - پٹرول کے ٹینکوں وغیرہ میں آگ لگانے وغیرہ کو اہنسا کی حدود میں جائز قرار دیا گیا ہے۔ (اس عبارت کے اصل الفاظ بھی ضمیمہ نمبر ۱۴ میں درج ہیں) -

اہنسا کی اسی قسم کی ایک بہت وسیع تعریف اس دلچسپ خط میں پائی جاتی ہے،

جو کانگریس سوشلسٹ لیڈر کیشو دیو مالویہ کے پاس سے برآمد ہوا ہے۔ تحریک کے ابتدائی زمانہ میں، ۲۹ ستمبر تک جب کہ انہیں گرفتار کیا گیا یہ صوبہ متحدہ میں صوبائی ڈکٹیٹر بنے ہوئے تھے انھوں نے لکھا تھا "ہم کبھی اہنسا کے اصول کو نہ چھوڑینگے۔ مگر اہم ذرائع رسل و رسائل کو معطل کرنا یا ریلوے اسٹیشنوں، تحصیلوں اور تھانوں کے کام میں رکاوٹ ڈالنا یا ان کے مال پر قبضہ کر لینا تشدد نہیں ہے۔ تمہیں اس کی بھی پوری کوشش کرنا ہے کہ ریلوں کو چلنے نہ دو۔ جہاں تک ممکن ہو تمہیں اس کی احتیاط کرنی چاہئے کہ کوئی جان ضائع نہ ہو۔ دیہاتوں میں دستی اشتہارات تقسیم کرو کہ ۱۵ر اکتوبر کے بعد سے کوئی شخص ریل میں سفر نہ کرے ورنہ اس کی جان خطرہ میں ہوگی"۔ اس خط کے بعض اور حصے بھی دلچسپ ہیں۔ "دوستو ہماری ابتدائی جدوجہد کے دو مہینے ختم ہو گئے۔ ہم ان دو مہینوں کے واقعات پر فخر کر سکتے ہیں ..... بہ حیثیت مجموعی کانگریسی کارکنوں نے اپنا کام خوب کیا ہے۔ وہ دشمن کے خلاف بہادری سے لڑے ہیں۔ اور اب بھی لڑ رہے ہیں میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں کانگریس کے جھنڈے کو بلند رکھنے کی پوری پوری کوشش کریں"۔ مالویہ کی گرفتاری کے بعد آچاریہ جگل کشور نے جو کانگریسی وزارت کے زمانہ میں پارلیمنٹری سیکرٹری تھے، باگ ڈور سنبھالی۔ ذیل میں ان کی ہدایات کی سائیکلو اسٹائل سے نکلی ہوئی نقلوں کے اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔ "تمام قصبوں اور شہروں کے ڈکٹیٹروں اور خاص کارکنوں کے نام" .... "جناب من آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ہدایات ملنے پر اور صوبے کے ان خاص کارکنوں سے مشورہ کرنے کے بعد جو ابھی جیل سے باہر ہیں میں آپ کو وہ اسکیم بھیج رہا ہوں جو اپنے آپ کو منظم کر کے ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے اس بڑے انقلاب کو زیادہ طاقت کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے مرتب کی گئی ہے"۔ اس کے بعد شورش کو منظم کرنے کی مفصل ہدایتیں دی گئی ہیں۔ ذیل کے اقتباس میں ان کا خلاصہ

آگیا ہے :-

"اس موقعہ پر ملک میں دو قسم کے پروگرام جاری ہیں (۱) عدم تشدد کے اصول کی حدود کے اندر رہ کر باربرداری و رسل و رسائل کے ذرائع میں رُکاوٹ ڈالنا تاکہ گورنمنٹ کی مشینری اس طرح تباہ کر دی جائے کہ ان ظالموں کے ان ذرائع کو ناجائز طریقہ پر کام میں لانے کا امکان نہ رہے اور گورنمنٹ کے جملہ نشانات و علامات کو تباہ کر دینا اور (۲) پروپیگنڈا، مظاہرے اور دوسرے کام مثلاً لگان کی عدم ادائیگی اور تنظیم - پہلا حصہ منتخب لوگوں کے کرنے کا ہے - اور جو کام وہ کر سکیں اس کا انتخاب وہ خود کریں - اس کے لئے تجربہ کار آدمیوں اور ماہروں کی ضرورت ہے اور کام کے لئے صرف وہی لوگ چنے جائیں جو یہ کام خفیہ طور پر کر سکیں"

اس تحریک کی تنظیم میں جسے پرکاش نرائن نے ہزاری باغ جیل سے بھاگ نکلنے کے بعد جو حصہ لیا تھا اس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے - ان کی ایک حالیہ اپیل کے جو انہوں نے طلبہ کے طبقے کے نام جاری کی ہے چند ٹکڑے دلچسپ ہیں :-

"ہمارے انقلاب کا پہلا دور اس لحاظ سے بڑا کامیاب رہا کہ اس نے کامیابی کے ساتھ ملک کے بڑے حصوں سے برطانوی اقتدار اُٹھا دیا - اس کی مزید ترقی رُک گئی، اس وجہ سے نہیں کہ دشمن نے اپنے برتر مادی وسائل سے ہمارا راستہ روک دیا - بلکہ اس وجہ سے کہ ہمارے پاس مناسب تنظیم کی کمی تھی اور انقلاب کا کوئی مکمل اور ارادی پروگرام نہ تھا - اس کا تعلق دوسرے نکتے سے ہے یعنی ہمارے سامنے صاف صاف یہ کام ہے کہ ہم کو دوسرے آخری بڑے حملہ کی تیاری کے لئے خود کو تیار اور

منظم بنانا ہے۔ ہم اپنی طاقت کو تیار اور منظم کریں۔ ہمارے پاس بہت وقت نہیں ہے اس لئے ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دینا چاہئے۔ ہمیں تیاری کے ہر میدان میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ ہمیں دیہاتوں اور صنعتی مرکزوں میں ریلوں اور کانوں میں فوج اور دوسری سروسوں میں کام کرنا ہے۔ ہمیں اشتہارات شائع اور تقسیم کرنے ہیں۔ اور تعلق اور توسل قائم رکھنا ہے۔ ہمیں ایک شہریوں کی فوج تیار کرنا اور اسے تربیت دینا ہے۔ خراب کاری اور اس قسم کے دوسرے کاموں کے لئے ماہر کام کرنے والوں کو جمع کرنا اور تربیت دینا ہے۔ اور ہمیں دشمن پر اپنے موجودہ حملے اور باقاعدہ جھڑپیں جاری رکھنا ہے۔ تنظیم کا ایک جال قائم کیا جا رہا ہے جس میں مل جل کر کام کرنا ہوگا، اور جو ایک مربوط مرکزی کمان کے ماتحت ہوگی ..... مجھے بھروسہ ہے کہ جب دوسرے جارحانہ حملے کا وقت آئے گا تو تم جنگ میں اس طرح پیش پیش رہو گے جیسے کہ اگست میں رہے تھے مگر اس غرض سے کہ اب کی بار یہ حملہ دشمن کو بالکل پسپا کر دے۔ تمہیں چاہیئے کہ تم تیاری اور تنظیم کے کام کو سنجیدگی سے اور فوراً شروع کر دو۔"

طلبہ نے جو قرار دیں کیں ان کا نمونہ گجرات کی ایک اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اس اشتہار میں ہے جس کے ذریعہ عدم ادائیگی لگان کی مہم کی تیاریاں کی گئیں (ہم کو یہ بتا دینا چاہیئے کہ یہ انتظامات قطعی ناکام ثابت ہوئے)

اس مرتبہ عدم ادائیگی لگان کی تحریک پرانی تحریک سے ایک خاص بات میں مختلف ہے گذشتہ تحریک میں ادائیگی لگان سے انکار کرنے کے بعد ہم نے حکومت کو اپنی جائداد اور مویشی قرق کر لینے دیئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ہم نے حکومت کی قانونی حیثیت تسلیم کر لی تھی اور صرف

بعض وجوہ کی بنا پر اس سے عدم تعاون کیا تھا۔ اب کی مرتبہ ہم موجودہ حکومت کو ملک کی قانونی حکومت نہیں سمجھتے اس لئے ہم نے اس کے خلاف کھلی بغاوت کا علم بلند کیا ہے اور چھاپے مار رہے ہیں اس مرتبہ کسانوں کو لگان دینے سے انکار کرنے کے بعد اپنی جائداد کی قرقی کی پوری قوت سے مزاحمت کرنی چاہیئے۔

ان مختلف اشتہاروں کے جو مختلف پریسوں اور نقل کرنے والی مشینوں کے ذریعہ شائع کرکے ملک کے بہت سے حصوں میں تقسیم کئے جا رہے ہیں تھوڑے سے حصے کو بیان کرنا بھی ناممکن ہے (پولیس نے اس سلسلے میں جو موثر کاروائی کی ہے اس سے ان کی تعداد بہت کم ہو گئی مثال کے طور پر مدراس میں نا معلوم کس قسم کے دو خفیہ اشاعتی مرکز اندھرا میں اور ایک مالابار میں معلوم کر لئے گئے ہیں ان تمام مرکزوں کے منتظم معروف کانگرسی کارکن تھے)۔ ان مضرت رساں پمفلٹوں کا ایک انتخاب جو بغاوت کے پہلے دور میں تقسیم کئے گئے ضمیمہ نمبر ۵ میں نقل کیا گیا ہے۔ یہاں حال کی بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں "بمبئی کانگرس بلیٹن" کا ایک نمبر جو ۲۳ نومبر کو نکلا تھا اس میں باغیانہ کارروائیوں کا ایک مفصل پروگرام شامل تھا۔ اس میں دو نئی باتیں تھیں۔ یعنی لوگوں سے کہا گیا تھا کہ وہ ڈاکخانہ کے تمام سیونگ بنکوں سے اپنی رقمیں نکلوا لیں اور جن بندرگاہوں پر برطانوی فوجیں سامان اتار یا چڑھا رہی ہوں ان پر حملہ کر دیا جائے۔ بنگال میں جو اشتہارات تقسیم کئے گئے ان میں نسلی امتیاز پر خاص طور پر زور دیا گیا تھا۔ ایک میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی وحشی برطانیہ کی قوت کے خلاف نہ کہ جاپان کے خلاف لڑ رہے ہیں اور دوسرے میں برطانوی فوج اور پولیس پر حملہ کرنے اور یورپین لوگوں کا بائیکاٹ کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ آخری بات یہ کہ کانگرس کے خفیہ کام کرنے والوں نے موجودہ اقتصادی بدحالی سے بہت ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک خاص طور پر شر انگیز اشتہار جو دہلی سے نکلا تھا اس میں یہ درج ہے۔ "ہماری شہری آبادی کو ہر روز گلیوں سے باہر آ کر برطانیہ کی اس نالائقی اور چور بازاری اور دھوکہ بازی کے خلاف غصہ اور غضب کے مظاہرے کرنا چاہئیں جس کی وجہ

سے ملک میں غلہ کی کمی ہوگئی ہے اور ہم بیرونی حملوں کے مقابلہ میں غیر محفوظ ہوگئے ہیں۔ آزادی اور مزدوری میں اضافے کے لئے ہڑتالیں کرنا ہماری صنعتی زندگی کی خصوصیت ہونی چاہیئے ..... غلہ ملنے کے لئے لوٹ مار اور ہڑتالیں اور پولیس اور فوج میں شورش یہ سب اس آخری لمحہ تک جاری رہیں جب کہ یہ غاصب لنلتھگو اور ویول قیدی بنا لئے جائیں اور ہندوستانی جمہوریت کا اعلان ہو جائے" +

چھٹا باب

خاتمہ

اگرچہ کسی حد تک مکرر کہنا پڑتا ہے مگر اس امر پر پھر زور دینا ضروری ہے کہ مسٹر گاندھی کو اس کا علم تھا کہ ہندوستان میں جو بھی عمومی تحریک شروع کی جائے گی وہ تشدد آمیز ہوگی۔ یہ ان کو اپنے ان تلخ تجربوں کی بنا پر معلوم تھا جو ان تحریکوں کے سلسلے میں انہیں ہوئے جو انہوں نے اب سے دس اور بیس سال پہلے چلائی تھیں۔ اس علم کے باوجود انہوں نے ہنگامے اور فسادات رونما ہونے کا خطرہ مول لیا۔ ایسا خطرہ جسے انہوں نے اپنی تحریروں میں کم کر کے بتایا۔ مگر اپنے ذہن میں انہوں نے ضرور اس کا پورا اندازہ کر لیا ہوگا۔ ان بیانات پر دوبارہ غور کیجئے :-

(۱) "ہندوستان کو خدا پر چھوڑو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اس کو نراج کے حوالے کرو"
(ہریجن - ۲۴ رمئی)

(۲) "یہ نراج کچھ عرصہ تک ہلاکت آفریں لڑائیوں یا بے روک ٹوک ڈکیتیوں کا موجب ہو سکتا ہے" (ہریجن ۲۴ رمئی)

(۳) "یہ باقاعدہ اور منظم نراج ختم ہو جانا چاہیئے اور اگر اس کا نتیجہ یہ ہو کہ ہندوستان میں مکمل بے آئینی پھیل جائے تو میں یہ خطرہ بھی مول لینے کو تیار ہوں" (ہریجن ۲۴ رمئی)

(۴) ”میں بہت عرصہ تک انتظار کرتا رہا کہ ملک میں اہنسا کی اتنی طاقت پیدا ہو جائے جو بدیسی جوا اتار پھینکنے کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اب میرا خیال بدل گیا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب میں انتظار نہیں کر سکتا۔۔۔ لوگوں میں میری جیسی اہنسا نہیں ہے لیکن میری اہنسا سے ان کو مدد ملنی چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے چاروں طرف ایک منظم نراج برپا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انگریزوں کے یہاں سے چلے جانے یا ان کے ہماری بات سننے سے انکار کرنے اور ہمارے ان کے اقتدار سے ٹکر لینے کے فیصلہ سے جو نراج پیدا ہو گا وہ موجودہ نراج سے کسی طرح برا نہ ہو گا آخر نہتے لوگ بڑے خوفناک قسم کا تشدد یا نراج تو پیدا نہیں کر سکتے اور میرا عقیدہ ہے کہ اس نراج کے اندر اصلی اہنسا جنم لے گی۔“ (ہریجن۔ ۷ جون)

(۵) ”میں براہ راست نتیجہ کے طور پر فتنہ و فساد نہیں چاہتا۔ اگر ہر قسم کی احتیاط کے باوجود بھی فتنہ و فساد واقع ہو تو مجبوری ہے۔“ (ہریجن۔ ۱۹ جولائی)

ایک بار یہ جان لینے کے بعد جیسا کہ صاف صاف دکھایا جا چکا ہے کہ اہنسا کے سرچشمہ مسٹر گاندھی اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ ہندوستانی عوام اہنسا کے نا قابل ہیں اگست کی گرفتاریوں کے بعد چھ مہینوں میں جو واقعات پیش آئے ان پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی اور ان کے کانگریسی چیلوں نے اس تحریک کی شکلوں کے متعلق پیش قیاسی کرتے ہوئے جہاں کہیں بھی اہنسا کا تذکرہ کیا تھا یا اس کے متعلق گرفتاریوں کے بعد پروگراموں اور ہدایتوں میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ محض ایک دل خوش کن امید تھی یا زیادہ سے زیادہ ایک ہلکی سی تنبیہ جس کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ عملی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ چونکہ ایسے حوالوں کے متعلق یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ ان کی عملی طور پر کوئی اہمیت نہ تھی، اس لئے اس سے قطع نظر کر لینا چاہئے اور گرفتاریوں سے پہلے کی پیش قیاسیوں اور بعد کی ہدایتوں سے اہنسا کا نقاب اٹھا کر

ان پر غور کرنا چاہئے۔ اہنسا کے ان بیکار حوالوں سے قطع نظر کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے ۱۹ جولائی ۱۹۴۲ء کے ہریجن میں لکھا۔ "یہ ایک عموی تحریک ہوگی۔۔۔ اس میں وہ سب کچھ شامل ہوگا جو ایک عمومی تحریک میں شامل ہو سکتا ہے"۔ پھر ۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء کے ہریجن میں لکھتے ہیں "ہمارے پروگرام میں وہ سب کارروائی شامل ہے جو ایک عموی تحریک میں ہو سکتی ہے۔۔۔ اگر میں نے دیکھا کہ برطانوی حکومت یا اتحادی قوموں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تو میں انتہائی حدوں تک بڑھ جانے میں پس و پیش نہ کروں گا ۔۔۔۔ (یہ) میری سب سے بڑی تحریک (ہوگی)۔۔۔۔ اگر اس میں ذرا بھی جان ہے تو (لیڈروں کی گرفتاریوں سے) اس میں اور طاقت پیدا ہونا چاہئے"۔ کانگرس ورکنگ کمیٹی نے جو قرارداد ۷۔ اگست کو بمبئی میں منظور کی اور جس کی آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے ۸۔ اگست کو توثیق کی اس میں کہا گیا ہے:۔

"لہذا کمیٹی طے کرتی ہے کہ آزادی اور خود مختاری کے لئے ہندوستان کے حق غیر منفک کے ثبوت کے طور پر جتنے وسیع پیمانے پر ممکن ہو ایک عمومی جدوجہد شروع کرنے کی منظوری دی جائے تاکہ ملک اس تمام قوت سے کام کرے جو اس نے پچھلے بائیس سال میں جمع کی ہے"۔ اہنسا کے متعلق زبانی جمع خرچ کو پھر نظر انداز کرتے ہوئے ذرا بارہ نکتوں والے پروگرام کو ملاحظہ کیجئے۔ اس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ "عوام اور بدیسی حکومت کے درمیان زبردست ٹکر" کے سلسلے میں "جتنے وسیع پیمانے پر ممکن ہو عدم تعاون" کیا جائے۔ اس جدوجہد میں ہندوستان کے ہر سپوت اور سپوتری کا نصب العین "فتح یا موت" ہونا چاہئے اس میں "وہ تمام کارروائیاں شامل ہوں گی جو ایک عمومی تحریک میں شامل ہو سکتی ہیں"۔ اس میں ہر وہ فعل جو اس مقصد (بدیسی حکومت کے خاتمہ) کو پورا کرنے میں مدد دے "روا اور جائز ہے" اور اس میں "صوبوں میں نظم و نسق کے درہم برہم کرنے کی غرض سے لوگوں کو تمام طریقے سوچنے اور اختیار کرنے ہوں گے"۔ اگر اس بات کو پیش نظر رکھا

جائے کہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے بروقت اور مستقل اقدام نیز ملک کی آبادی کے ایک بہت بڑے حصے کو کانگرس کے پروگرام سے کوئی ہمدردی نہ ہونے کے باعث اس تحریک کو ابھرنے کا کم موقعہ ملا تو جو واقعات رونما ہوئے ان کا بہت سچا خاکہ ان ہدایتوں میں موجود ہے۔

اس تمام شہادت کو سامنے رکھتے ہوئے — یعنی مسٹر گاندھی کی "ہریجن" میں شائع ہونے والی تحریروں کے ذریعہ جو فضا پیدا ہوئی اس کی شہادت، ان تقریروں کی شہادت جو ورکنگ کمیٹی کے ممبروں نے بمبئی میں اور اس سے پہلے کیں، تشدد آمیز کارروائیوں کے ان پروگراموں کی شہادت جو گرفتاریوں کے وقت تقسیم کئے گئے، شورش کی ترغیب کی شہادت، تشدد آمیز کارروائیوں میں جانے بوجھے ہوئے کانگرسیوں کی ذاتی شرکت کی شہادت، اور کانگرس کے نام سے تقسیم ہونے والے پمفلٹوں کی شہادت - تو اس سوال کا کہ ان اژدہامی شورشوں اور انفرادی جرائم کی جنہوں نے ہندوستان کے بے داغ دامن پر دھبہ لگایا اور لگا رہے ہیں ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے ایک اور صرف ایک جواب دیا جا سکتا ہے - وہ جواب یہ ہے -

انڈین نیشنل کانگرس پر، مسٹر گاندھی کی قیادت میں -

ضمیمہ نمبر ۱
کانگریس ورکنگ کمیٹی کے الہ آباد والے جلسے کی کارروائی

ورکنگ کمیٹی کے اس جلسہ (منعقدہ الہ آباد ۲۷ اپریل لغایت یکم مئی) میں گاندھی جی موجود نہ تھے۔ لیکن انہوں نے کمیٹی کے غور کرنے کے لئے واردھا سے ایک تجویز کا مسودہ بھیجا تھا۔ میرابن نے جو اس مسودہ کو لے کر آئی تھیں بتایا کہ جن اصولوں پر اس تجویز کا مسودہ تیار کیا گیا ہے ان کے متعلق گاندھی جی کے خیالات کیا ہیں۔ کمیٹی نے اس مسودہ پر پوری توجہ کے ساتھ غور کیا۔

(دیکھئے ضمیمہ الف)

مسودہ میں حسب ذیل نکات تھے:-

(۱) حکومت برطانیہ سے چلے جانے کا مطالبہ (۲) ہندوستان جنگ کا منطقہ برطانی سامراج کی وجہ سے بنا۔ (۳) اس ملک کی آزادی کے لئے کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں۔ (۴) ہندوستان کا کسی ملک سے جھگڑا نہیں۔ (۵) اگر جاپان نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کا مقابلہ اہنسا سے کیا جائے گا۔ (۶) عدم تعاون کی نوعیت کا تعین۔ (۷) بیرونی سپاہیوں سے ہندوستان کی آزادی کو سخت خطرہ ہے۔

جواہر لال جی۔ گاندھی جی کا مسودہ ایک ایسا نقطۂ نظر پیش کرتا ہے جس پر بہت توجہ کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آزادی کے معنی اور باتوں کے علاوہ یہ بھی ہیں کہ برطانی فوجیں ہٹا لی جائیں۔ یہ مناسب ہے۔ لیکن ان کے ہٹانے کے متعلق ہمارے مطالبے کے کوئی معنے بھی ہیں؟ اور اگر وہ آزادی تسلیم بھی کر لیں تو بھی ان کے لئے ایسا کرنا سوجھ بوجھ کی بات نہ ہوگی۔ فوجیں نیز شہری نظم و نسق کا تمام ساز و سامان ہٹا لئے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو جائے گا جو فوراً پُر نہ کیا جا سکے گا۔

اگر ہم جاپان سے کہیں کہ تمہاری جنگ برطانی سامراج سے ہے ہم سے نہیں تو وہ کہے گا "بہتر ہے۔ ہم خوش ہیں کہ برطانی فوج ہٹا لی گئی۔ ہم تمہاری آزادی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اب ہم چند سہولتیں چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں حملے سے بچائیں گے۔ ہم ہوائی اڈے چاہتے ہیں۔ اپنی فوجوں کے لئے تمہارے ملک سے گزرنے کی آزادی چاہتے ہیں۔ یہ خود اپنے دفاع کے لئے ضروری ہے۔" ممکن ہے وہ ان مقامات پر قبضہ جما لیں جو حربی نقطۂ نظر سے اہم ہیں اور عراق وغیرہ کی طرف بڑھیں۔ اگر صرف حربی نقطۂ نظر سے اہم مقامات پر قبضہ ہو گیا تو اس کا عوام پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ جاپان ایک سامراجی ملک ہے۔ ہندوستان کی تسخیر جاپانیوں کی اسکیم میں شامل ہے۔ اگر باپو کا نقطۂ نظر تسلیم کر لیا جائے تو اپنے رویہ کی

وجہ سے ہماری حیثیت محوری طاقتوں کے ساتھیوں کی ہو جاتی ہے۔ یہ نقطۂ نظر کانگریس کی پچھلے ڈھائی سال کی حکمت عملی کے خلاف ہے اس سے اتحادی ملکوں کو یہ خیال ہوگا کہ ہم ان کے دشمن ہیں۔

اس موقع پر کرپلانی جی نے دخل دیتے ہوئے کہا کہ یہ مسودہ ہمارے رویہ کا اعلان ہے۔ انگلستان اور امریکہ اس کا جو مطلب چاہیں نکالیں مگر کانگریس کو ان سے کوئی مخالفت نہیں۔

مولانا صاحب — ہماری پوزیشن کیا ہے؟ کیا ہم حکومت برطانیہ سے یہ کہہ دیں کہ چلے جاؤ اور جاپانیوں اور جرمنوں کو آنے دیں یا ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکومت برطانیہ رہے اور اس نئی دست درازی کو روکے؟ —

پنت جی — میں حکومت خود اختیاری کا حق چاہتا ہوں اور اسے ہم جس طرح چاہیں گے کام میں لائیں گے۔ اگر برطانی فوجوں وغیرہ کا ہٹایا جانا ضروری ہے تو انہیں ضرور ایسا کرنے دیا جائے۔ ہم جانیں اور ہمارا کام —

جواہر لال جی — اس قسم کا مسودہ ان کی (یعنی حکومت برطانیہ کی) پوزیشن کمزور کردے گا وہ ہندوستان کے ساتھ دشمن ملک کا سا برتاؤ کریں گے اور اسے راکھ اور خاک کا ڈھیر بنا دیں گے وہ یہاں وہی کریں گے جو انھوں نے رنگون میں کیا۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل — یہ مسودہ برطانیہ سے کہتا ہے "تم نے اپنے کو بالکل نالائق ثابت کیا ہے۔ تم ہندوستان کی مدافعت نہیں کرسکتے۔ ہم بھی اس کی مدافعت نہیں کرسکتے کیونکہ تم نہ کرنے دوگے۔ لیکن اگر تم ہٹ جاؤ تو ہمارے لئے ایک موقع ہے"۔

آصف علی — مسودہ کہتا ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے اہنسا کا اصول تسلیم کرلیں۔

اچیت پٹوردھن — یہ بات گاندھی جی کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ انھوں نے کہا کہ کانگریس یہ کہہ سکتی ہے کہ موجودہ حالات میں اہنسا ہی بہترین حکمت عملی ہے —

جواہر لال نہرو — اس مسودہ کا سارا پس منظر ایسا ہے کہ لازمی طور پر ساری دنیا یہی خیال کرے گی کہ ہم اپنے رویہ سے محوری طاقتوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اہل برطانیہ سے کہا جارہا ہے کہ چلے جاؤ۔ ان کے چلے جانے کے بعد ہم جاپان سے سلسلہ جنبانی شروع کردیں گے اور شاید اس سے کوئی معاملہ ہوجائے۔ اس معاملہ کی شاید یہ شرطیں ہوں کہ ہمیں بڑی حد تک غیر فوجی نگرانی مل جائے اور کسی حد تک فوجی نگرانی اس کے پاس رہے مثلاً ہندوستان سے فوجوں کے گزرنے کا مسئلہ وغیرہ —

کرپلانی جی ۔۔ اس کا مطلب ہندوستان سے فوجوں کا گذرنا وغیرہ کیوں ہو۔ جس طرح ہم اہل برطانیہ اور امریکہ سے کہتے ہیں کہ اپنی فوجیں ہٹا لیں اسی طرح ہم دوسروں سے بھی کہتے ہیں کہ ہماری سرحدوں سے دور رہیں ۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو ہم لڑیں گے ۔

جواہر لال نہرو ۔ آپ پسند کریں یا نہ کریں جنگی صورت حال کی ضروریات انہیں مجبور کر دیں گی کہ وہ ہندوستان کو میدان جنگ بنا دیں ۔ خود اپنی مدافعت کے خیال سے وہ الگ نہیں رہ سکتے ۔ وہ ملک کے اس سرے سے اس سرے تک جائیں گے ۔ آپ انسانی عدم تعاون سے اسے نہ روک سکیں گے ۔ آبادی کی اکثریت پر اس مارچ کا کوئی اثر نہ ہوگا ۔ ممکن ہے اکا دکا لوگ مخالفت کریں ۔ جاپانی فوجیں عراق ایران وغیرہ پہنچیں گی ۔ چین کا گلا گھونٹیں گی اور روس کے لئے زیادہ دشواری پیدا کر دیں گی ۔

دیگر اسباب سے قطع نظر اہل برطانیہ فوجی اسباب کی بنا پر ہمارا مطالبہ نامنظور کر دیں گے ۔ وہ اس کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں کہ جاپان ہندوستان کو ان کے خلاف استعمال کرے ۔ نامنظوری کی صورت میں ہمارا ردعمل یہ ہوگا کہ ہم اپنے رویہ کی وجہ سے نظری طور پر محوری طاقتوں کے ساتھ ہوں گے ۔ جاپان کو حملہ کا ایک بہانہ مل جائے گا ۔ ہم منطقی حیثیت سے عجیب مخمصے میں پھنس جاتے ہیں ۔ محوری طاقتوں کے علاوہ ہر دوسرا عنصر ہمارا دشمن ہو جائے گا ۔ جاپان حربی نقطۂ نظر سے اہم مقامات پر قبضہ کر لے گا ۔ ہم کو عمومی سول نافرمانی کرنے کا کوئی موقع نہیں ملے گا ۔ ایک جماعت سے ہمدردی کرنے کی جس حکمت عملی پر ہم کاربند ہیں وہ بالکل تبدیل ہوئی جاتی ہے ۔

جہاں تک کہ اصل عمل کا تعلق ہے باپو کے مسودہ کے بارے میں کوئی دشواری نہیں لیکن مسودے کا سارے کا سارا خیال اور پس منظر جاپان کے حق میں ہے ۔ ممکن ہے یہ غیر شعوری ہو ۔ اس وقت ہمارے فیصلوں پر تین باتیں اثر انداز ہیں (۱) ہندوستان کی آزادی ۔ (۲) بعض عظیم تر مقاصد سے ہمدردی (۳) جنگ کے نتیجہ کا قرینہ کیا ہے ۔ کون جیتنے والا ہے ؟ ۔ گاندھی جی کا خیال ہے کہ جاپان اور جرمنی جیتیں گے ۔ یہی خیال غیر شعوری طور پر ان کے فیصلہ میں کارفرما ہے ۔ اس مسودہ کا نقطۂ نظر میرے نقطۂ نظر سے مختلف ہے ۔

اچیت پٹوردھن ۔۔ میں جواہر لال جی کے پس منظر سے اتفاق کرتا ہوں ۔ مگر بعض دشواریاں ہیں ۔ حکومت برطانیہ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خودکشی پر آمادہ ہے ۔ اگر ہم فیصلہ نہیں کرتے

توجواہرلال جی کے رویہ کی بنا پر ہم اس برطانوی نظام کے ساتھ جسے ختم ہونا ہے کھلا ہوا اور غیر مشروط تعاون کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان کی جنگ ویول کو لڑنا ہے تو ہم ان کے ساتھ شامل ہو کر اپنے ساتھ ناانصافی کریں گے۔ ہم اتحادی قوموں کا ساتھ دینے کی باتیں کرتے ہیں۔ مجھے اس میں شک ہے کہ امریکہ ایک ترقی پسند طاقت ہے ہندوستان میں امریکی فوج کی موجودگی سے ہماری حیثیت کو کوئی تقویت نہیں پہنچتی میں پونا والی پیش کش کے خلاف تھا مگر کرپس کے ساتھ گفت وشنید کا مخالف نہ تھا۔ اس گفت وشنید کے منقطع ہوجانے کے بعد جواہرلال جی کے بیان سے مجھے تکلیف ہوئی۔؟ رجحان خیال اس میں ظاہر کیا گیا تھا وہ ہمارے لئے ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ ہم برطانیہ کے ساتھ غیر مشروط تعاون پر مجبور ہو جائیں۔ برطانیہ کے ساتھ ہمارے تعاون کے معنی جاپان کو دعوت دینے کے ہیں۔

راجندر بابو۔ ہم اس وقت تک مناسب ماحول نہیں پیدا کر سکتے جب تک کہ ہم باپو کا مسودہ منظور نہ کرلیں۔ حکومت نے مسلح مقابلے کے لئے دروازہ بند کر دیا ہے ہم صرف غیر مسلح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں باپو کے ہاتھوں کو مضبوط کرنا ہے۔

گووند بلبھ پنت ۔ جہاں تک اہنسا کا تعلق ہے کوئی اختلاف رائے نہیں۔ اس کے موثر ہونے کے متعلق دو رائیں ہو سکتی ہیں۔ اہنسائی عدم تعاون سے کوئی مظاہرہ مقصود نہیں۔ اس کا مقصد حملہ کو روکنا یا تسلط کا مقابلہ کرنا ہے۔ مسلح مقابلہ کے بارے میں ہمارا رویہ کیا ہوگا؟ آیا ہم اس کی حمایت کریں گے یا کم از کم کوئی ایسی بات نہ کریں گے جو اس میں رکاوٹ پیدا کرے۔

جواہرلال نہرو ۔ اس میں (بابو راجندر پرشاد کی ترمیم) باپو کے مسودہ کا نقطۂ نظر موجود ہے۔ یہ نقطۂ نظر اس رویہ میں تبدیلی ہے جو ہم نے اتحادیوں کے متعلق اختیار کیا ہے۔ کم از کم میں تو اپنی سوفی صدی ہمدردی کا وعدہ کر چکا ہوں۔ میرے لئے بڑے شرم کی بات ہوگی کہ میں اپنی اس حیثیت سے دست بردار ہو جاؤں اس قسم کا سوال پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن اس نقطۂ نظر میں کسی حد تک ایسا سوال پیدا ہو گیا ہے۔ مسودہ میں جو حصہ مقابلہ کرنے کے متعلق ہے وہ کسی حد تک معقول ہے۔ اقلیتوں، والیان ملک کے متعلق جو حصہ ہے وہ غیر حقیقی ہے۔ ہم برابر اسی ماحول کے مطابق سوچ رہے ہیں جو کبھی تھا نہ کہ جو اس وقت ہے اور یہ بات تیزی کے ساتھ بدلنے والی صورت حال میں خطرناک ہے۔ جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے ہم میں کوئی اختلاف نہیں یعنی (۱) حکومت کے متعلق ہمارا رویہ (۲) حکومت کے ساتھ تعاون کرنے سے ہماری مکمل

[illegible] دفاع کے متعلق ہمارا جو پروگرام ہے اس سے حکومت [illegible] ہم برطانیہ کی جنگی جدوجہد میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے کیونکہ ایسا [illegible] ہے۔ ہم ان امور پر متفق ہیں البتہ طریق کار میں اختلاف ہے۔ یہ سچ ہے [illegible] پہلو پر زور دوں گا وہ بھی مختلف ہوگا۔

[illegible] کی ایک ترکیب یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ یہ تجویز ہماری سابقہ [illegible] کی تجاویز کی مذمت میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ حد سے متجاوز [illegible] تو ہم نے ان پر اتنا وقت کیوں صرف کیا۔ میرا رویہ آج یہ ہے کہ [illegible] اپنی پوری کوشش صرف کر دینا چاہئے اور بہت سی باتیں انگیز کرنی [illegible] کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات ہماری خودداری [illegible] اس مسودہ میں جو نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے اس کی بنا پر سرسیاہی جو مجھے نظر آتا [illegible]

[illegible] مسودہ محوری طاقتوں پر کوئی خاص اثر نہ ڈالے گا۔ اہل برطانیہ سے یہ [illegible] کسی کے لئے مفید نہیں۔

[illegible] قرارداد کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے جو قراردادواردھا [illegible] ہماری حیثیت صاف ظاہر ہے۔ یہ قرارداد غیر حقیقی طریقہ پر [illegible] یہ ہمارے سابق رویہ کے منافی ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اگر ہمیں موقع [illegible] تو ہم اتحادیوں کا ساتھ دیں گے۔

[illegible] خیال میں ترمیم شدہ مسودہ اصل مسودہ سے مختلف نہیں۔ ہم برطانیہ اور [illegible] برطانیہ سے اپیل ناکام رہے گی لیکن بعض بیّن نتائج برآمد ہوں گے۔ [illegible] از سر نو تعمیر کی جائے گی اور نئی تعمیر ہمارے سخت خلاف ہوگی۔

[illegible]

[illegible] متفق نہیں کہ اگر برطانیہ چلا جائے اور جاپان کچھ آگے بھی بڑھے تو بھی ہندوستان [illegible] ہوگی۔ برطانیہ کے ہٹ جانے سے جو خلا پیدا ہوگا وہ جاپان سے [illegible] ہم پر یہ اثر نہ ہونا چاہئے کہ ہم معاملات کو صحیح پس منظر میں دیکھنے [illegible] ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

جاپان کی گود کی طرف نہ لپکئے جو اس تجویز کا حاصل ہے ۔

ڈاکٹر پتّا بھی ـــ یہ جامع اور مناسب مسودہ ہے ۔ وقت آگیا ہے کہ ہمیں اپنی صحیح حیثیت کا احساس ہونا چاہیئے ۔ کرپس کی تجاویز کے رد کر دینے کے بعد ہمیں اپنے رویہ پر نظرثانی کرنی چاہیئے اور اپنی پوزیشن کو دوبارہ واضح کرنا چاہیئے ۔ موجودہ جنگ کے دوران میں ہم وقتاً فوقتاً اپنی حیثیت بدلتے رہے ہیں ۔ پونا کی تجویز ہماری سابقہ پوزیشن میں ایک تبدیلی تھی بمبئی کی تجویز پونا کی تجویز میں ایک تبدیلی تھی بمبئی کی تجویز کے بعد سول نافرمانی شروع ہوئی اور سول نافرمانی کے بعد کرپس آئے ۔

سروجنی نائڈو ـــ ترمیم شدہ مسودہ اصل سے بہت بہتر ہے پھر بھی قرارداد میں بہت کچھ غیر ضروری باتیں ہیں ۔ اپیل کا انداز خطیبانہ ہے ۔ مگر جہاں تک برطانی حکومت سے ہماری انتہائی نفرت ۔ ناپسندیدگی اور تنفر کے اظہار کا تعلق ہے مسودہ اچھا ہے ۔ جاپان سے ہماری اپیل فضول ہے ۔ انھوں نے جو نقشہ کھینچا ہے اس میں ہندوستان بھی شامل ہے ۔ میں تجویز کے اس حصہ سے متفق ہوں جو اہنسائی عدم تعاون سے متعلق ہے ۔ اصل مسودہ کا مفہوم باقی رکھتے ہوئے اس پر نظرثانی کی جاسکتی ہے ۔ مسودہ ظاہر کرتا ہے کہ ہماری ہمدردیاں محدود ہو گئی ہیں جو اس پوزیشن کے منافی ہے جو ہم نے اختیار کی ہے ۔ میں غیر ملکی سپاہیوں کو پسند نہیں کرتی ۔ جس حصہ میں ان کا ذکر ہے وہ اچھا ہے ۔

بسوا ناتھ داس ۔ میں کمیٹی میں دو متصادم رائیں پاتا ہوں ۔ اس موقع پر یہ اختلاف رائے مہلک ہے ۔ میں عام طور سے اس مسودہ کے موافق ہوں ۔ اگر کرپس کی تجاویز منظور کر لی جاتیں تو ہم ہمیشہ کے لئے غلام بنے رہتے ۔ برطانیہ سے چلے جانے کی اپیل کرنا بہت مناسب ہے ۔ ہم ان سے کہہ سکتے ہیں کہ نہ تم ہماری مدافعت کروگے اور نہ ہمیں اپنی مدافعت کرنے دوگے ۔

ملک میں امریکی سپاہیوں کے داخلے کے خلاف احتجاج بھی مناسب ہے ۔ وہ اپنی مستعمرات اور دوسری بیرونی قوموں کی فوجیں یہاں لے آئے ہیں ۔ یہ بات بہت قابل اعتراض اور خطرناک ہے ۔

باردولوئی ـــ مسودہ کے ایک حصہ کا تعلق عمل سے ہے اور دوسرے کا نظریات سے ۔ اگر ہم عملی حصہ پر زور دیں تو اختلافات بہت کچھ کم ہو جائیں گے ۔ مشترکہ عمل کی خاطر میں اس پر تیار ہوں کہ وہ حصہ جس کا تصوراتی پس منظر سے تعلق ہے حذف کر دیا جائے ۔ ہم خطرہ کے منطقہ میں پہنچ چکے ہیں ۔ یہ وقت تصوراتی بحث کا نہیں ۔ ہمیں موجودہ کام پر پوری توجہ صرف کرنی

چاہیئے۔ وہ کام اہنسائی عدم تعاون کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

ستیہ مورتی۔ ترمیم شدہ مسودہ بہتر ہے۔ غیر ملکی سپاہیوں کے داخلہ پر جو اعتراض ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ ہندوستان غیر ملکی سپاہیوں کی مدد سے بھی اپنی مدافعت کر سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مسلم لیگ سے سلسلہ جنبانی کرنی چاہیئے

اچیت پٹوردھن ـــ میں عام طور سے مسودہ سے متفق ہوں۔ گفت وشنید کے لئے دروازہ کھلا رکھنے کی حکمت عملی اب ختم ہوگئی ہے۔ قرارداد میں ایک ایسی بات پر زور دیا گیا ہے جس پر ہر سوچ سمجھ رکھنے والے آدمی نے زور دیا ہے یعنی جب تک جنگ میں عوام شریک نہیں جنگ ہاری ہوئی سمجھنی چاہیئے۔ موجودہ جنگ سامراجی جنگ ہے۔ ہماری حکمت عملی یہی ہو سکتی ہے کہ ہم کسی کا ساتھ نہ دیں۔ دنیا پر خوف چھایا ہوا ہے۔ میں اس مسئلہ پر غور کرتا اگر اتحادی محور کو شکست دے سکتے۔ لیکن مجھے صاف نظر آتا ہے کہ برطانیہ کا بیڑا غرق ہونے والا ہے۔ ہم غیر جانبداری پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نہ جاپان کا منہ تکیئے اور نہ برطانیہ کا۔

جے رام داس جی۔ یہ اعتراض کہ مسودہ جاپانیوں کے موافق ہے غلط ہے۔ اس مسودہ میں جاپانی حملہ کی مخالفت موجود ہے۔

مسودہ میں بیرونی ممالک کی فوجوں کا ذکر بہت مناسب ہے۔ ہندوستانی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بیرونی فوجوں کی وجہ سے انتہائی غیر پسندیدہ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ یہ مسودہ غیر جانبداری کی فضا پیدا کر دیتا ہے۔ یہ کوشش اس قابل ہے کہ کر دیکھی جائے۔

سردار صاحب ـــ میں دیکھتا ہوں کہ کمیٹی میں بیّن طور پر دو مختلف رائیں ہیں۔ ابتدائے جنگ سے ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ ہم اتفاق رائے سے کام کریں۔ لیکن اس موقع پر شاید ایسا ممکن نہ ہوگا۔ گاندھی جی نے ایک قطعی اور واضح رویہ اختیار کیا ہے۔ اگر ان کا پس منظر کمیٹی کے بعض ارکان کے ناموافق ہے تو دوسرا پس منظر ہے جو ہمارے ناموافق ہے۔ مسودہ کے پہلے چار پانچ پیرے کرپس مشن کے جواب میں ہیں۔ کرپس ہوشیار آدمی ہیں۔ وہ ادھر ادھر کہتے پھرے ہیں کہ ان کا مشن ناکامیاب نہیں رہا۔ یہ مسودہ ان کے پروپیگنڈے کا مکمل جواب ہے۔

میں اس کے موافق نہیں کہ جناح سے سلسلہ جنبانی کی جائے۔ ہم مسلسل کوشش کر چکے ہیں اور بہت سی ذلتیں برداشت کر چکے ہیں۔ کانگریس آج دو طرف سے مار کھا چکی ہے ایک طرف کرپس اور دوسری طرف راجہ جی کی تجویزیں جنھوں نے ہمیں بے انتہا نقصان پہنچایا

ہے ۔ میں نے اپنے آپ کو گاندھی جی کے ہاتھوں سونپ دیا ہے ۔ میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ وہ تمام نازک موقعوں پر وجدانی طور پر صحیح رہنمائی کرتے ہیں ۔ بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کے موقع پر نقطۂ نظر میں اختلاف تھا لیکن گفت وشنید کا دروازہ بند تھا ۔ بردولی میں یہ بات واضح کی گئی کہ دروازہ ابھی کھلا ہے ، اور ہماری ہمدردیاں اتحادیوں کے ساتھ ہیں ۔ اب وقت آگیا ہے کہ پے درپے توہین برداشت کرنے کے بعد بالآخر یہ دروازہ بند کر دیا جائے ۔ ہمارے سامنے جو مسودہ ہے میں اس کے موافق ہوں ۔ اگر اس مسودہ میں فاشیوں کے موافق کوئی اشارہ ہو تو اسے نکال دیا جائے ۔

اچاریہ نریندر دیو —— میں اس خیال سے متفق نہیں کہ یہ جنگ ایک اور غیر منقسم ہے ۔ روس اور چین کے مقاصد وہی نہیں ہیں جو برطانیہ اور امریکہ کے ہیں ۔ اگر جنگ ایک ہو تو ہم کو چاہیئے کہ اس میں شریک ہو جائیں اور برطانیہ کا ساتھ دیں ۔ ہماری پوزیشن یہ نہیں رہی ہے کہ ہم طاقت چاہتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر ہم قومی جذبات نہیں ابھار سکتے ۔ ہماری پوزیشن یہ رہی ہے کہ اگر یہ جنگ عوام کی جنگ ہے اور عملاً اس کا ثبوت بھی ملے تو ہم پوری طرح جمہوریتوں کا ساتھ دینے پر راضی ہیں ۔

یہ ضروری ہے کہ کرپس کے شرارت آمیز پروپیگنڈے کا توڑ کیا جائے ۔ کرپس کہتے رہے ہیں کہ اندرونی اختلافات کی وجہ سے سمجھوتہ نہ ہو سکا ۔ راجہ جی نے ان کے ہاتھ مضبوط کر دیئے ہیں ۔ جاپانی خطرہ کا بھی برطانیہ کے ساتھ ہمارے رویہ پر اثر پڑا ہے ۔ اسی کی وجہ سے ہمیں اپنی پونا والی تجویز بدلنی پڑی ہے ۔ ہمیں یہ بات صاف کر دینی ہے کہ جاپانی خطرہ سے ہمارے اوسان خطا نہیں ہوئے ہیں ۔ ہم برطانیہ سے کہہ سکتے ہیں کہ تم چلے جاؤ اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو ۔ ہندوستان کی سیاست میں جتنی بھی غیر واقعیت ہے وہ برطانوی حکومت کی وجہ سے ہے ۔ اسے ختم کر دو یہ غیر واقعیت اپنے آپ دور ہو جائے گی مجھے ہٹلری جرمنی کی شکست سے کوئی دل چسپی نہیں ہے مجھے جنگ اور صلح کے مقاصد سے زیادہ دل چسپی ہے ۔

مولانا صاحب — یہ بحث بہت مفید ثابت ہوئی ۔ مگر مجھے یہ پتہ نہیں لگ سکا کہ آخر وہ کون سے اختلافات ہیں جن کی وجہ سے دو جماعتیں بن گئی ہیں ۔ کرپس کی آمد سے بہت کچھ امیدیں بندھ گئی تھیں ۔ وہ یہاں مشہور انتہا پسند کی حیثیت سے آئے تھے مگر ان سے ہمیں بڑی مایوسی ہوئی ۔ انہوں نے حالات کو اور بگاڑ دیا ۔ گفت وشنید کی ناکامی کے بعد

کرپس نے جو بیان دیا اس میں انھوں نے دو باتوں پر بہت زور دیا۔ (۱) ان کے مشن سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہندوستان کے بارے میں سلطنت برطانیہ کی نیت نیک ہے۔ (۲) ان کے مشن ہی کی وجہ سے ہندوستان میں جاپانیوں کے خلاف محاذ پیدا ہو گیا۔ یہ سب جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔ برطانیہ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ ہمارے لئے اپنے وطن کی مدافعت کرنا ناممکن ہے۔ مگر ہمیں جاپانی حملہ کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ کرنا ہے۔ یہ میرا پکا اعتقاد ہے کہ ایک غلام قوم کا مذہب قومیت ہی ہو سکتا ہے۔ اگر میں یہ محسوس کرتا کہ جاپان برطانیہ سے بہتر ہے اور اس کا ہندوستان پر حملہ ہندوستان کی بہبودی کے لئے ہے تو میں یہ بات علانیہ کہہ دیتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ گاندھی جی کے نسخہ کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں اگرچہ مجھے اس کے موثر ہونے میں شک ہے۔

چونکہ راجندر بابو نے جو مسودہ پیش کیا تھا وہ جواہر لال جی اور کمیٹی کے چند اور ممبروں کو منظور نہیں تھا اس لیئے صدر نے جواہر لال جی سے کہا کہ وہ اپنا مسودہ خود تیار کریں چنانچہ جواہر لال جی نے کمیٹی کے دوسرے اجلاس میں ذیل کا مسودہ پیش کیا۔

اس مسودہ میں ان تمام امور کو ملحوظ رکھا گیا تھا جو باپو کے مسودہ میں تھے مگر اس کا نقطۂ نظر مختلف تھا۔ بحث و مباحثہ سے پتہ چلا کہ اس سے پہلے مباحثہ میں جو اختلاف خیال تھا وہ بدستور قائم ہے۔ جواہر لال جی نے اپنے مسودہ میں اس خیال سے ترمیم کی تھی کہ دوسری جماعت کو بہتر طریقہ پر مطمئن کیا جا سکے۔ مگر نقطۂ نظر کا اختلاف بدستور قائم رہا۔ اس مسودہ کو پوری کمیٹی منظور کرنے کو تیار نہ تھی۔ چنانچہ صدر نے دونوں مسودوں پر رائے شماری کی۔ جن لوگوں نے مسٹر گاندھی کے مسودہ کے حق میں جس میں بابو راجندر پرشاد نے ترمیمیں کی تھیں رائے دی، ان میں سردار ولبھ بھائی پٹیل۔ راجندر بابو۔ جے۔ بی کرپلانی۔ شنکر راؤ، سروجنی نائڈو۔ پرفولا چندر گھوش تھے۔ جنہوں نے جواہر لال جی کے مسودہ کے حق میں رائے دی۔ ان میں جواہر لال نہرو گووند ولبھ پنت۔ بھولا بھائی ڈیسائی اور آصف علی شامل تھے۔ مدعو کئے ہوئے لوگوں میں سے شری جے رام داس دولت رام۔ اچاریہ نریندر دیو۔ اچیت پٹوردھن بارڈولوئی اور بسوانا تھ داس نے راجندر بابو کے مسودہ کے حق میں اور شری سیتا مورتی۔ اور مسٹر آر۔ ایس پنڈت نے جواہر لال جی کے مسودہ کے حق میں دوٹ دیئے۔

کمیٹی نے یکم مئی کے صبح کے اجلاس میں راجندر بابو کا مسودہ پاس کر دیا۔ مگر سہ پہر

کے اجلاس میں صدر نے اس معاملہ کو پھر اٹھایا۔ انھوں نے راجندر بابو کے مسودہ کی تائید کرنے والوں سے کہا کہ جواہر لال جی کا مسودہ منظور کر لیا جائے اور اس کو متفقہ قرارداد بنا دیا جائے۔ صدر کی رائے تھی کہ دونوں مسودوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اگرچہ دونوں مسودوں کے پیش کرنے والوں نے اس امر پر زور دیا کہ نقطۂ نظر میں اہم اختلاف موجود ہے۔ راجندر بابو کے مویدین نے صدر کی خواہش مان لی اور جواہر لال جی کے مسودہ کو قبول کر لیا۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا مسودۂ قرارداد جو کمیٹی نے سب سے آخر میں منظور کیا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ا)

ضمیمہ (الف)

پہلا مسودہ — الہ آباد مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۴۲ء ورکنگ کمیٹی

ہرگاہ کہ برطانی جنگی کابینہ کی ان تجویزوں سے جو سر اسٹیفورڈ کرپس کے ذریعہ منظر عام پر آئیں برطانوی شہنشاہیت پسندی اس طرح صاف صاف ظاہر ہو گئی ہے جیسی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی لہذا آل انڈیا کانگریس کمیٹی ان نتائج پر پہنچی ہے:-

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی رائے میں برطانیہ ہندوستان کا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہے یہ ایک فطری امر ہے کہ وہ جو کچھ کرے گا صرف اس کے مفاد کے لئے ہوگا۔ ہندوستانی اور برطانوی مفادات میں دائمی کشمکش ہے چنانچہ دفاع کے متعلق ان کی رائیں ایک دوسرے سے لازماً بالکل مختلف ہوں گی۔ برطانوی حکومت کو ہندوستان کی سیاسی جماعتوں پر کوئی اعتماد نہیں۔ ہندوستانی فوج اب تک ہندوستان کو غلام بنائے رکھنے کے واسطے رکھی گئی ہے۔ وہ عام آبادی سے بالکل الگ تھلگ رہی ہے۔ جو اسے اپنی فوج نہیں سمجھتی۔ یہ بے اعتمادی کی پالیسی ابھی تک جاری ہے اور یہی وجہ ہے کہ قومی دفاع ہندوستان کے منتخب شدہ نمائندوں کے سپرد نہیں کیا جاتا۔

جاپان کا جھگڑا ہندوستان سے نہیں ہے۔ وہ سلطنت برطانیہ کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ ہندوستان کی اس جنگ میں شرکت ہندوستانی باشندوں کے نمائندوں کی رضامندی سے نہیں ہوئی۔ یہ خالص برطانوی فعل تھا۔ اگر ہندوستان آزاد کر دیا جائے تو اس کا پہلا کام غالباً یہ ہوگا کہ جاپان کے ساتھ گفت و شنید کی جائے۔ کانگریس کا خیال ہے کہ انگریز

ہندوستان سے چلے جائیں تو جاپان یا کسی دوسرے دراز دست کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی صورت میں ہندوستان اپنی مدافعت کر سکے گا۔

اس وجہ سے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی رائے ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے چلا جانا چاہئے یہ عذر کہ ان کا والیان ملک کی حفاظت کے لئے ہندوستان میں رہنا ضروری ہے۔ سرتاسر غیر معقول ہے۔ یہ اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ وہ ہندوستان پر اپنی گرفت برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ والیان ریاست کو غیر مسلح ہندوستان سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔

اکثریت اور اقلیت کا سوال حکومت برطانیہ کا پیدا کیا ہوا ہے اور ان کے ہندوستان سے چلے جانے پر ختم ہو جائے گا۔

ان تمام وجوہ سے یہ کمیٹی برطانیہ سے اپیل کرتی ہے کہ وہ خود اپنے تحفظ نیز ہندوستان کے بچاؤ اور امن عالم کی خاطر افریقہ اور ایشیا کے کل مقبوضات سے نہیں تو ہندوستان پر سے ضرور اپنا قبضہ اٹھا لے۔

یہ کمیٹی جاپانی حکومت اور عوام کو یقین دلانا چاہتی ہے کہ ہندوستان نہ تو جاپان سے کوئی عناد رکھتا ہے اور نہ کسی دوسری قوم سے۔ ہندوستان صرف اپنے کو غیر اقوام کے تسلط سے آزاد رکھنا چاہتا ہے۔ اس آزادی کی جنگ میں ہندوستان کے ساتھ تمام دنیا نے جو ہمدردی ظاہر کی ہے اس کا شکر گزار ہونے کے باوجود کمیٹی کی رائے میں ہندوستان کو کسی غیر ملک کی فوجی امداد کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان اپنی آزادی اہنسا کی قوت سے حاصل کرے گا اور اسی کے بل پر اسے برقرار رکھے گا۔ لہذا کمیٹی امید کرتی ہے کہ جاپان ہندوستان کے خلاف کوئی ارادہ نہ کرے گا۔ لیکن اگر جاپان نے ہندوستان پر حملہ کیا اور برطانیہ نے کمیٹی کی اپیل کا کوئی جواب نہ دیا تو کمیٹی ہر اس شخص سے جو کانگریس کو اپنا رہنما سمجھتا ہے یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ جاپانی فوجوں کے ساتھ اہنسائی عدم تعاون کرے گا۔ اور ان کو کسی قسم کی مدد نہ دے گا۔ جن لوگوں پر حملہ کیا جائے ان کا ہرگز یہ فرض نہیں کہ وہ حملہ کرنے والے کی مدد کریں۔ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ مکمل عدم تعاون کریں۔

اہنسائی ترک موالات کا سادہ اصول سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے:۔

۱۔ حملہ آور کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا جائے نہ اس کا کوئی حکم مانا جائے

۲۔ اس سے کسی قسم کی مراعات کی توقع نہ کی جائے نہ اس سے کوئی رشوت لی جائے۔ اسی

کے ساتھ اس سے کسی قسم کا عناد نہ رکھا جائے نہ اس کی بدخواہی کی جائے

۳۔ اگر وہ ہمارے کھیتوں پر قبضہ کرنا چاہے تو ہم انہیں اس کے قبضہ میں دینے سے قطعاً انکار کر دیں چاہے اس مقاومت میں ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

۴۔ اگر اس پر کسی بیماری کا حملہ ہو یا وہ پیاس سے مر رہا ہو اور ہماری مدد مانگے تو ہمیں اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

۵۔ ان مقامات پر جہاں برطانیہ اور جاپان کی فوجیں جنگ کر رہی ہوں ہمارا عدم تعاون کرنا بیکار اور غیر ضروری ہوگا۔ اس وقت حکومت برطانیہ سے ہمارا عدم تعاون محدود ہے۔ اگر ہم اس وقت اس سے مکمل عدم تعاون کریں جب وہ واقعی لڑ رہی ہے تو یہ گویا اپنے ملک کو جان بوجھ کر جاپانیوں کے سپرد کرنا ہوگا۔ اس لئے اکثر جاپان سے ہمارا عدم تعاون کرنے کا صرف یہی طریقہ ہوگا کہ برطانوی فوجوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا کریں۔ مگر برطانیہ کو کسی طرح کی عملی امداد بھی نہ دیں۔ اگر برطانی حکومت کے موجودہ رویہ سے اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہم سے اس کے سوا کوئی اور مدد چاہتی بھی نہیں کہ ہم کسی معاملہ میں دخل نہ دیں۔ وہ ہم سے غلاموں کی سی مدد چاہتی ہے اور ہم یہ حیثیت ہرگز نہیں قبول کر سکتے۔

کمیٹی کے لئے سوختہ سامانی کی پالیسی کے متعلق ایک واضح بیان دینا ضروری ہے۔ اگر ہماری انتہائی مقاومت کے باوجود ملک کا کوئی حصہ جاپانیوں کے ہاتھ آجائے تو ہم کو اپنی فصلیں۔ آب رسانی کے ذرائع وغیرہ تباہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ چاہے اس کی یہی وجہ کیوں نہ ہو کہ ہم ان کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جنگی سامان تباہ کرنا اور بات ہے اور بعض صورتوں میں فوجی نقطۂ نظر سے یہ ضروری بھی ہو سکتا ہے مگر کانگریس کی پالیسی یہ ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جمہور کے املاک یا جمہور کے مفاد کی چیزوں کو تباہ کیا جائے۔

اگرچہ جاپانی فوجوں کے خلاف عدم تعاون لامحالہ نسبتاً کم تعداد تک محدود رہے گا۔ اور اس پر پوری طرح عمل کیا گیا اور وہ حقیقی ہوا تو کامیاب بھی ہوگا مگر سوراج کی حقیقی تعمیر اس امر پر موقوف ہے کہ ہندوستان کے لاکھوں آدمی تہ دل سے تعمیری پروگرام پر عمل کریں — اس کے بغیر پوری قوم اس بے حسی سے نجات نہیں حاصل کر سکتی جس میں وہ سالہا سال سے مبتلا ہے۔ برطانیہ چاہے یہاں رہے یا نہ رہے ہمارا ہمیشہ یہ فرض ہے کہ بے روزگاری کا نام

دلنشان مٹادیں۔ امیر و غریب کے درمیان جو خلیج ہے اسے پاٹ دیں۔ فرقہ واری جھگڑوں کو ختم کر دیں چھوت چھات کے بھوت کو فنا کر دیں۔ ڈاکوؤں کی اصلاح کریں اور لوگوں کو ان سے بچائیں۔ اگر قوم کے اس تعمیری کام میں کروڑوں آدمی حصہ نہ لیں گے تو آزادی ایک ایسا خواب رہے گی جس کی تعبیر نہ تو اہنسا سے حاصل ہو سکتی ہے نہ تشدد سے۔

غیر ملکی سپاہی

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی رائے ہے کہ ہندوستان میں غیر ملک کے سپاہی لانا ہندوستان کے مفاد کے لئے مضر اور ہندوستان کے مقصد آزادی کے لئے خطرناک ہے۔ اس لئے وہ حکومت برطانیہ سے اپیل کرتی ہے کہ وہ بیرونی فوجوں کو یہاں سے واپس بھیج دے اور آئندہ کوئی بیرونی فوج یہاں نہ لائے۔ یہ انتہائی شرمناک بات ہے کہ اگرچہ خود ہندوستان میں بے شمار تعداد میں سپاہی مل سکتے ہیں دوسرے ملک سے سپاہی لائے جائیں اور یہ امر بداخلاقی کا ثبوت ہے جس سے برطانوی شہنشاہیت عبارت ہے۔

ضمیمہ (ب)

قرارداد آل انڈیا کانگریس کمیٹی مورخہ یکم مئی ۱۹۴۲ء

ہندوستان پر حملے کا جو فوری خطرہ ہے اس کے مدنظر نیز برطانوی حکومت کے رویہ کو دیکھتے ہوئے اور جس کا مزید ثبوت سر اسٹیفورڈ کرپس کی حالیہ تجاویز سے ملتا ہے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے لئے لازم ہو گیا ہے کہ وہ ہندوستان کی پالیسی کا از سر نو اظہار کر دے اور قریبی مستقبل میں جو ہنگامی صورت حال پیدا ہو اس میں کارروائی کرنے کے متعلق لوگوں کو مشورہ دے۔

برطانوی حکومت کی تجویزوں سے نیز ان تجویزوں کی اس صراحت سے جو سر اسٹیفورڈ کرپس نے کی برطانوی حکومت کے خلاف ناراضی اور بے اعتمادی کے جذبات شدید تر ہو گئے ہیں اور برطانوی حکومت کے ساتھ عدم تعاون کا جذبہ بڑھ گیا ہے۔ ان تجویزوں نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اس خطرے کے وقت میں بھی جو نہ صرف ہندوستان بلکہ متحدہ اقوام کے مقصد کو بھی درپیش ہے برطانوی حکومت ایک سامراجی حکومت کی حیثیت سے کام کر رہی ہے اور ہندوستان کی

آزادی تسلیم کرنے یا کسی حقیقی اقتدار سے دست بردار ہونے سے انکار کرتی ہے۔

یہ ایک خالص برطانوی فعل تھا کہ ہندوستان کو بغیر اہل ہند کے نمائندوں کی مرضی کے جنگ میں زبردستی شامل کیا گیا۔ اگرچہ ہندوستان کا جھگڑا کسی ملک کے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے مگر وہ بار بار سامراجیت کی طرح نازیت اور فسطائیت کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کر چکا ہے۔ اگر ہندوستان آزاد ہوتا تو وہ اپنی پالیسی خود متعین کرتا اور شاید جنگ سے علیحدہ رہتا اگرچہ ہر حالت میں اس کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ ہوتیں جو دست درازی کا شکار ہوتے۔ اگر تقاضائے حالات سے مجبور ہو کر ہندوستان جنگ میں شریک بھی ہو جاتا تو وہ ایک آزاد ملک کی حیثیت سے ایسا کرتا اور اپنی آزادی کے لئے جنگ کرتا اور اس کے دفاع کا انتظام قومی بنیادوں پر ہوتا۔ اس کی اپنی قومی نگرانی اور قیادت میں قومی فوج ہوتی اور عوام کے ساتھ اس کے قریبی تعلقات ہوتے۔ ہندوستان پر کوئی قوم بھی حملہ کرتی تو وہ اس کے خلاف آزاد حیثیت سے دفاع کر سکتا۔ موجودہ ہندوستانی فوج دراصل برطانوی فوج کا ایک شاخسانہ ہے اور اسے اب تک محض ہندوستان کو محکوم بنائے رکھنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ اس فوج کو عام آبادی سے قطعی الگ تھلگ رکھا گیا ہے جو اسے کسی حیثیت سے بھی اپنی فوج نہیں سمجھتی۔

دفاع کے سامراجی اور قومی تصورات کا بنیادی فرق اس امر سے ظاہر ہے کہ اگرچہ ہندوستان کے دفاع کے لئے غیر ملکی فوجوں کو بلایا جاتا ہے اس کے لئے ہندوستان کی کثیر آبادی سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ ہندوستان کا سابقہ تجربہ اسے بتاتا ہے کہ ملک میں غیر ملکی فوجوں کا داخل کرنا ہندوستان کے مفاد کے لئے مضر اور اس کی آزادی کے لئے خطرناک ہے۔ یہ ایک نہایت معنی خیز اور عجیب بات ہے کہ ہندوستان آہستہ آہستہ ایک میدان کارزار بنتا جا رہا ہے اور غیر ملکی فوجیں آپس میں اس کی زمین اور اس کی سرحدوں پر لڑ رہی ہیں پھر بھی ہندوستان کی وسیع آبادی سے کوئی کام نہیں لیا جاتا اور اس کے دفاع کے مسئلہ کو قومی نگرانی میں دینا مناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ ہندوستان اس سے سخت ناراض ہے کہ اس کے لوگوں کو اس طرح مال منقولہ سمجھا جاتا ہے اور اس کی قسمت کا فیصلہ غیر ملکی اقتدار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کو اس کا یقین ہے کہ ہندوستان اپنی ہی قوت سے آزادی حاصل کرے گا اور قائم بھی رکھے گا۔ موجودہ نازک صورت حال اور سر اسٹیفورڈ کرپس کے ساتھ

گذشتہ ونشنیدکے جو تجربات ہوئے ہیں اس کے مدنظر اب کانگرس کے لئے یہ ناممکن ہوگیا ہے کہ کسی ایسی اسکیم یا تجویز پر غور بھی کرے جس میں ہندوستان پر برطانوی اقتدار باقی رکھنے کا کوئی شائبہ بھی ہو۔ نہ صرف ہندوستان کا مفاد بلکہ خود برطانیہ کی سلامتی اور دنیا کی آزادی اور امن وامان کا تقاضا یہ ہے کہ برطانیہ ہندوستان پر سے اپنی گرفت ہٹالے۔ ہندوستان برطانیہ یا دیگر اقوام کے ساتھ صرف آزادی کی بنیاد ہی پر معاملت کرسکتا ہے۔

کمیٹی اس خیال کی تردید کرتی ہے کہ ہندوستان کو کسی غیرملکی قوم کی مداخلت یا حملے کی بدولت آزادی نصیب ہوسکتی ہے خواہ اس قوم کا ادعا کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر حملہ ہوا تو اس کی مقاومت کرنی چاہئے۔ چونکہ برطانوی حکومت نے لوگوں کو کسی اور طرح پر قومی دفاع کا انتظام نہیں کرنے دیا ہے اس لئے یہ مقاومت صرف اہنسائی عدم تعاون ہی کی بنا پر ہوسکتی ہے اس لئے کمیٹی ہندوستان کے لوگوں سے اس کی توقع کرے گی کہ وہ حملہ آور فوجوں سے کامل اہنسائی عدم تعاون کریں اور انہیں کسی قسم کی مدد نہ دیں۔ ہم نہ تو حملہ آور کے آگے گھٹنے ٹیکیں نہ اس کا کوئی حکم مانیں۔ نہ ہم اس سے رعایتوں کے طلب گار ہوں نہ اس کی رشوتوں کا شکار۔ اگر وہ ہمارے گھروں اور ہمارے کھیتوں پر قبضہ کرنا چاہے تو ہم ان کے دینے سے انکار کردیں۔ خواہ اس مقاومت میں ہماری جان ہی کیوں نہ جاتی رہے۔ جن مقامات پر برطانوی فوجیں اور حملہ آور فوجیں لڑ رہی ہوں وہاں ہمارا عدم تعاون بے نتیجہ اور غیرضروری ہوگا۔ اکثر صورتوں میں برطانوی فوجوں کی راہ میں رکاوٹیں نہ ڈالنا ہی حملہ آور کے ساتھ ہمارے عدم تعاون کے اظہار کا واحد ذریعہ ہوگا۔ جیساکہ برطانوی حکومت کے رویہ سے ظاہر ہے وہ صرف یہی چاہتی ہے کہ ہم دخل نہ دیں۔ اس کے سوا اسے ہماری کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔

حملہ آور کے خلاف اس عدم تعاون اور اہنسائی مقاومت کی پالیسی کی کامیابی ملک کے تمام حصوں میں کانگرس کے تعمیری پروگرام پر شدت سے کاربند ہونے اور خاص کر خود کفالتی اور خودحفاظتی پروگراموں پر عمل کرنے پر منحصر ہوگی۔

ضمیمہ نمبر ۳

مسٹر گاندھی کے نام مسٹر راج گوپال آچاریہ کا خط مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۴۲ء

"مدراس - ۱۸ جولائی ۱۹۴۲ء - ڈیئر مہاتما جی - آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی وارد ھا

کی تجویز جو ۱۴ جولائی کو منظور کی گئی، اور جو اگلے مہینے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے سامنے پیش ہوگی ہم نے بہت غور سے پڑھی ہے۔ چونکہ اس تجویز کے اختیار کرنے سے دور رس نتائج پیدا ہوں گے اس لئے ہم لوگ جو آپ کے ساتھ سنہ ۱۹۲۰ء سے کام کر رہے ہیں اس بارے میں اپنے سنجیدہ خیالات کا اظہار کرنا اپنا فرض جانتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستان کے غیرملکی تسلط سے آزادی کے مطالبے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا لیکن یہ خیال کہ گورنمنٹ کے ہندوستان چھوڑنے پر خود بخود ایک دوسری حکومت قائم ہو جائے گی قطعی ناممکن ہے۔ ریاست محض اوپری ڈھانچہ نہیں ہوتی بلکہ لوگوں کے ہر ایک کام کے ساتھ اس کا ایسا گہرا تعلق ہوتا ہے کہ کسی دوسری حکومت کے قیام کے بغیر ایک حکومت کا ایک دم اٹھ جانا خود حکومت اور سماج دونوں کے انتشار کے مترادف ہے۔ یہ بالکل خلاف فطرت بات ہے کہ کوئی حکومت دوسری قوت کے ہاتھوں شکست کھائے بغیر اور بطیب خاطر اپنے اختیارات اپنے جانشین کو سونپے بغیر اٹھ جائے۔ ایک حکومت کا قیام اور نمائندہ اسمبلی کا تقرر صرف اسی وقت ممکن ہے جب سلطنت کے استمرار کا یقین موجود ہو۔

"اس لئے ہم محسوس کرتے ہیں کہ گو یہ کسی قدر مشکل ضرور ہے کہ برطانوی حکومت کے یہاں ہوتے اور جاری رہتے ہندو مسلم سمجھوتہ ہو سکے تاہم یہ امر نہایت ضروری ہے کہ معقولیت کے ساتھ حکومت سے ملک چھوڑ دینے کا مطالبہ کرنے سے پہلے اس ملک کی بڑی سیاسی جماعتیں یعنی نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ مل کر ایک ہنگامی حکومت کے قیام کی متفقہ اسکیم تیار کریں جو اختیارات سنبھال سکے اور اس طرح ریاست کا تسلسل قائم رہ سکے۔ اگر ہم یہ تصور بھی کر لیں کہ ہم اخلاقی دباؤ ڈال کر برطانوی حکومت کو غیر مشروط طریقے پر ملک چھوڑ دینے پر آمادہ کر لیں گے تب بھی ہمیں اندیشہ ہے کہ بحالات موجودہ جو بدنظمی اس حکومت کے اٹھ جاتے ہی ظاہر ہوگی اس میں کسی مناسب وقفہ کے اندر ایسی ہنگامی حکومت کا قیام ممکن نہ ہوگا جس کا تصور آپ نے باندھ رکھا ہے۔

"ہماری رائے میں ایسا مطالبہ کرنا غلطی ہوگا جس پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ نراج کی شکل میں ظاہر ہوگا علی ہذا یہ مطالبہ پورا نہ ہونے پر کوئی ایسا پروگرام بنانا بھی غلط ہوگا جس سے سارے ملک میں اپنے ہاتھوں لائی ہوئی مصیبت پھیل جائے۔

"آپ کی اس تجویز کا کہ سول حکومت کے اٹھا لئے جانے کے بعد اور اس وقت تک جب،

تک ایک قیاسی اور عارضی ہندوستانی حکومت سے کوئی سمجھوتہ ہو برطانوی اور اتحادی فوجیں ہندوستان میں رہ سکتی ہیں، لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام حکومتی کاروبار فوج کے ہاتھوں میں چلا جائے گا اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو خود ان کی سلامتی اور موثر طور پر ان کا کام چلانے کے لئے بھی یہ ضروری ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقامی سردار اور مصیبت زدہ عوام بھی ان کو ایسا کرنے کے لئے اکسائیں۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ برطانوی حکومت کی پہلے سے بھی بدتر شکل دوبارہ قائم ہو جائے گی۔

"ان تمام اعتراضات کے باوجود ہم آپ کی تجویز کو اور کسی لئے نہیں تو اس خیال سے تسلیم کر لیتے کہ برطانوی لوگ ملک چھوڑ دینے پر ہرگز آمادہ نہ ہوں گے اور آپ کی تحریک عملاً موجودہ حکومت کے خلاف پوری قوم کے احتجاج کی حیثیت رکھے گی اور شاید وقت آنے پر کوئی تسلی بخش تصفیہ کی صورت برآمد ہو سکے۔ لیکن آج ہندوستان جس نازک بین الاقوامی حالت میں پھنسا ہے اس سے یہ امر یقینی ہو جاتا ہے کہ اگر کسی فریق کو اس تحریک کے ذریعہ فوری فائدہ ہوگا تو وہ جاپان ہے۔ اگر اس تحریک کے ذریعہ برطانوی حکومت کو ہٹا کر ایک قومی حکومت قائم کی جا سکے جو جاپان کی معاون کی قدرت رکھتی ہو تو بھی وہ تمام خطرے جو اس تحریک میں مضمر ہیں مول لئے جا سکتے ہیں مگر چونکہ اس نتیجے کے ظاہر ہونے کی دور کی بھی امید نہیں لہذا صرف جبر و استیصال شدید اور وسیع ہو جائے گا اور پریشانیاں عام ہو جائیں گی اور اس طرح ہندوستان پر جاپان کے حملہ کرنے اور قبضہ کر لینے میں سہولت ہو جائے گی۔

"یہ بعید از قیاس ہے کہ حکام اس تحریک کا کسی مرکزی ہدایت کے تحت منظم طریق پر اور سیدھی طرح چلنا گوارا کریں۔ اگر ہم اس وقتی تشدد کا خیال نہ بھی کریں جو مناسب نگرانی نہ ہونے سے پیدا ہو سکتا ہے تو بھی ایک اور بڑا خطرہ موجود ہے کہ جب ذمہ دار لیڈر ہٹا دئے جائیں گے اور ان کی قیادت حاصل نہ ہوگی تو دشمن اس تحریک سے آسانی سے فائدہ اٹھا سکے گا اور اس سے اپنے ففتھ کالم کا کام لے سکے گا۔

"آپ جو کوئی تحریک بھی پیش کرتے ہم اس میں اختلاف رائے کے باوجود وفادارانہ حصہ لیتے بشرطیکہ اس تحریک میں وہ شدید اور خطرناک عواقب شامل نہ ہوتے جو اوپر دکھلائے گئے ہیں۔ اس بارے میں ہمارا ایقان اس قدر قوی ہے کہ ہم اس تجویز کی علانیہ مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ تاہم اس نوبت پر خیال کیا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ اقدام

ایک قسم کے احتجاج اور بین الاقوامی اپیل کا کام دے گا اور ملک کو کسی براہ راست اقدام پر مجبور کئے بغیر ہندوستان کے سیاسی سمجھوتے کی کوئی نئی راہ نکالے گا۔ اس خیال سے کہ ہماری پارٹی کی کسی کارروائی سے آپ کی اس تجویز کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو ہم اپنی مخالفت کا علانیہ اظہار نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس خط کے ذریعے آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ نے جو اقدام تجویز کیا ہے اس سے آپ باز رہیں (دستخط) سی راج گوپال اچاریہ۔ کے سنتانم۔ ایس رامانتھن۔ ڈاکٹر ٹی۔ ایس۔ ایس راجن"

مسٹر گاندھی کا جواب

سیواگرام۔ واردھا۔ ۲۰ جولائی ۱۹۴۲ء مائی ڈیر سی۔ آر۔ میں تمہیں خط لکھنے والا ہی تھا کہ تمہارا خط ملا۔ بے شک میں اس اعلیٰ درجے کے غور و فکر کو جو تمہارے خط سے ظاہر ہے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں تم چاروں کو یہاں آنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ تم مجھے اپنی محبت اور بحث و تمحیص سے اس چیز سے باز رکھ سکو جسے تم غلطی سمجھتے ہو۔ تمہاری ماہانہ آمد بھی تو اب واجب ہے تم جس روز بھی آنا چاہو آسکتے ہو۔ میں جس بارے میں تمہیں لکھنا چاہتا تھا وہ یہ ہے تم مسلمان دوستوں کو ساتھ لے کر ایک جماعت اس غرض سے کیوں نہیں بنا لیتے کہ اپنے سمجھوتے کے خیال کا پرچار کر سکو؟ کیا "ق۔ا" (قائد اعظم) نے میرے نوٹ کا کوئی جواب دیا؟ کیا تم ان کی پاکستان کی تشریح قبول کرتے ہو؟ آزادی کے بارے میں مشترک خیال کیا ہے؟ کسی سمجھوتے سے پہلے یقیناً بنیادی اصولوں کے بارے میں مفاہمت ضرور ہونی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ جاپانیوں کی طرف سے تمہارا خوف تمہیں اس سے زیادہ بری حالت میں پہنچا دے۔ باقی جب تم یہاں آؤ گے تو کہوں گا تم سب کو میرا پیار۔ باپو"

ضمیمہ ۳ (ا)

کانگریس ورکنگ کمیٹی واردھا کی ۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء کی منظور کردہ تجویز کی اصل عبارت

آئے دن کے واقعات اور جو تجربہ ہندوستان کے لوگوں کو ہو رہا ہے ان سے کانگریسیوں کے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے کہ اب ہندوستان میں برطانوی حکومت کا فوری اختتام ہو جانا چاہیئے

نہ صرف اس لئے کہ غیر ملکی تسلط اپنی بہترین صورت میں بھی بالآخر ایک عیب اور محکوم قوم کے لئے ایک مسلسل جراحت ہے بلکہ اس لئے بھی کہ محکوم ہندوستان از خود اپنی حفاظت میں بھی کوئی موثر حصہ نہیں لے سکتا ہے اور نہ انسانیت پر اس عالمگیر تباہی لانے والی جنگ پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے۔ اس لئے ہندوستان کی آزادی نہ صرف اس کے اپنے مفاد کے لئے بلکہ دنیا بھر کے امن کے لئے اور نازیت فسطائیت عسکریت نیز شہنشاہیت کی دوسری مختلف صورتوں کے خاتمہ اور ایک قوم کی دوسری قوم پر چیرہ دستی کی روک تھام کے لئے بھی ضروری ہے۔ عالمگیر جنگ کے چھڑنے سے لے کر اب تک کانگرس نے پریشان کن پالیسی سے خاص طور پر احتراز کیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی ستیہ گرہ کو غیر موثر بنانے کا خطرہ مول لے کر اس نے جان بوجھ کر اسے رسمی بنا دیا تھا۔ یہ صرف اس امید پر کہ اس کی پریشان نہ کرنے کی یہ پالیسی جو آخری منطقی حدود تک پھیلا دی گئی تھی قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی اور عوامی نمائندوں کو حقیقی اختیارات تفویض کر کے قوم کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ دنیا بھر میں نوع انسان کی آزادی کے لئے جو معرض خطر میں ہے پورا پورا حصہ لے سکے کمیٹی کو یہ بھی توقع تھی کہ سلبی اعتبار سے کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے گا جس سے برطانوی گرفت ہندوستان پر اور مضبوط ہو جائے۔

لیکن ان سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔ کرپس کی بے نتیجہ تجویز سے نہایت وضاحت کے ساتھ یہ چیز ظاہر ہو گئی کہ ہندوستان کے بارے میں برطانوی حکومت کے رویے میں کوئی فرق نہیں آیا اور برطانوی گرفت ہندوستان پر کسی صورت میں بھی ڈھیلی نہیں کی جا سکتی۔ سر اسٹیفورڈ کرپس سے مصالحتی گفتگو کرتے وقت کانگرس کے نمائندوں نے انتہائی کوشش کی کہ وہ قومی مطالبے سے مطابقت رکھنے والی قلیل سے قلیل رعایت بھی قبول کر لیں لیکن سب کوششیں رائگاں اور اکارت گئیں۔ اس مایوسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر میں برطانیہ کے خلاف ناراضی بڑھ رہی ہے اور جاپان کی فوجی کامیابیوں کو روز افزوں اطمینان کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔

ورکنگ کمیٹی کے نزدیک حالات کی یہ تبدیلی بڑے خدشے کی بات ہے اور اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دست درازی کو چپ چاپ قبول کر لیا جائے گا۔ کمیٹی کی رائے میں اس چیرہ دستی کی مقاومت ہونی چاہئے کیونکہ اس کے آگے ہتھیار ڈالنا ہندوستانیوں کی بے عزتی کے مترادف ہوگا اور ان کی محکومی برقرار رہے گی۔

کانگریس فکرمند ہے کہ ملایا سنگاپور اور برما کی سی صورت یہاں نہ پیدا ہونے پائے اور اسی لئے اس کی خواہش ہے کہ ہندوستان پر جاپانی یا کسی دوسری غیر ملکی طاقت کے حملے یا چیرہ دستی کی مقاومت کا انتظام کیا جائے۔ کانگریس برطانیہ کے خلاف موجودہ ناراضی کی جگہ خیر سگالی پیدا کر دے گی اور ہندوستان کو دنیا کی قوموں اور لوگوں کی آزادی کے مشترک مقصد میں ایک رضامند شریک کار بنا دے گی اور جو آزمائشیں اور مصائب اس مہم میں پیش آئیں ان میں بھی وہ برابر کا حصہ دار رہے گا۔ مگر یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ہندوستان آزادی کی حرارت محسوس کرے۔

کانگریس کے نمائندوں نے فرقہ وارانہ الجھن سلجھانے کی پوری پوری کوشش کی ہے لیکن غیر ملکی قوت کی موجودگی نے اس جھگڑے کا حل ناممکن بنا رکھا ہے۔ موجودہ غیر حقیقی صورت حال کو حقیقی اسی صورت میں بنایا جا سکتا ہے اور مختلف گروہوں اور پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے ہندوستانیوں کے لئے ہندوستانی مسائل سے نپٹنا اور باہمی مفاہمت سے انہیں حل کرنا تب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ غیر ملکی تسلط اور مداخلت کو پہلے ختم کر دیا جائے۔

موجودہ سیاسی گروہ جو خاص طور پر اس لئے بنائے گئے ہیں کہ برطانوی توجہ کو مبذول کرا سکیں اور اس پر زور ڈال سکیں یہ سب گروہ اس وقت غالباً باقی نہ رہیں گے۔ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ احساس پیدا ہوگا کہ والیان ریاست جاگیردار۔ زمیندار اور سرمایہ دار اور صاحب املاک لوگ اپنی دولت اور املاک کھیتوں اور کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والے ان مزدوروں اور کسانوں سے حاصل کرتے ہیں جو قوت اور اختیار کے اصلی حقدار ہیں۔ برطانیہ کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد ملک کے ذمہ دار مرد اور عورتیں اکٹھا مل کر ایک عارضی حکومت قائم کریں گے جو ہندوستانیوں کے تمام اہم فرقوں کی نمائندہ ہوگی اور وہ بعد میں ایک ایسی اسکیم تیار کرے گی جس سے نمائندہ اسمبلی طلب کی جا سکے گی تاکہ وہ ہندوستان کی ایسی حکومت جو ہندوستان کے ہر طبقہ کو منظور ہو قائم کرنے کے لئے ایک آئین تیار کرے۔ پھر آزاد ہندوستان کے اور برطانوی نمائندے آپس کے مشورے سے مستقبل کے تعلقات میں مطابقت پیدا کریں گے اور مشترکہ مقصد یعنی حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے مسئلہ پر غور کریں گے۔

کانگریس کی دلی خواہش یہ ہے کہ ہندوستان کو اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ حملہ کی روک تھام اپنے باشندوں کی متحدہ رضامندی اور قوت کی مدد سے کر سکے۔ کانگریس کا برطانوی

حکومت کے ہندوستان سے اٹھا لئے جانے کی تجویز پیش کرنے سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ برطانیہ عظمیٰ یا اس کی اتحادی طاقتوں کو پریشان کر کے انہیں اس جنگ کو جاری رکھنے سے باز رکھا جائے یا یہ کہ جاپان یا محوری گروہ کی کسی دوسری طاقت کی ہندوستان پر کسی دست درازی یا چین پر مزید دباؤ ڈالنے کے بارے میں ہمت افزائی کی جائے۔ اور نہ کانگریس کا یہ مدعا ہے کہ اتحادی طاقتوں کی دفاعی صلاحیتوں کو خطرے میں ڈالا جائے۔

اسی لئے کانگریس کو اتحادیوں کی مسلح فوجوں کا اگر وہ چاہیں تو ہندوستان میں ٹھہرے رہنا منظور ہے تاکہ وہ جاپانی یا دوسرے حملہ کا مقابلہ کر سکیں اور چین کی حفاظت اور امداد کر سکیں برطانوی اقتدار کے ہندوستان سے اٹھا لئے جانے کی تجویز کا مقصد یہ کبھی نہیں تھا کہ سارے برطانوی لوگ جسمانی حیثیت سے ہندوستان سے چلے جائیں اور خاص طور پر ایسے برطانوی لوگوں کا نکالنا یقیناً مقصود نہیں تھا جو ہندوستان کو اپنا گھر بنا کر شہریوں کی طرح یا ہندوستان کے دوسرے لوگوں کے برابر بن کر رہنا چاہیں۔ اگر یہ واپسی رضامندی سے ظہور پذیر ہو تو اس کے نتیجے کے طور پر ہندوستان میں ایک پائدار رہنے گی حکومت قائم ہو سکے گی اور حملے کی روک تھام اور چین کی مدد کے لئے بھی اس حکومت اور دوسری اتحادی اقوام کے درمیان تعاون ہو سکے گا۔ کانگریس جانتی ہے کہ اس راستے میں خطرات کا بھی امکان ہے۔ لیکن اسی قسم کے خطرے ہر ایک ملک کو اپنی آزادی کے حصول کے سلسلے میں پیش آتے ہیں اور پھر اس نازک مرحلے پر جب کہ ملک کو اور دنیا بھر کی آزادی کے مقصد کو اس سے بھی شدید تر خطرات سے بچانا ہے۔ اسی لئے اگر ایک طرف کانگریس اپنے قومی مقصد کے حصول کے لئے بے تاب ہے تو ساتھ ہی وہ کوئی جلد بازی بھی کرنا نہیں چاہتی اور حتی المقدور ایسے طرز عمل سے بچنا چاہتی ہے جو اتحادی قوموں کے لئے باعث پریشانی ہو۔ کانگریس حکومت برطانیہ سے بڑی خوش ہوگی اگر وہ اب کی اس نہایت معقول اور مبنی برانصاف تجویز کو منظور کر لے جو یہاں کی گئی ہے۔ یہ نہ صرف ہندوستان کے لئے مفید ہوگا بلکہ خود برطانیہ کا اور اس مقصد آزادی کا مفاد بھی اس میں مضمر ہے جس پر قائم رہنے کا اتحادی اقوام اعلان کرتی رہتی ہیں۔ اگر کانگریس کی یہ اپیل ناکام رہی، تو کانگریس کو سخت اندیشہ ہے کہ حالات کی موجودہ رفتار اور زیادہ مائل بہ خرابی ہوگی۔ اور حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے بارے میں ہندوستان کے ارادے اور طاقت میں بڑا ضعف واقع ہوگا۔ ایسی صورت میں کانگریس بادل ناخواستہ مجبور ہو جائے گی کہ وہ

اپنی وہ ساری اہنسائی قوت استعمال کرے جو اس نے سنہ ۱۹۲۰ء سے اب تک حاصل کی ہے جب کہ اس نے اپنے سیاسی حقوق اور آزادی کے حصول کے لئے اہنسا کی پالیسی اختیار کی تھی۔ ایسی وسیع جدوجہد لازمی طور پر مہاتما گاندھی کی قیادت میں کی جائے گی۔ چونکہ یہ مسائل خود ہندوستانیوں کے لئے بھی اور اتحادی قوموں کے لئے بھی نہایت اہم اور بے حد دور رس ہیں اس لئے ورکنگ کمیٹی اپنی ان تجاویز کو آخری فیصلہ کے لئے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے پاس پیش کرتی ہے۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس اس مقصد کے لئے بمبئی میں ۷ اگست ۱۹۴۲ء کو ہوگا

ضمیمہ ۳ (۲)

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی اس تجویز کی اصل عبارت جو ۸ اگست ۱۹۴۲ء کو منظور کی گئی

"ورکنگ کمیٹی نے اپنی جو تجویز مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے سامنے پیش کی اس کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے بنظر غائر دیکھا ہے اور بعد کے واقعات پر اور حالات جنگ کی رفتار پر اور برطانوی حکومت کے ذمہ دار مقرروں کی تقریروں پر اور جو نقد و نظر ہندوستان میں اور بیرون ملک ہوا ان سب پر بھی غور کیا ہے۔ کمیٹی اس تجویز کو منظور کرتی اور اس کی توثیق کرتی ہے۔ کمیٹی کی رائے یہ ہے کہ اس تجویز کے مابعد واقعات نے اس تجویز کے وجوب میں اور اضافہ کر دیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ ہندوستان سے برطانوی حکومت کا فوری خاتمہ نہ صرف ہندوستان کی خاطر بلکہ اتحادی قوموں کے مدعا کی کامیابی کے لئے بھی انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔ ہندوستان میں اس حکومت کا جاری رہنا ہندوستان کو ذلیل اور کمزور بنا رہا ہے کیونکہ اس سے ملک اپنی آپ حفاظت کرنے کی اہلیت روز بروز کھو رہا ہے اور عالمگیر آزادی کے حصول میں حصہ لینے کے ناقابل ہو رہا ہے۔

"روسی اور چینی محاذوں پر حالات کی ابتری کو کمیٹی تردد کے ساتھ دیکھتی ہے اور روسی اور چینی باشندوں کو جنہوں نے اپنی آزادی کی حفاظت میں سرفروشی دکھائی ہے اپنا احسان مند

اور اعتراف پیش کرتی ہے۔ اس بڑھتے ہوئے خطرے نے ان لوگوں کے لئے فرض بنا دیا ہے جو اپنی آزادی کے لئے کوشاں ہیں اور جن کی ہمدردیاں دست درازی کے ستم رسیدوں کے ساتھ ہیں کہ وہ اتحادی قوموں کی اس پالیسی کی بنیاد کا بغور معائنہ کریں جو وہ اب تک اختیار کئے رہی ہیں اور جس کی وجہ سے انہیں بار بار سخت ناکامی ہوئی ہے۔ ایسے مقاصد اور پالیسی اور طریقوں سے چمٹے رہنے سے ناکامیاں فتوحات میں تبدیل نہیں ہو سکتیں کیونکہ سابقہ تجربہ بتاتا ہے کہ یہ ناکامیاں اس طریقۂ کار کا لازمی جزو ہیں۔ ان پالیسیوں کی بنیاد آزادی پر اتنی نہیں ہے جتنی کہ محکوم اور مستعمراتی ممالک پر تسلط رکھنے اور شہنشاہی روایات اور طریقے کو جاری رکھنے پر۔ حکمران طاقت کی قوت اہلیت بڑھانے کے بجائے سلطنت کا قبضہ میں رکھنا ایک بوجھ اور ایک لعنت بن گیا ہے۔ ہندوستان جو جدید سامراج کی پرانی سرزمین ہے اس مسئلے کی جڑ بن گیا ہے کیونکہ ہندوستان کو آزادی ملنے ہی سے برطانیہ اور امریکہ کے متعلق کوئی رائے قائم کی جائے گی اور افریقہ اور ایشیا کے لوگوں میں اُمید اور ولولہ پیدا ہو گا۔

”پس اس ملک سے برطانوی حکومت کا ختم ہو جانا بڑا ضروری اور فوری مسئلہ ہے اور اسی پر جنگ کا مستقبل اور جمہوریت اور آزادی کی کامیابی منحصر ہے۔ آزاد ہندوستان آزادی کی اس مہم کو اپنے عظیم الشان ذرائع لگا کر جو نازیت فسطائیت اور سامراج کے مظالم کے خلاف استعمال ہوں گے یقیناً کامیاب بنا دے گا۔ اس سے نہ صرف جنگ کا پانسہ مؤثر طریق پر پلٹ جائے گا بلکہ تمام محکوم اور مظلوم انسانیت اتحادی قوموں کی حمایت پر ہو جائے گی اور ان قوموں کو جن کا ساتھی ہندوستان بھی ہو گا دنیا کی اخلاقی اور روحانی رہبری حاصل ہو سکے گی۔ محکوم ہندوستان برطانوی سامراج کی ایک نشانی بنا رہے گا اور سامراج کا کلنک کا ٹیکہ جملہ اتحادی اقوام کی قسمت پر اثر ڈالے گا۔

”موجودہ خطرے نے ہندوستان کی آزادی اور برطانوی تسلط کے ہندوستان میں ختم کر دئے جانے کو بہت ضروری بنا دیا ہے۔ آئندہ کے متعلق کوئی ضمانتیں یا مواعید موجودہ صورت حال پر اثر نہیں ڈال سکتے اور نہ اس خطرہ کا سد باب کر سکتے ہیں۔ عوام کے ذہن پر جو نفسیاتی اثر ہونا چاہیئے وہ اس قسم کے وعدوں سے نہیں ڈالا جا سکتا۔ صرف آزادی کی حرارت ہی کروڑوں لوگوں کے اس جوش اور طاقت کے بندھن کھول سکتی ہے جس سے فوراً جنگ کی کایا پلٹ جائے گی۔

"اس لئے آل انڈیا کانگرس کمیٹی پورے زور سے برطانوی طاقت کے ہندوستان سے چلے جانے کے مطالبے کو دھراتی ہے۔ ہندوستان کی آزادی کا اعلان ہونے پر ایک ہنگامی حکومت بنائی جائے گی اور آزاد ہندوستان اتحادی قوموں کا ساتھی بن جائے گا اور ہر اُس آزمائش اور مصیبت میں شریک ہوگا جو اس مشترک جنگ آزادی کی خاطر پیش آئیں۔ یہ ہنگامی حکومت ملک کی خاص خاص پارٹیوں اور اہم طبقوں کے تعاون ہی سے بن سکتی ہے۔ اس لئے یہ ایک ایسی مرکب حکومت ہوگی جو ہندوستانیوں کے تمام مشہور فرقوں کی نمائندہ ہوگی اس حکومت کا اولین فرض اپنے ساتھی دول کے ساتھ مل کر ہندوستان کی حفاظت کرنا اور اپنی پوری مسلح اور انسانی قوتوں کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ نیز کسانوں اور ان مزدوروں کی بہبود اور ترقی کو بھی بڑھانا ہوگا جو کھیتوں یا کارخانوں یا دوسری جگہوں پر کام کرتے ہیں کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ سارا اختیار اور ساری قوت اصل میں انہی کی ہونی چاہئے۔ یہ ہنگامی حکومت ایک نمائندہ اسمبلی کی اسکیم تیار کرے گی اور وہ نمائندہ اسمبلی حکومت ہند کا ایک ایسا آئین پیش کرے گی جو ہر طبقہ کے لئے قابل قبول ہو۔ کانگریس کے نقطۂ نظر کے مطابق یہ آئین ایک ایسا وفاقی آئین ہونا چاہئے جس میں شریک ہونے والے اجزا کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری کا حق اور مابقی اختیارات بھی حاصل ہوں۔ ہندوستان اور اتحادی اقوام کے مابین مستقبل کے تعلقات متعین کرنے کے لئے ان آزاد ملکوں کے نمائندے سب کے مفاد کو مدنظر رکھ کر اور حملے کی مقاومت کے مشترکہ کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے آپس میں صلاح مشورے کریں گے۔ آزادی ہندوستان کو اس قابل بنا دے گی کہ وہ بیرونی حملے کا مقابلہ موثر طریق پر ملک کے عوام کے متحدہ ارادے اور طاقت کے بل بوتے پر کر سکے۔

"ہندوستان کی آزادی ان دوسری ایشیائی اقوام کی آزادی کے لئے نمونہ اور پیش خیمہ ہوگی جو غیر ملکی تسلط کی محکوم ہیں۔ برما۔ ملایا۔ ہند چینی اور ولندیزی جزائر شرق الہند۔ ایران اور عراق کو بھی ضرور اپنی کامل آزادی ملنی چاہئے۔ یہ صاف طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ ان میں سے جو ملک اس وقت جاپان کے قبضے میں ہیں وہ بعد کو کسی اور استعماری دولت کے محکوم نہ بنائے جائیں گے اور نہ اس کے تصرف میں رہیں گے۔

"اگرچہ موجودہ خطرے کے وقت آل انڈیا کانگرس کمیٹی خصوصیت کے ساتھ صرف ہندوستان

کی آزادی اور حفاظت ہی سے گہرا تعلق خاطر رکھتی ہے تاہم کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ مستقبل کے امن اور صلح اور دنیا کی منضبط ترقی کے لئے ضروری ہے کہ آزاد قوموں کا ایک وفاق قائم ہو، کیونکہ بجز اس کے دنیا کے موجودہ مسائل کا حل کسی اور طریق سے ممکن نہیں۔ اس قسم کا عالمگیر وفاق اپنی ترکیبی اقوام کی آزادی کا ضامن ہوگا۔ اور اس کا اطمینان کرے گا کہ ایک قوم دوسری قوم پر دست درازی نہ کرنے پائے، اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے نیز قومی اقلیتوں کا تحفظ۔ گرے ہوئے رقبوں اور پس ماندہ لوگوں کی ترقی۔ ساری دنیا کے ذرائع کو سب کے مشترک مفاد کے لئے اکٹھا کرنا۔ ان سب امور کی ضمانت اس وفاق سے ہو جائے گی ایسے وفاق کے قیام سے سب ممالک میں تخفیف اسلحہ قابل عمل بن جائے گی۔ قومی افواج بحریہ اور ہوائیہ کی بھی آئندہ ضرورت نہ رہے گی اور دست درازی کی روک تھام ہو سکے گی۔

"آزاد ہندوستان بخوشی ایسے عالمگیر وفاق میں شریک ہو جائے گا۔ اور دوسرے ممالک کے برابر شریک کار کی حیثیت سے بین الاقوامی مسائل کے حل میں تعاون کرے گا۔

"اس وفاق کے دروازے ان ساری اقوام کے لئے کھلے ہونے چاہئیں جو اس کے بنیادی اصولوں سے متفق ہوں۔ جنگ کی وجہ سے یہ وفاق شروع شروع میں لازماً صرف اتحادی اقوام تک محدود رہے گا۔ اگر یہ اقدام ابھی ابھی کیا جائے تو جنگ پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑے گا۔ محوری ممالک کے باشندے بھی اس سے متاثر ہوں گے اور آنے والی صلح بھی اس سے ضرور اثر پذیر ہوگی۔

کمیٹی نہایت افسوس کے ساتھ یہ محسوس کرتی ہے کہ جنگ کے زبردست اور ہولناک تجربات کے باوجود اور ان خطروں کے ہوتے ہوئے بھی جو دنیا پر منڈلا رہے ہیں صرف چند حکومتیں ایسی ہیں جو عالمگیر وفاق کی جانب اس ضروری اقدام کے لئے تیار ہوں۔ برطانوی حکومت کے ردعمل اور غیر ملکی اخباروں کی گمراہ تنقید سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے بدیہی مطالبہ کی بھی مخالفت کی جا رہی ہے، حالانکہ یہ مطالبہ محض موجودہ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے تاکہ ہندوستان خود اپنی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائے اور روس اور چین کو اس آڑے وقت پر مدد دے سکے۔ کمیٹی کسی صورت سے بھی چین اور روس کی مدافعت میں خلل ڈالنا نہیں چاہتی کیونکہ ان ملکوں کی آزادی بڑی قیمتی ہے اور اسے بہر صورت محفوظ رکھنا چاہیئے۔ علیٰ ہذا کمیٹی کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ اتحادی قوتوں کی

دفاعی استعداد کو خطرہ میں ڈالا جائے لیکن ہندوستان کے لیئے اور ان ملکوں کے لیئے خطرہ بڑھتا جارہا ہے اور ایسے وقت میں ملک کی بے عملی اور بدیسی نظم و نسق کی محکومی ہندوستان کے لئے نہ صرف باعث شرم ہے بلکہ اس سے اپنی حفاظت کرنے کی قوت اور مقاومت کی تاب زائل ہو رہی ہے اور یہ چیز نہ تو اس بڑھتے ہوئے خطرے کا جواب ہے اور نہ اس سے اتحادی اقوام کی کوئی خدمت ہو سکتی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ اور اتحادی طاقتوں سے ورکنگ کمیٹی کی اس نہایت پرزور اپیل کا اب تک کوئی جواب نہیں ملا ہے۔ بعض غیر ملکی حلقوں میں جو تنقیدیں کی جارہی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حلقے ہندوستان کی نیز سارے عالم کی ضرورت سے کس حد تک لاعلم ہیں بلکہ بعض بعض حالات میں تو ہندوستانی آزادی کی مخالفت بھی کی گئی ہے جس سے نسلی تفوق اور تسلط کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے جو ایک ایسی غیر تمند قوم کے لئے ناقابل برداشت ہے جو اپنی طاقت اور اپنے حق کی صداقت کا پورا پورا ایقان رکھتی ہے۔

"آل انڈیا کانگرس کمیٹی اس آخری لمحہ میں ایک بار پھر دنیا کی آزادی کے لئے برطانیہ اور اتحادی قوموں سے اپنی اپیل دہراتی ہے۔ لیکن کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ اب وہ قوم کو ایک سامراجی اور تحکمانہ نظام حکومت کے خلاف جو اس پر مسلط ہے اور اسے اس کے اپنے مفاد اور بنی نوع انسان کے مفاد میں کام کرنے سے روکتا ہے اسے اٹھانے کی کوشش سے باز رکھنے میں حق بجانب نہیں ہے۔

"لہٰذا کمیٹی طے کرتی ہے کہ آزادی اور خود مختاری کے لئے ہندوستان کے حق غیر منفک کے استقرار کے طور پر جتنے وسیع پیمانے پر ممکن ہو ایک اہنسائی عمومی جدو جہد شروع کرنے کی منظوری دی جائے تاکہ ملک اس تمام اہنسائی قوت سے کام کرے جو اس نے پچھلے بائیس سال میں جمع کی ہے۔ ایسی مہم ناگزیر طور پر گاندھی جی کی قیادت میں ہونی چاہیئے۔ اور کمیٹی ان سے قیادت کی اور ضروری اقدامات میں قوم کی رہنمائی کی درخواست کرتی ہے۔

"کمیٹی ہندوستان کے لوگوں سے اپیل کرتی ہے کہ اس سلسلے میں جو خطرات اور مصائب اٹھانے پڑیں وہ ان کا ہمت و استقلال سے مقابلہ کریں اور گاندھی جی کی رہنمائی میں متحد رہیں اور ہندوستانی آزادی کے منظم سپاہیوں کی طرح ان کی ہدایات پر کاربند رہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اہنسا اس تحریک کی بنیاد ہے۔ ممکن ہے ایسا وقت آجائے جب ہدایات جاری کرنا ممکن نہ ہو یا ہدایات ہمارے لوگوں تک نہ پہنچ سکیں اور کانگرس کمیٹیاں اپنا کام نہ کرسکیں۔ جب

ایسا ہو تو ہر مرد اور عورت جو اس تحریک میں حصہ لے رہا ہو ان عام ہدایتوں کی حد میں رہتے ہوئے جو جاری کی گئی ہیں اپنی جگہ خود کام کرے۔ ہر ہندوستانی جو آزادی کا خواہاں ہے اور اس کے لئے کوشش کرتا ہے اپنا خود رہبر بنے اور اپنے آپ کو اس دشوار راستے پر گامزن رکھے جس میں کوئی آرام گاہ نہیں ہے اور جو بالآخر ہندوستان کی آزادی اور نجات کی منزل تک جاتا ہے۔ آخر میں اگرچہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی آزاد ہندوستان میں مستقبل کی حکومت کے بارے میں اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر چکی ہے آل انڈیا کانگرس کمیٹی تمام متعلقہ لوگوں پر یہ بات صاف واضح کر دینا چاہتی ہے کہ ایک عمومی جدوجہد جاری کر کے وہ کانگرس کے لئے کوئی طاقت نہیں حاصل کرنا چاہتی۔ جب طاقت حاصل ہوگی تو ہندوستان کے تمام لوگوں کے لئے ہوگی"۔

ضمیمہ نمبر ۴

صیغۂ راز ——— آندھرا صوبہ جاتی کانگرس کمیٹی

بزداڑہ ۔ ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء

حسب ذیل ہدایات تمام ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹیوں کے نام جاری کی جاتی ہیں۔ صدر صاحبان اور سکریٹریوں سے درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل طریق پر تنظیم کا کام فوراً شروع کر دیں مگر ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹیوں کو اختیار ہے کہ پیراگراف نمبر ا کے شرائط کے اندر رہ کر کارروائیوں میں اضافہ یا تنظیم کے طریق میں تبدیلی کر لیں ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹیوں سے درخواست ہے کہ اپنی پہلی رپورٹ ۸ اگست تک بھیج دیں اور اس کے بعد ہر ہفتہ بلا ناغہ اپنی رپورٹیں روانہ کرتے رہیں۔ جب یہ تحریک شروع ہوگی تو اس کی کامیابی بہت کچھ اس امر پر منحصر ہوگی کہ ہم اس کے شروع ہونے کے بعد سے اس میں کتنی تیزی سے جوش و خروش پیدا کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ تنظیم نہ صرف موثر ہو بلکہ اہل لوگوں کے ہاتھوں میں ہو اور جہاں جہاں ممکن ہو تسلسل برقرار رکھنے کا انتظام بھی کیا جائے۔

صوبائی کانگرس کمیٹی کے صدر اور سکریٹری اضلاع کا دورہ کریں گے اور جب تک وہ آزاد رہ سکیں گے تمام معاملات سے عملی واقفیت رکھیں گے۔

ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹیوں سے یہ بھی درخواست ہے کہ ابتدائی اراکین کے ذمہ جتنی رقمیں

باقی ہوں سب فوراً وصول کر لیں۔ صوبجاتی کانگرس کمیٹی کو جو رقم ملنی ہے وہ ۱۴ اگست ۱۹۴۲ء تک ضرور روانہ کر دی جائے۔

اگر کسی جگہ کانگرس کے کام کے لئے عطیئے جمع کئے جائیں تو ان کا ۲۵ فی صدی صوبہ جاتی کانگرس کمیٹی کو فوراً روانہ کر دیا جائے۔ اگر صوبہ جاتی کانگرس کمیٹی عطیوں کی وصولی میں خود حصہ لے تو بھی اسی شرح کا مطالبہ کیا جائے گا۔

(۱) ساری تحریک اہنسا پر مبنی ہے۔ کوئی ایسا کام جو اس ہدایت کے خلاف ہو ہرگز نہ کیا جائے۔ نافرمانی کے تمام کام علانیہ ہونے چاہئیں۔ پوشیدہ طور پر نہیں۔ (کھلم کھلا ہوں خفیہ نہ ہوں) ۔

(۲) تنظیم ـــــ ضلع کو مالگذاری کے ڈویژنوں یا تعلقوں کے لحاظ سے تقسیم کر کے اس کے چھوٹے چھوٹے حصے کر لئے جائیں اور ہر حصہ ایک ناظم کے سپرد کیا جائے۔ ناظم کو منتخب کانگریسی کارکنوں کی مدد دی جائے جو سرگرمی کے ساتھ مقام تاریخ اور کارکنوں وغیرہ کی تفصیلات کا انتظام کریں ان تنظیموں کی فہرستیں معہ ممکنہ تفصیلات کے صوبہ جاتی کانگرس کمیٹی کے دفتر کو فوراً روانہ کر دی جائیں ۔

حسب ذیل ہدایتوں پر فوراً عمل کیا جا سکتا ہے۔

۱ ـــ پروگرام کی مدون یعنی پورم بوک اور تاڑی والے درختوں اور قدرتی نمک کے ذخیروں شراب کی دوکانوں۔ ریلوے اسٹیشنوں۔ ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے تاروں۔ فوجی کیمپوں اور بھرتی کے مرکزوں وغیرہ کے متعلق اطلاعات فراہم کی جائیں ۔

۲ ـ ان لوگوں کی فہرست مرتب کی جائے جن کو مختلف کام سونپے گئے ہوں ۔

۳ ـ دیہاتوں میں پبلک جلسوں اور وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈے کا فوراً انتظام کیا جائے ۔

۴ ـ کانگرس کی قراردادوں اور مخالف پروپیگنڈے کے جوابات کی وسیع پیمانہ پر تشہیر کی جائے۔ شائد طباعت کا کام ممکن نہ ہو۔ لہذا نقلیں تیار کرنے کی مشینیں استعمال کی جائیں۔ اس سلسلے میں ضروری مواد اکٹھا کیا جائے مگر وقتاً فوقتاً صوبہ جاتی کانگرس کمیٹی کے فراہم کردہ مواد کا بھی اس میں اضافہ ہوتا رہے۔

(۳) نافرمانی کی شکلیں انفرادی۔ عمومی انفرادی، یا عمومی ہو سکتی ہیں ۔

(۴) پروگرام کی مدیں ۔

پہلا مجموعہ — پہلی منزل

(الف) امتناعی احکام کی خلاف ورزی

(ب) نمک چننا

(ج) خلاف قانون انجمنوں کا علانیہ ممبر رہنا

دوسرا مجموعہ — دوسری منزل

(الف) ترک موالات کی مدیں

وکلا وکالت چھوڑ دیں

طلبہ کالج چھوڑ دیں

جیوری کے ممبر اور اسیسر سمنوں کی تعمیل نہ کریں۔

(ب) سرکاری افسر جن میں دیہاتی عہدہ دار بھی شامل ہیں اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے دیں۔

تیسرا مجموعہ — تیسری منزل

مزدوروں کی ہڑتالوں کا انتظام کرنا

چوتھا مجموعہ — چوتھی منزل

(الف) پکٹنگ بدیسی کپڑے کی دوکانوں پر

(ب) شراب کی دوکانوں پر

(ج) تجارت اور صنعت کے غیر ملکی کارخانوں پر

پانچواں مجموعہ — پانچویں منزل

مندرجہ ذیل کاموں کی ممانعت نہیں ہے مگر ان کی تاکید بھی نہیں کی جاتی ان پر صرف اسی منزل پر غور کیا جائے۔

(۱) صرف زنجیر پر کھینچ کر ریلیں روکنا

(۲) بلا ٹکٹ سفر کرنا

(۳) تاڑی والے درخت کاٹ ڈالنا۔

(۴) ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے تار کاٹنا

نوٹ — ریل کی پٹریاں نہ اکھاڑی جائیں اور نہ ریل کی سڑک میں کوئی رکاوٹ پیدا کی جائے۔ اس کا خاص لحاظ رکھا جائے کہ کوئی جان نہ ضائع ہونے پائے (۱)

چھٹا مجموعہ ـــــ تقریباً آخری منزل

(الف) ٹیکسوں کی عدم ادائگی میونسپل ٹیکسوں کو چھوڑ کر۔ خاص کر زمینداری لگان ہرگز نہ دیا جائے اگر زمیندار تحریک میں شریک نہ ہو۔

(ب) فوجی سپاہیوں کے خلاف پکٹنگ

سزائیں ـــــ جب لوگ جیل بھیجے جائیں تو وہ حسب معمول خاموش نہ رہیں بلکہ انہیں یہاں بھی اپنے کام اور درپند ہڑتالوں (!) کے ذریعہ نافرمانی جاری رکھنی چاہیئے ۔ بھوک ہڑتالیں بھی کی جائیں لیکن رضاکارانہ طور پر اور فرد کی ذاتی ذمہ داری پر تا کہ اس طرح قربانی کی شان دوبالا ہو جائے۔

تنبیہہ ـــــ ۹۹ فی صدی امکان یہ ہے کہ مہاتماجی جلد ہی اور شاید آل انڈیا کانگرس کے بمبئی والے اجلاس کے چند ہی گھنٹے بعد یہ تحریک جاری کر دیں گے۔ ضلع کانگرس کمیٹیوں کو تیار رہنا چاہیئے اور فوراً عمل شروع کر دینا چاہیئے لیکن مہربانی کر کے اس کا لحاظ رکھیں کہ جب تک مہاتماجی طے نہ کریں کوئی تحریک نہ شروع کی جائے اور نہ کوئی کام علانیہ کیا جائے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ عین وقت پر اس کے خلاف فیصلہ کریں اور آپ ایک خلاف اجازت غلطی کے ذمہ دار ہوں۔ اس لئے آپ تیار ہو جائیں۔ فوراً تنظیم کریں۔ ہوشیار رہیں مگر کوئی اقدام ہرگز نہ کریں۔

ضمیمہ نمبر ۵

"آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا بارہ نکتوں والا پروگرام" اور اس کا موازنہ مسٹر گاندھی کی گرفتاری سے پہلے کی تحریروں اور بیانات سے

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات	بارہ نکتوں والا پروگرام
	ہدایت نمبر ا ـــ سارے ملک میں ہڑتال ہو گی، ہندوستان بھر کے تمام شہروں اور دیہاتوں میں ہڑتال بالکل پرامن ہو گی۔

بارہ نکتوں والا پروگرام

یہ ہڑتال گاندھی جی اور کانگرس کے صدر اور ورکنگ کمیٹی کے ممبروں کی گرفتاری پر ملک کے احتجاج کا مظاہرہ ہوگی۔ ساتھ ہی یہ ہڑتال ہمارے اس عزم کا ثبوت ہوگی کہ گاندھی جی کی گرفتاری سے جو تحریک شروع ہوئی ہے اسے ہم جاری رکھیں گے اور انجام تک پہنچائیں گے اگر ہڑتال میں حصہ لینے پر کچھ سزائیں ہوں تو ان کو بسر وچشم قبول کرنا ہے۔ شہروں اور دیہاتوں میں شام کو ایک جلسہ ہوا کرے گا جہاں ہم "ہندوستان چھوڑ دو" والا کانگرس کا پیغام پیش کریں گے۔ اگر جلسوں پر امتناعی احکام ہوں گے تو ان کی خلاف ورزی کرنی چاہئے۔

ہدایت نمبر ۲ — نمک ہماری زندگی کی ایک شدید ضرورت ہے۔ ہمارے ہم وطنوں کو خواہ ساحلوں پر یا اندرون ملک نمک بنانے کے بارے میں اپنے کو آزاد سمجھنا چاہئے۔ نمک بنانے کے خلاف جو قوانین ہیں ان کی خلاف ورزی کرنا چاہئے اور نتیجے بھگت لینا چاہئے۔

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

(۲) "نمک کے قحط کے متعلق یہ کہ قانون کلیتہً عوام کے موافق نہیں ہے مگر حق پورا پورا ان ہی کے ساتھ ہے . . . میں ان کو مشورہ دوں گا کہ چالان کا خطرہ مول لے کر بھی نمک بنائیں۔ ضرورت کے سامنے قانون کوئی چیز نہیں" (ہریجن ۲۸ جون ۱۹۴۲ء)

"پروگرام میں سخت اہنسائی قسم کی ہر وہ کارروائی شامل ہے جو عموماً تحریک میں ہوتی ہے۔ لہذا وہ باتیں بھی جن کا تم نے ذکر کیا ہے (مثلاً قانون نمک کی خلاف ورزی اور سرکاری ملازموں اور مزدوروں کو کام سے ہٹا لینا) بلا شبہ شامل ہیں"

بارہ نکتوں والا پروگرام

ہدایت نمبر ۳۔ ہماری یہ جدوجہد وسیع ترین پیمانے پر "اہنسائی عدم تعاون" ہے وہ کروڑوں انسان جو ۷ لاکھ دیہاتوں میں بستے ہیں ان ہی کے بل پر ہماری تحریک چلائی گئی ہے۔ ان کو سب سے بڑا اور سب سے اہم کام کرنا ہے۔ ان کو اس بدیسی نظم و نسق سے قطعی عدم تعاون کرنا چاہئے جس نے ان کو غلامی اور ذلیل ترین افلاس میں مبتلا کر دیا ہے۔ وقت آنے پر ان کو مالگذاری دینے سے بھی انکار کر دینا چاہئے جہاں زمیندار ہو وہاں زمینداروں کا حصہ ان کو دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ زمیندار عوام کا شریک ہو جائے اور حکومت کے ساتھ عدم تعاون کرے۔

ہدایت نمبر ۴۔ طلبہ اس تحریک کے ہراول ہیں۔ ان کا مقدس فریضہ یہ ہے کہ وہ ملک کے طول و عرض میں بسنے والے کروڑوں بے زبانوں کو ابھاریں اور ان میں جان پیدا کریں یہ تو بالکل خلاف

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

ہریجن (۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء)

(۳) "**اہنسائی عدم تعاون** ہر قسم کی تشدد آمیز جنگ کا موثر ترین بدل ہے اگر پوری قوم اہنسائی اقدام شروع کر دے تو وہ پوری طرح کامیاب ہو سکتی ہے"۔ ہریجن (۲۶ اپریل ۱۹۴۲ء)

"میں جس بات کی امید اور کوشش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ عمومی مطالبے کے لئے عوام میں ایک بے پناہ جذبہ پیدا ہو جائے اور خصوصی طبقے ذہانت کے ساتھ اس کو لبیک کہیں" ——
ہریجن (۱۴ جون ۱۹۴۲ء)

"اگر (انگریزوں) کا اخراج واقع بھی ہوا تو وہ صرف اہنسائی دباؤ کا مرہون منت نہ ہوگا . . . لہذا ہم برطانوی حکمرانوں کے اقتدار سے اس طرح بھی سرتابی کر سکتے ہیں کہ ٹیکس دینے سے انکار کر دیں۔ نیز اور بھی بہت سے طریقے ہیں"۔ ہریجن (۵ جولائی ۱۹۴۲ء)

(۴) "طلبہ کے متعلق میں نے ابھی کوئی تجویز نہیں بنائی ہیں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الوقت وہ اس تحریک میں حصہ لیں مگر یہ ضرور چاہتا ہوں کہ طلبہ اور اساتذہ اپنے میں جذبہ آزادی پیدا

بارہ نکتوں والا پروگرام

قیاس ہے کہ وہ اس زبردست جنگ آزادی کا جو ان کے گرد و پیش جاری ہے چپ چاپ تماشا دیکھتے رہیں گے۔ سولہ سال سے اوپر والے طلبہ کو چاہیئے کہ وہ کالج اور یونیورسٹیاں چھوڑ دیں اور اس اہنسائی جد و جہد کو کامیاب انجام تک پہنچائیں۔ وہ ہمارے ملک کا دماغ ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا لیڈر ان سے کیا چاہتا ہے۔ ہمارے لیڈر گرفتار ہو چکے ہیں۔ جو باقی ہیں ۔۔ اگر ان پر اور بری گزری تو وہ بھی جلد پکڑ لئے جائیں گے اس خلا کو طلبا ہی مناسب طریقے سے پر کر سکتے ہیں۔ یقین ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کام کا اہل ثابت کر دیں گے جو ان کے سپرد ہوا ہے۔

ہدایت نمبر ۵ ۔۔۔ سرکاری ملازمین کو ایک سخت انتخاب درپیش ہے۔ حکومت اور عوام کے درمیان اس جنگ میں ان کی جگہ کیا ہے؟ کیا ان کو ایسے وقت میں جب کہ ملک ایک مہلک جنگ میں مصروف ہے محض پیٹ پالنے کی خاطر ملک سے غداری کرنی چاہیئے؟ کیا یہ ان کا فرض

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

کر لیں۔ ان کو کانگرس کے شانہ بشانہ رہنا چاہیئے اور اپنے میں یہ کہنے کی جرات پیدا کرنا چاہیئے کہ وہ کانگرس کی حمایت میں ہیں اور جب ان کو بلایا جائے تو خوشی خوشی اپنی تعلیم اور اپنے مستقبل کو تج کر دل سے تحریک کی مدد کو آجائیں"۔

(آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے جلسہ بمبئی میں بتاریخ ۸ اگست ۱۹۴۲ء)

"پروگرام میں سخت اہنسائی قسم کی ہر وہ کارروائی شامل ہے جو عمومی تحریک میں ہوتی ہے لہذا وہ باتیں بھی جن کا تم نے ذکر کیا ہے (مثلاً قانون نمک کی خلاف **ورزی اور سرکاری ملازموں اور مزدوروں کو کام پر سے ہٹا لینا**) بلاشبہ شامل ہیں"۔

ہریجن ۔۔ (۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء)

بارہ نکتوں والا پروگرام

ہوسکتا ہے کہ وہ لوگوں کو دبائیں یا ان سے غداری کریں ؟ وہ حال اور مستقبل کی نسلہا نسل کی دعائیں لینا چاہتے ہیں یا بددعائیں ؟ جس نظام حکومت نے انہیں دال روٹی سے لگایا ہے وہ چند روز کا مہمان ہے۔ گرتی دیوار کا سہارا ہی کیا !

وہ لوگ جن میں اتنی سکت نہیں کہ مستعفی ہو جائیں ان میں کم سے کم ان احکام کی نافرمانی کی ہمت تو ہونا چاہئے جن کا مقصد ہمارے لوگوں کو دبانا اور کچل ڈالنا ہے۔ اگر خلاف ورزی کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ برخاست کر دیئے جائیں تو ان کو یہ برخاستگی خوشی خوشی قبول کر لینی چاہئے۔ ہر ایسی برخاستگی اس سلطنت کے تابوت میں ایک اور کیل ہوگی جو ہمارا گلا دبائے ڈال رہی ہے۔

ہدایت نمبر ۶۔ جیسا کہ گاندھی جی نے کہا ہے فوج کے ہر سپاہی کو چاہئے کہ اپنے آپ کو کانگریسی تصور کرے۔ اگر اس کا افسر کوئی ایسا حکم نافذ کرے جو ایک کانگریسی کی حیثیت سے اس کے ضمیر کو دکھ پہنچائے تو اسے چاہئے کہ

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

" سرکاری ملازموں کو مستعفی ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن انہیں چاہئے کہ حکومت کو لکھ بھیجیں کہ وہ کانگریس کے ساتھ ہیں "۔ (آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جلسۂ بمبئی میں بتاریخ ۸ اگست سنہ ۱۹۴۲ء)

(۶) " سپاہیوں کو بھی اس کا اعلان کر دینا چاہئے کہ وہ کانگریسی ہیں مگر صرف اپنی روزی کی خاطر نوکری کر رہے ہیں اور اگر ان سے ہندوستانیوں پر گولی چلانے کو کہا جائے تو ان کو یہ کہہ کر انکار کر دینا چاہئے کہ وہ جاپانیوں سے لڑنے کو تیار

بارہ نکتوں والا پروگرام

اس کی نافرمانی کرے اور ایسا کرنے میں
جو نتائج ہوں ان کا خندہ پیشانی سے
استقبال کرے۔ ان کے فرائض میں
یہ ہرگز شامل نہیں ہو سکتا کہ وہ پر امن
جلوسوں اور جلسوں اور اہنسائی مجمعوں
پر لاٹھی چارج کریں۔ آنسو لانے والی
گیس چھوڑیں۔ یا گولی چلائیں۔ ہندوستان
ان سے آس لگائے ہوئے ہے کہ وہ
اس بڑی جدوجہد میں اپنے شایان
شان حصہ لیں گے۔ دوسرے ملکوں
میں جب عوام۔ دیسی یا بدیسی بدنظمی
اور ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے
تو ہمیشہ ان کے ہم وطن سپاہیوں نے
عوام کا ساتھ دیا ہے۔ ہندوستانی
سپاہیوں کو بھی ان کی شاندار مثال
کی تقلید کرنا چاہیئے۔

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

ہیں" (آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس
بمبئی میں۔ بتاریخ ۸ اگست ۱۹۴۲ء)

ہدایت نمبر ۷۔ دیسی ریاستیں ہندوستان
کا جزو ہیں۔ یہ تحریک آج ان کے لئے
بھی ویسی ہی ہے جیسی اس حصہ ملک
کے لئے جس کو برطانوی ہندوستان کہا
جاتا ہے۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی میں
گاندھی جی نے والیان ریاست سے
بھی اپیل کی کہ وہ عوام کا ساتھ دیں
اور اس مشترکہ جوئے کو اتار پھینکیں۔

(۷) "کیا والیان ریاست زمانہ کا ساتھ دیں گے
یا سامراجی رتھ کے پہیئے سے بندھے
رہیں گے۔؟ اگر وہ پوری ہمت سے کام
لیں اور عوام کا ساتھ دیں تو وہ بے
دخلی کا خطرہ بھی مول لے سکتے ہیں...
کیا والیان ریاست اور رئیس۔ زمیندار
اور تجار پیشقدمی کریں گے؟
پیشقدمی کرنا ان ہی لوگوں کا کام ہے

بارہ نکتوں والا پروگرام

والیان ریاست اس اپیل کا جو چاہے جواب دیں مگر ہمارے ریاستی بھائیوں کو چاہئے کہ اس تحریک کو اپنی ہی تحریک سمجھیں۔ ان کی لڑائی والیان ریاست سے نہیں ہے بلکہ اس بدیسی حاکم سے ہے جس نے ان کو اور رعایا کو غلام بنا رکھا ہے۔ اگر والیان ریاست نے بدیسی حاکم کا ساتھ دیا تو رعایا کا یہ ایک بہت تکلیف دہ فریضہ ہوگا کہ وہ والیان ریاست اور بدیسی حاکم دونوں کے خلاف جنگ شروع کردیں

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

نہ کہ "بے زروں" کا ۔۔۔ اگر زردار" جو دراصل عظیم الشان برطانوی قوت کے ستون ہیں اپنا کھلا ہوا فرض پہچان لیں تو برطانوی قوت کو جھکنا ہی پڑے۔ میں نے ستونوں کے جنبش میں آنے سے نا امید ہو کر ہی ان عوام کو حرکت دی ہے جن پر یہ ستون قائم ہیں"

ہریجن ۔۔ (۲۱ اگست ۱۹۴۲ء)

"والیان ریاست برطانوی قوت کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد چھ سو ہے یا کچھ زائد۔ مگر جیسا کہ تم کو معلوم ہے ان کو حاکم قوت نے اس لئے پیدا کیا تھا کہ دیسی ہندوستان اور برطانوی ہندوستان میں امتیاز پیدا ہو جائے ۔۔ کانگرس ان کی نمائندگی کا بھی دعویٰ کرتی ہے ۔۔ والیان ریاست کچھ بھی کہیں مگر ان کی رعایا تصدیق کرے گی کہ ہم اسی چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں جو ان کو بھی مطلوب ہے۔ اگر ہم اس جدوجہد کو اس طرح پر چلائے جائیں جیسا کہ میں چاہتا ہوں تو اس کی بدولت والیان ریاست کو ان کی امیدوں سے بہت کچھ بڑھ کر مل رہے گا ۔۔ میں بعض والیان ملک سے ملا ہوں۔ انہوں

بارہ نکتوں والا پروگرام

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

نے یہ کہہ کر اپنی بے چارگی کا اظہار کیا کہ ہم
ان سے زیادہ آزاد ہیں کیونکہ ان کو تو
قوت بالادست بے دخل کر سکتی ہے۔
(آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے جلسہ بمبئی
میں بتاریخ ۸ اگست ۱۹۴۲ء)
"والیان ملک کو معلوم ہونا چاہیئے کہ
میں صمیم قلب سے ان کا بہی خواہ ہوں۔
ان کو موقع کے شایان شان کام کرنا
چاہیئے۔ ان کو انتظام حکومت کی ذمہ داری
میں رعایا کو شریک کرنا چاہیئے۔ انہیں
زمانے کی ہوا پہچاننا چاہیئے۔ اگر وہ یہ
نہ کر سکے تو آزاد ہندوستان میں ان کی
کوئی جگہ نہ ہوگی۔ والیان ملک کو اپنی
مطلق العنانی چھوڑ دینا چاہیئے۔۔۔
ان کی بقا کا انحصار صرف ان کی رعایا
کی رضا پر ہے۔ میں والیان ریاست
سے یہ پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کیا
وہ ہندوستان کو آزاد دیکھنا نہیں
چاہتے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو
انہیں آگے آنا چاہیئے۔ اگر جواب
نفی میں ہو تو میں بے جھجک کہتا ہوں
کہ قوت بالادست کبھی ان کی مدد کو نہ
آسکے گی کیونکہ اس قوت کا خود ہی
وجود نہ ہوگا۔ رہا سنی رعایا کو ذمہ دار

بارہ نکتوں والا پروگرام

ہدایت نمبر ۸ — ہماری عورتیں اس اہنسائی جدوجہد میں کتنا فیصلہ کن اور زبردست حصے لے سکتی ہیں اس پر گاندھی جی نے بار بار زور دیا ہے — گاندھی جی کی امیدوں کو پورا کرنا اب انہی کا کام ہے۔ اگر وہ اس جدوجہد میں ان اہنسائی قربانیوں اور مصائب کو برداشت کرنے کی قوت بھی شامل کر دیں جن کی وہ اہل ہیں تو یہ جدوجہد بہت جلد انجام کو پہنچ جائے — ہندوستان کی تاریخ کے اس نازک دور میں لوگوں میں روح اور قوت عمل پھونکنا انہی کا حصہ ہونا چاہئے۔

ہدایت نمبر ۹ — ملک کے ہر مرد اور عورت کو اپنے ساتھ ایک بلّہ رکھنا چاہئے جس پر "کرو یا مرو" لکھا ہو۔ یہ ہمارے اس عزم کا اعلان ہو گا کہ یا تو آزاد ہی ہو جائیں گے یا اس کوشش میں مر جائیں گے۔

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

حکومت فوراً ملنی چاہئے ۱؎
(آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے جلسۂ بمبئی میں بتاریخ ۸ اگست ۱۹۴۲ء)

(۹) "اگر وہ (اتحادی) یہ نہ کریں (کہ انصاف کے راستہ میں پہلا قدم اٹھا کر اپنا معاملہ ہر اعتراض سے بالاتر بنا لیں) تو انہیں ان لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا جو ان کی حکومت برداشت نہیں کر سکتے اور اس سے نجات پانے کی خاطر مر جانے کو تیار ہیں"
ہریجن (۲ اگست ۱۹۴۲ء)

بارہ نکتوں والا پروگرام	مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات
	"اگر میں کرسکتا تو ہندوستان۔ برطانیہ۔ امریکہ اور ساری دنیا کو بشمول محوری طاقتوں کے اہنسائی بنا لیتا۔ مگر یہ انسانی قوت کے بس کا نہیں۔ یہ خدا کے ہاتھ ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں صرف یہی کرسکتا ہوں کہ کروں یا مروں" ہریجن۔ (۹ اگست ۱۹۴۲ء)
	"مجھے بیوی۔ دوستوں۔ دنیا۔ غرض کہ ہر چیز کو چھوڑنا پڑے گا۔ ۔ اگر تمام اتحادی قومیں میری مخالف ہوں، اگر سارا ہندوستان بھی مجھے سمجھانے کی کوشش کرے کہ میں غلطی پر ہوں۔ تب بھی میں بڑھا چلا جاؤں گا صرف ہندوستان ہی کی خاطر نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے۔ میں نے کانگرس کی طرف سے عہد کرلیا ہے اور کانگرس "کریگی یا مرجائے گی" (آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے جلسہ بمبئی میں بتاریخ ۸ اگست ۱۹۴۲ء)
ہدایت نمبر ۱۔ یہ ایک ایسی جدوجہد ہے جس میں ہندوؤں۔ مسلمانوں سکھوں پارسیوں اور عیسائیوں سب کو حصہ لینا ہے آزادی کی جنگ میں نسلی یا فرقہ واری امتیاز کی کوئی جگہ نہیں۔	(۱۰) "میری بڑی خواہش ہے کہ ہندوستان کے تمام متنازع عناصر اور مفادات ہندوستان کو بدیسی تسلط سے آزاد کرانے کی ایک متحدہ کوشش کریں" ہریجن۔ ۲۴ مئی ۱۹۴۲ء

بارہ نکتوں والا پروگرام

ہوتی اگر فرقہ وارانہ رقابت ہو بھی تو اس کا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ اس زبردست کام میں زیادہ قربانی اور تکلیف کون برداشت کرتا ہے۔

تمہید اور ہدایت نمبر ۱۱۔ مہاتما گاندھی کے گرفتار ہو جانے سے اب ملک کی ہر عورت اور مرد ان کا جانشین بن گیا ہے۔ فتح یا موت یہ ہندوستان کے ہر سپوت اور سپوتری کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ ہم جیئیں گے تو آزاد ہو کر اور مریں گے تو آزاد ہو کر جب تک گاندھی جی جیل میں ہیں ہمیں چین نہیں آسکتا۔

یہ ہماری آخری جد و جہد ہے۔ اگر سب اپنا اپنا فرض پورا کریں تو جد و جہد دو مہینے میں انجام کو پہنچ سکتی ہے۔ ہر طبقہ کے لوگوں کو جنگ میں شرکت کی

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

"یہ لڑائی سارے ہندوستان کے مفاد کے لئے تجویز کی گئی ہے۔۔۔ وہ قوت چھیننے کی خاطر نہیں لڑیں گے بلکہ بدیسی اقتدار کو ختم کرنے کی خاطر۔ اس میں چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔۔ تحریک کا صرف ایک مقصد ہے۔ وہ یہ کہ برطانوی قوت کو ہٹا دیا جائے۔ مسلمان جو پاکستان اور ساتھ ہی آزاد ہندوستان کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں ایسی تحریک میں کیوں نہ شامل ہو جائیں"
ہریجن (۱۲ جولائی ۱۹۴۲ء)

(۱۱) "میں ایک غیر فطری تسلط کا بغیر کشت و خون کے خاتمہ کرنا چاہتا ہوں اور ایک نئے دور کا مطالبہ کرتا ہوں"
ہریجن (۱۷ مئی ۱۹۴۲ء)

"ہندوستان میں برطانوی حکومت خواہ کسی طرز یا شکل میں ہو ختم ہو جانی چاہیئے۔ اب تک حاکم کہتے رہے ہیں ہم ابھی ہٹ جائیں اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ زمام سلطنت کس کے ہاتھوں میں سونپیں میرا جواب یہ ہے "ہندوستان کو خدا پر چھوڑ دو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اسے نراج کے حوالے کر دو"
(ہریجن ـ ۲۴ مئی ۱۹۴۲ء)

بارہ نکتوں والا پروگرام

دعوت دی جاتی ہے۔ کروڑوں کو یہ جرأت کرنا ہے کہ ہندوستان کے بندھنوں کو توڑ ڈالیں۔ اس جدوجہد میں وہ تمام کارروائیاں ہوں گی جو ایک اہنسائی عمومی تحریک میں ہو سکتی ہیں۔ کوشش کیجئے کہ ہماری جدوجہد میں نت نیا زور پیدا ہوتا رہے یہاں تک کہ یہ ایک بے پناہ قوت ہو جائے اور ہم اپنا پچھلا ورثہ واپس حاصل کر سکیں۔ اس پیام کی لاج رکھئے جو گاندھی جی نے چھوڑا ہے۔ "کرو یا مرو"

برطانوی حکومت کو ختم کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اہنسا پر شدت سے کاربند رہتے ہوئے اس مقصد کے حصول میں جو چیز بھی مدد دے وہ سزاوار اور جائز ہے۔ صوبہ جات میں لوگوں کو ان تمام اہنسائی طریقوں کو سوچنا اور اختیار کرنا چاہیئے جو حکومت کے نظم و نسق کو معطل کر سکیں۔ ہر شخص اب خود اپنا رہبر اور رہنما ہے۔ تمام صوبوں کو اس تحریک کے چلانے میں پوری صوبائی خودمختاری حاصل ہے۔ وہ صرف اہنسا پر وفاداری سے عمل کرتے رہیں تو جدوجہد بخیر و خوبی تمام ہوگی۔ اس

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

"اور اب جب تک نفرت کم نہ ہو جائے تب تک انتظار بھی ممکن نہیں۔ ملک کو اس ذلت آمیز نفرت کی فضا سے پاک کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ یہ نفرت زدہ حکومت ہٹا لی جائے۔ وجہ نہ رہے گی تو نفرت بھی ختم ہو جائے گی۔۔۔ اس جدوجہد میں ہر خطرہ مول لینا ہے تاکہ یہ سب سے بڑا مرض زائل ہو سکے۔ یہ مرض جس نے ہماری مردانگی کو سلب کر لیا ہے اور ہمیں یہ محسوس کرا دیا ہے کہ ہمیں ہمیشہ غلام ہی رہنا ہے۔ یہ ایک ناقابل برداشت کیفیت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ علاج مہنگا پڑے گا نجات حاصل کرنے کے لئے جو بھی قیمت دینا پڑے زیادہ نہیں"

ہریجن (۳۱ مئی سنہ ۱۹۴۲ء)

"ہم چاہتے ہیں کہ (برطانوی) حکومت بالکل ختم ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ وہ زہر ہے جو ہر اس چیز کو خراب کر دیتا ہے جس سے وہ چھو جائے۔ اور یہی وہ روک ہے جو ہر قسم کی ترقیوں کی راہ میں حائل ہے۔ اس (کام) کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ علم ہو جانا کہ یہ تسلط ہر اس برائی سے

بارہ نکتوں والا پروگرام

جد و جہد میں خوف کی کوئی گنجائش نہیں اسے دلوں اور دماغوں سے نکال دینا چاہئے۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے آپ کو آزاد محسوس کرے اور ایسا ہی عمل بھی کرے۔ اس عمل کی بدولت ہم پر جو مصائب نازل ہوں ہمیں بخوشی برداشت کرنا چاہئیں۔ ہمارے لیڈروں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اب جو باقی ہیں ان کو اپنا اپنا فرض پورا کرنا ہے۔ جد و جہد کو جاری رکھنے کا کام اب ان ہی کا ہے اور ان کو یہ کام اپنے شایان شان طور پر کرنا چاہئے۔

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

زیادہ بڑی برائی ہے جس کا ہم تصور بھی کر سکتے ہیں اور اس سے ہم کو نجات پانا ہے خواہ اس کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے . . . . دوسرے ان بندھنوں کو توڑ دینے کا عزم راسخ مجھے ان بائیس برسوں میں اس بات کا خیال رہا۔ (یعنی اس کے نتیجے کے طور پر جو ہرج ہوگا) میں نے مدتوں انتظار کیا کہ ملک میں اہنسا کی ایسی قوت پیدا ہو جائے جو بدیسی جوے کو اتار پھینکے مگر اب میرے رویہ میں تبدیلی آگئی ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب میں انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر میں انتظار کرتا رہوں تو قیامت تک مجھے انتظار ہی کرنا پڑے۔ کیونکہ وہ تیاری جس کے لئے میں نے کام بھی کیا ہے اور دعا بھی مانگی ہے شاید کبھی پوری نہ ہو سکے اور میں اس عرصے میں ان شعلوں میں گھر کر ان کا شکار ہو جاؤں جو ہم سب کو لپٹنے کے لئے لپک رہے ہیں۔ اسی لئے میں نے طے کیا ہے کہ ان کھلے ہوئے خطرات کے باوجود جو اس میں ہیں مجھے لوگوں سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ غلامی کا مقابلہ کریں . . . . لوگوں

بارہ نکتوں والا پروگرام

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

میں میری جیسی اہنسا نہیں ہے لیکن میری اہنسا سے ان کو مدد ملنی چاہیئے۔ ہمارے چاروں طرف ایک منظم نراج برپا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انگریزوں کے یہاں سے چلے جانے یا ان کے ہماری بات سننے سے انکار کرنے اور ہمارے ان کے اقتدار سے ٹکر لینے کے اس فیصلہ سے جو نراج پیدا ہوگا وہ موجودہ نراج سے کسی طرح بُرا نہ ہوگا۔ آخر نہتے لوگ کوئی بڑے خوفناک قسم کا تشدد یا نراج تو پیدا نہیں کر سکتے ... لیکن چپ چاپ بیٹھے یہ دیکھا کرنا کہ ایک امکانی بدیسی حملے کو روکنے کے نام سے اتنا تشدد برپا کیا جا رہا ہے میری برداشت سے باہر ہے .... مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ لوگ جو مجھے سمجھ نہیں سکتے یا سمجھنا نہیں چاہتے وہ بھی اپنے تجربات کی روشنی میں سمجھ جائیں گے بشرطیکہ وہ موجودہ آفت سے زندہ سلامت بچ نکلے۔"

(راشٹریہ یووک سنگھ میں گاندھی جی کی تقریر کی رپورٹ مہادیو ڈیسائی کے قلم سے) "ہریجن" (۷ جون ۱۹۴۲ء)

"ہماری گرفتاریوں سے تحریک میں زور

آجائے گا۔ گرفتاریاں ہندوستان کے ہر فرد و بشر کو اپنے بھر کچھ نہ کچھ کرنے پر اکسائیں گی۔۔۔ میرا انگریزوں سے ہندوستان چھوڑ دینے کا مطالبہ خواہ مخواہ ہی نہیں ہے اسے مطالبہ کرنے والوں کی قربانیوں سے عملی جامہ پہنانا پڑے گا۔۔۔۔"

"ہڑتالیں اہنسائی ہو سکتی ہیں اور ہوئی ہیں۔ اگر ریلیں صرف اس لئے چلائی جاتی ہیں کہ ان سے برطانوی گرفت اور مضبوط ہو تو ان کی مدد کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں جس بات کی امید اور کوشش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ عمومی مطالبے کے لئے عوام میں ایک بے پناہ جذبہ پیدا ہو جائے اور خصوصی طبقے ذہانت کے ساتھ اس کو لبیک کہیں۔ لیکن چونکہ مجھے معلوم ہے کہ فی الوقت یہ محض خیالی تصویر ہے اس لئے میں بدترین حالت کے لئے بھی تیار ہوں۔ یہی وجہ میرے اس بیان کی تھی کہ سارے ملک میں نراج کی کارفرمائی کا خطرہ مول لے کر بھی میں موجودہ صورت حال کو ختم کر کے چھوڑوں گا۔"

ہریجن (۱۴ جون ۱۹۴۲ء)

بارہ نکتوں والا پروگرام	مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات
	"میں اس کے لئے (ہندوستان میں برطانوی حکومت کا خاتمہ) سالہا سال سے کوشش کرتا آیا ہوں مگر اب اس کوشش نے ایک قطعی شکل اختیار کر لی ہے اور میں کہتا ہوں کہ امن عالم کی خاطر برطانوی طاقت کو آج ہندوستان چھوڑ دینا چاہیے .... (آئندہ تحریک) ایسی تحریک ہوگی جس کے اثرات ساری دنیا محسوس کرے گی۔ ممکن ہے اس سے برطانوی فوجوں کی نقل وحرکت میں مداخلت نہ ہو مگر یہ برطانوی توجہ اپنی طرف ضرور مبذول کرائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ میں نہیں کہہ سکتا (کہ آیا مطلوب سول گرفت کا ڈھیلا ہونا ہے) میں خالص آزادی کا مطالبہ کرتا ہوں اگر فوجی کارروائیوں کے ذریعہ گرفت اور مضبوط ہوتی ہے تو مجھے ان کی بھی مزاحمت کرنا ہوگی ..... میں نے بہت انتظار کیا ہے اب میں انتظار نہیں کر سکتا۔ ہریجن۔ (۲۱ جون سنہ ۱۹۴۲ء) " اگر انگریزوں کا اخراج واقع بھی ہوا تو وہ صرف اہنسا کا مرہون منت نہ ہوگا ۔ ۔ ۔ لہذا ہم برطانوی حکمرانوں کے اقتدار سے اس طرح بھی سرتابی

ل والا پروگرام

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

کر سکتے ہیں کہ ٹیکس دینے سے انکار کر دیں نیز اور بھی بہت سے طریقے ہیں"۔

ہریجن (۵ جولائی ۱۹۴۲ء)

"میں کھادی کا کام کرنے والوں کو طلب نہیں کر رہا ہوں لیکن اگر ایک عام شورش برپا ہوئی تو وہ بھی اس سے الگ نہ رہ سکیں گے۔ ۔ ۔ تم کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس بار میرا خیال پرانے قسم کی سول نافرمانی یا عدم تعاون کا نہیں ہے۔ ۔ ۔ اس بار کوئی بندھے ٹکے قاعدے مقرر نہیں کئے جا سکتے۔ ہریجن (۵ جولائی ۱۹۴۲ء)

ہر قسم کے خوف اور بے اعتمادی کو نکال باہر کر دینا میری تجویز کی پہلے ہی سے شرط ہے۔ ممکن ہے یہ سب کچھ نہ ہو۔ اس کی مجھے زیادہ فکر نہیں مگر یہ چیز اس قابل ہے کہ اس کے لئے لڑا جائے اور اس کی خاطر قوم کا سارا سرمایہ داؤں پر لگا دیا جائے"۔

ہریجن۔ (۵ جولائی ۱۹۴۲ء)

اگر میں ایک چڑھے ہوئے قرضے کو ادا کرنے کے سلسلے میں کچھ کارروائی کروں تو اس کے نتائج کا الزام تم مجھ پر کیوں رکھو خصوصاً ایسی صورت میں جب

باره ٹکنوں والا پروگرام

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

کہ اس قرض کا چکانا میری زندگی کی
ایک لازمی شرط ہو گیا ہے "
ہریجن۔ (۱۲ جولائی ۱۹۴۲ء)
"یہ ایک قطعی اہنسائی قسم کی عمومی تحریک
ہوگی ۔۔۔ اس میں وہ سب کچھ شامل
ہوگا جو ایک عمومی تحریک میں شامل
ہو سکتا ہے .... میں اپنے آپ کو قید
نہیں کراؤں گا ۔۔۔ یہ بہت ہی ہلکی
سی بات ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ
اب تک ہم نے قید ہو جانے کو اپنا شیوہ
بنا رکھا تھا مگر اس مرتبہ ایسا کچھ نہ ہوگا۔
میرا ارادہ ہے کہ اس تحریک کو جتنا تیز
رفتار اور مختصر ہو سکے بنا دوں"۔
ہریجن ۔ (۱۹ جولائی ۱۹۴۲ء)
"ہمارے پروگرام میں وہ سب کارروائی
شامل ہے جو ایک قطعی اہنسائی عمومی
تحریک میں ہو سکتی ہے ۔ میں اس تحریک
کو نرمی سے چلاؤں گا لیکن اگر میں نے
دیکھا کہ برطانوی حکومت یا اتحادی
قوموں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تو میں
انتہائی حدوں تک بڑھ جانے میں
پس و پیش نہ کروں گا ... (یہ) میری
سب سے بڑی تحریک (ہوگی) ..
اگر اس میں ذرا بھی جان ہے تو اسے لڑو لیا

بارہ نکتوں والا پروگرام

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات

کی گرفتاریوں سے) اس میں اور طاقت
پیدا ہونا چاہیئے "
ہریجن۔ (۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء)
"جلد سے جلد انجام کو پہنچنے کے لئے
ایک عام ہڑتال بہت ضروری ہے
اور یہ میرے دائرہ خیال سے باہر
نہیں ہے لیکن چونکہ مجھے ہر قدم اپنے
اس بار بار دہرائے ہوئے اعلان
کے مطابق اٹھانا ہے کہ کوئی عمومی
تحریک کسی مخاصمانہ جذبے کے تحت
نہ اٹھائی جائے اس لئے میں بہت
احتیاط سے قدم بڑھاؤں گا۔ اور
اگر ایک عام ہڑتال ناگزیر ضرورت
ہوگئی تو میں پس و پیش نہ کروں گا"
(اخباری نمائندوں کے سامنے بمبئی
میں۔ بتاریخ ۶ اگست ۱۹۴۲ء)
"یہ میری زندگی کی آخری جدوجہد ہے۔
تعویق نہایت مضر ہوگی اور مزید انتظار
ہم سب کی ذلت کا باعث ہوگا۔
ہماری جدوجہد اب شروع ہی ہونے
والی ہے۔ مگر تحریک شروع کرنے سے
پہلے میں وائسرائے کو ایک خط لکھوں گا
اور جواب کا انتظار کروں گا۔ اس میں
ایک ہفتہ یا دو ہفتے یا تین ہفتہ لگ

مسٹر گاندھی کی تحریروں یا بیانات کے اقتباسات	بارہ نکتوں والا پروگرام
جائیں گے۔ اس دوران میں ہمیں کانگریس کے تعمیری پروگرام کے ان تیرہ نکات کے علاوہ حسب ذیل طرز کار اختیار کرنا چاہئے:۔ ہر ہندوستانی کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ آزاد ہے۔ اس کو اس بات کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ یا تو واقعی آزادی حاصل کرے یا اس کوشش میں ختم ہو جائے۔ زندگی کے متعلق اس کا رویہ بالکل ایسا ہونا چاہئے گویا وہ ایک آزاد انسان ہے ... آزادی کے مطالبہ کے بارے میں کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں۔ پہلے آزادی دوسری باتیں بعد کو۔ بزدل نہ بنو کیونکہ بزدلوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ آزادی تمہارا "منتر" ہونا چاہئے اور اسی کو جپتے رہو"۔ (آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جلسہ بمبئی میں بتاریخ ۸ اگست ۱۹۴۲ء)	ہدایت نمبر ۱۲۔ آخر میں لیکن نہایت ضروری بات یہ ہے کہ اسے نہ بھولئے کہ کاتنا گاندھی جی کو کتنا عزیز ہے۔ اگر کروڑوں لوگ کاتنے میں جٹ جائیں تو اس سے جدوجہد کو ایک زبردست قوت حاصل ہوگی۔ "کرو یا مرو"

ضمیمہ ۶

"ٹیکس نہ دو" "لگان نہ دو" "غلہ نہ دو" کی جدوجہد کے بارے میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ھدایتیں

گزشتہ تین مہینوں میں ہندوستان کے لوگوں نے غاصبانہ اقتدار کے مقابلے میں نئی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ چونکہ یہ شعلے سب سے پہلے شہروں میں بھڑکے تھے اس لئے برتر فوجی قوت کے ذریعہ ان پر غلبہ پا لینا ناگزیر تھا۔ لیکن ہمارے انقلاب کا سب سے زیادہ امید افزا پہلو یہ تھا کہ ہمارا میدان عمل اپنے آپ شہروں سے ہٹ کر دیہاتوں تک پھیل گیا۔ سیول انتظام کو شہروں میں زیادہ دیر تک معطل بنا دینا آسان نہیں ہے کیونکہ سیول بندوبست مشین گنوں اور سنگینوں کا سہارا لے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ عام صنعتی ہڑتال شہری مقاومت کی روح ہے۔ اگر اس عمومی ہڑتال کا جاری رکھنا ممکن نہ ہو تو شہریوں کی مقاومت کا ٹوٹ جانا یقینی ہے۔ تاہم انقلاب کی روح کو خاص خاص قسم کی نافرمانیوں کے مسلسل پروگرام کے ذریعہ باقی رکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ دیہاتی علاقوں میں سیول بندوبست کی پشت پر فوج اور پولیس کی اتنی مدد نہیں ہوتی جتنی شہروں میں ممکن ہے اس لئے پہلے دو ایک مہینوں میں دیہاتوں کی حد تک سیول بندوبست کو بالکل معطل کر دیا گیا۔ ذرائع نقل و حمل ریل کی پٹڑیوں۔ ڈاک و تار اور موٹر گاڑیوں کی سڑکوں پر جو حملے کئے گئے ان کی وجہ سے دشمن کے لئے اپنی فوجی قوت کو ایک مرکز پر مجتمع کرنا ناممکن ہو گیا اور فاصلے انقلاب کا سب سے طاقتور ہتھیار بن گئے۔ جدوجہد کا یہ دور دو مہینے تک جاری رہا اور آج بھی مقاومت نئے نئے علاقوں میں پھیل رہی ہے جہاں سیول نظم و نسق ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حالت ابھی ہمارے حسب منشا وسیع نہیں ہوئی ہے۔ بہار اور یوپی کے مشرقی علاقے نے اس بارے میں سبقت کی تھی۔ اس انقلاب کی روح اور اس کا طریقہ کار کہیں اب جا کر تمام ہندوستان میں پھیل رہا ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے ان علاقوں میں جہاں غاصب حکومت کو بالکل جڑ سے اکھاڑ ڈالا گیا تھا پولیس اور فوج کے تشدد اور غصے کا پورا پورا مظاہرہ ہوا۔ فوج کے ذریعہ اس

دوبارہ تسخیر کے دور میں تاریخ کے ہولناک ترین مظالم رونما ہوئے۔

لوٹ مار، دیہاتوں کی آتش زنی، وسیع پیمانہ پر جبر و تشدد، مشین گنوں کا استعمال، اور ہوائی حملے تک غرض کہ غنڈوں اور بدمعاشوں کے سارے حربے استعمال کر کے دہشت پھیلانے اور بغاوت کی روح کو کچلنے کی کوشش کی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بے لگام اور بے رحمانہ مظالم کمزوری کی نشانیاں ہیں۔ یہ ایک زوال پذیر اقتدار کا آخری حربہ ہیں۔

بدقسمتی سے بغاوت کا یہ ابتدائی جذبہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع تک یا ایک صوبے سے دوسرے صوبے تک مسلسل نہ پھیلایا جا سکا۔ دیہاتی علاقوں کو صرف مدافعت پر مجبور ہو جانا پڑا۔ جبر و تشدد نے ہماری قیادت کرنے والی جماعتوں کے آہنی عزم کو متزلزل نہیں کیا۔ مگر پورے پورے دیہاتوں کا از خود بغاوت کر دینا کچھ عرصہ کے لئے دبا دیا گیا۔

دوسری طرف برطانوی حکام کے انسانیت سوز مظالم نے رعایا اور حکومت کے کارندوں کے درمیان جو خلیج تھی وہ اور وسیع کر دی ہے۔ آج موجودہ مصائب سے نجات پانے کی مہم تدبیریں تلاش کرنے کی بجائے لوگوں کے دلوں میں بدیسی حکمرانوں کے خلاف نفرت کا احساس پایا جاتا ہے پھر بھی بکثرت علاقوں میں اس حکومت کے خلاف فوراً کوئی دوسری ایسی عمومی تحریک نہیں شروع کی جا سکتی جس میں عوام بہ حیثیت مجموعی از خود عمل کرنے پر تیار ہوں۔ مقاومت کی اصل روح اب بھی ختم نہیں ہوئی ہے لیکن ہماری طاقت کا از سر نو منظم ہونا ضروری ہو گیا ہے۔ اس قسم کی جدید تنظیم ایک ایسے نئے حملہ کی جو شہری نظم و ضبط کا خاتمہ کر دے اور لگان وصول کرنے والے اداروں کو ناکارہ اور غیر موثر بنا دے ابتدائی ضروریات میں سے ہے۔ یہ کام ان لوگوں کے کرنے کا ہے:-

(الف) وہ سرگرم کانگریسی کارکن جنہوں نے دیہاتوں میں بغاوت کی آگ پھیلائی ہے اور جو ابھی آزاد ہیں

(ب) وہ طلبہ جنہوں نے اپنے اسکول اور کالج چھوڑ کر دیہاتوں میں بغاوت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

(ج) شہری اور دیہاتی کارکنوں کے وہ نئے عناصر جو گزشتہ تین ماہ کے واقعات کو دیکھ کر سرگرم عمل ہو گئے ہیں۔

(د) وہ عناصر جنہیں اس مہم میں قسمت آزمائی کا ایک نیا موقع ہاتھ آیا ہے۔ ان

تمام عناصر کو ایک نئے حملے کے لئے از سر نو تنظیم کے کاموں میں حصہ لینے کی غرض سے متحد ہو جانا چاہئے ۔

ہماری صفیں خالی ہو گئی ہیں ۔ دیہاتی علاقوں میں مقامی امداد اور دیہاتوں کے نوجوانوں کی پرجوش سرگرمی کی شکل میں ہمارے جو وسائل تھے ان میں انسدادی کارروائیوں کی وجہ سے کمی ہو گئی ہے ۔ مگر جو وسائل ہمارے پاس اب بھی موجود ہیں ہم ان سے اس آگ کو وسیع تر پیمانے پر دوبارہ روشن کرنے کے کام میں مدد لے سکتے ہیں ۔ لگان وصول کرنے کا وقت قریب آ رہا ہے اور نظم و نسق کا کام اس پیمانہ پر پھیل جائے گا کہ تمام موقعوں پر فوج اور پولیس کی دھمکی سے مدد نہیں لی جا سکتی ۱۹۴۳ء کا مارچ اور اس کے آس پاس کے مہینے ہندوستانی انقلاب کا تقریباً فیصلہ کر دیں گے ۔ اسی زمانہ میں غاصب حکومت ملک بھر میں اپنا لگان وصول کرے گی ۔ اگر اس موقع سے عدم ادائیگی لگان کے ایک عمومی پروگرام کے تحت عمومی نافرمانی کرنے کا فائدہ اٹھایا جا سکے تو ہم ملک کے تمام صوبوں اور اضلاع میں اشتراک اور بہ یک وقت عمل کرنے کا مسئلہ حل کر لیں گے ۔

زمین کا لگان غاصبوں کے لئے نہ صرف آمدنی کی حیثیت سے بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنی انتظامی قدر و قیمت کی وجہ سے اہم ہے ۔ زمین کے لگان ہی پر ہندوستان میں انگریزوں کے دیہاتی نظم و نسق کا انحصار ہے جسے چلانے کے لئے افسران مال ۔ عدالتیں اور تھانے ہیں ۔ لہذا زمین کے لگان کی مخالفت کرنے کے سلسلے میں ہمیں اس کی انقلابی قدر و قیمت کا واضح احساس ہونا چاہئے ۔ ہمیں لگان کے خلاف اپنی سابق مہموں سے آگے بڑھنے کی اسکیم بنانا چاہئے ۔ اب سے پہلی مہموں میں کسانوں نے اپنی مرضی سے لگان دینے سے صرف انکار کر دیا تھا اور مال کے افسران اور پولیس کو اپنی زمینیں اور جائدادیں قرق کر لینے دی تھیں ۔ اس بار ایسا نہیں ہونا چاہئے ۔ اس مرتبہ مکمل مخالفت ہونی چاہئے ۔ کسانوں کو چاہئے کہ وہ مال کے افسروں اور پولیس والوں کی لگان وصول کرنے میں مزاحمت کریں بلکہ ان کے گاؤں میں داخل ہونے میں بھی روڑے اٹکائیں ، سوا اس کے کہ وہ ایک فوجی حملہ آور کی طرح داخل ہوں ۔ ایسے حملے کو بھی عارضی طور پر ناکارہ بنایا جا سکتا ہے اس طرح کہ کسان دیہات چھوڑ کر جنگلوں میں بھاگ جائیں یہاں تک کہ فوجی حملہ آور واپس ہونے پر مجبور ہو جائیں ۔ اس اثنا میں انہیں ان کے وسائل آمد و رفت اور رسد کاٹ کر پریشان کیا جا سکتا ہے ۔ یہ سب کچھ

کس طرح کیا جا سکتا ہے ان ہدایات سے معلوم ہوگا :-

(۱) ہمیں غلہ اجناس اور مویشیوں کی فروخت بند کرنے کی مہم سے ابتدا کرنی چاہیئے۔
ایسے زمانہ میں جب کہ وسائل نقل وحمل ایسے ناقابل اعتبار ہوں اور کاغذی سکے کی بے قدری کی وجہ سے غلوں کی قیمتیں ایسی غیر یقینی ہوں لوگوں کے اپنے مفاد کی خاطر بہتر ہوگا کہ وہ ایک سال کے لئے خوردنی اجناس کا ذخیرہ جمع کرلیں۔

(۲) اپنی نقد رقم کو مال کی شکل میں بدل ڈالو۔ کاغذی سکہ ایک دھوکہ ہے۔ یہ کسانوں اور دوسرے طبقوں کو بھوکوں مار دے گا۔ اس فریب میں نہ آنا کاغذی سکہ نے خوشحالی پھیلا دی ہے۔

(۳) رعیت واری علاقوں میں حکومت اور کسانوں میں براہ راست تعلق ہے۔ البتہ زمینداری علاقوں میں زمیندار کا سوال ضرور پیدا ہوتا ہے۔
زمیندار کو باہمی سمجھوتہ سے لگان کا اتنا حصہ دیا جائے جس سے اس کے کنبے کی گزر ہوسکے زمیندار کے اپنے معقول مطالبات اسامیوں کے ساتھ غیر رسمی مفاہمت کے ذریعہ پورے ہوسکتے ہیں۔
مگر یہ بات صاف کردینی چاہیئے کہ کسان زمیندار کے کنبے کی ذمہ داری اسی وقت قبول کرے گا جب کہ زمیندار عہد کرے کہ وہ گورنمنٹ کو مال گزاری نہ دے گا۔ اگر زمیندار نے برطانوی طاقت کے آگے جھکنے کی ذرا بھی کوشش کی تو یہ اس بات کی کافی وجہ ہوگی کہ کسان اس کو لگان کی کوئی رقم نہ دے۔
آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے زراعتی قرض اور سود کے بارے میں باضابطہ التوا کا اعلان کیا ہے۔ تاہم قرض خواہوں اور مقروضین کے درمیان انتظام کیا جائے کہ قرض خواہ کو اتنی رقم دے دی جائے کہ وہ اپنے کنبے کی کھانے پینے وغیرہ کی جائز ضروریات پوری کرسکے۔
رسل ورسائل کے ذرائع کو مسلسل کاٹتے رہنا چاہیئے اور اب سے دیہات کے نوجوانوں کو ابتدائی تربیت کے طور پر تار کاٹنا چاہیئے۔ جب تک وصولی لگان کا کام ہوتا رہے رسل ورسائل کے ذرائع کو ایسے مکمل طریقہ پر بیکار کردیا جائے کہ پولیس اور فوج کی نقل وحرکت بہت سست اور مشکل ہوجائے۔
سوراجی پنچایتوں میں کون لوگ شامل ہوں گے؟ رسل ورسائل کے ذرائع

کون منقطع کریں گے؟ دیہات کے لوگوں میں اتحاد کون لوگ قائم اور برقرار رکھیں گے؟
ان سوالات کا سب سے زیادہ تشفی بخش جواب یہ ہے کہ یہ کام خود دیہاتی بغیر بیرونی امداد کے کریں گے۔ انہیں صرف بتا دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی ہمیں خاصی بڑی تعداد میں سرگرم پروپیگنڈا کرنے والوں اور منتظمین کی ضرورت ہے۔ ابتداً یہ لوگ حسب ذیل اشخاص میں سے چنے جائیں گے:۔

(الف) ایسے کانگریسی اور دوسرے سیاسی لوگ جو ابھی باہر ہیں اور کام کر رہے ہیں۔
(ب) طلبہ اور اساتذہ
(ج) ہڑتالی اور کارخانوں سے نکالے ہوئے مزدور
(د) سماج سدھار کے اداروں کے کارکن
(ہ) بہتر قسم کے سادھو اور فقیر

ہر کانگریسی صوبے کے ہدایتی مرکز کو عدم ادائیگی لگان اور غلہ کی عدم فروخت کی مہمات کی نگرانی کرنے کے لئے فوراً ایک آدمی مقرر کرنا چاہئے۔ اس کا کام یہ ہوگا کہ وہ بشرط ضرورت ایک نائب کی مدد سے ہر ضلع میں متذکرہ صدر پانچ گروہوں کے سرگرم عناصر سے فوراً ملے اور انہیں ان ہدایات کے بنیادی اصولوں سے واقفیت پہنچا کر کام پر آمادہ کرے اور پروپیگنڈے اور تنظیمی کام کی تربیت دے

پروپیگنڈا ۔ دیہاتوں میں ان خاص اصولوں پر پروپیگنڈا کیا جائے:۔

(الف) **سیاسی** ۔ ۹ اگست اور گاندھی جی اور دوسرے لیڈروں کی گرفتاری کے بعد سے انگریزوں کو غاصب ٹھہرا دیا گیا ہے۔ انہیں لگان دینا گناہ ہے۔ بھارت ماتا، گاندھی جی کانگریسی مذہب اور وہ تمام چیزیں جو کسی کو عزیز ہو سکتی ہیں کسانوں کو ادائیگی لگان سے منع کرتی ہیں۔

(ب) **سکہ کا زوال** ۔ فصلوں یا مویشیوں کو کاغذی نوٹ کے عوض فروخت کرنا جوا کھیلنا ہے۔ کاغذی نوٹوں سے جتنا پہلے خریدا جا سکتا تھا اس وقت اس کا ایک تہائی بھی نہیں خریدا جا سکتا اور ممکن ہے جلد ہی ان کی کوئی قیمت نہ رہے۔ اس وقت بڑا لوں

حکومت سونے چاندی یا دوسری بیش قیمت اشیاء کے بغیر کاغذ کے نوٹ چھاپ چھاپ کر زندہ ہے۔ لہذا اپنا سارا جمع جتھا نقدی کی بجائے سامان کی شکل میں بدل ڈالو۔

(ج) **کھانے اور کپڑے کے قحط کا خطرہ**۔ برطانوی فوجیں ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر ہمارا غلہ۔ ہمارے مویشی۔ ہماری ریلیں اور ہمارا کپڑا صرف کئے ڈال رہی ہیں۔ جنگ اور شہروں پر ہوائی بمباری مشرقی سرحد تک آگئی ہیں۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کھانے اور کپڑے کا کال پڑ جائے گا۔ لہذا آج غلہ اور مویشی فروخت کر دینا گویا کل کی خودکشی کی تیاری کرنا ہے۔

(د) **تنظیم**۔ سوراج پنچایت بناؤ اور گاؤں کے اندر اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں چیزوں کے تبادلہ کے ذریعہ لین دین شروع کرو۔ دستکاریوں کو خصوصاً کاتنے اور بننے کو ترقی دو۔ مال اور پولیس کے افسروں سے جو قومیت کے مخالف ہیں کوئی تعلق نہ رکھو۔ خود گاؤں کے اندر اور کئی کئی گاؤں کے درمیان اتحاد پیدا کرو۔

(لا) **ذرائع رسل ورسائل کی تباہ کاری** ۔ اگر سارے ملک میں سڑکیں۔ تار اور ریلیں بیکار اور تباہ کر دی جائیں تو انگریزی فوجیں ہار جائیں گی اور ہندوستان آزاد ہو جائے گا اور کاشتکار خوشحال ہو جائیں گے۔

اپنے پروپیگنڈے میں ان پانچ باتوں پر زور دو۔ کسانوں سے کہو کہ غلہ یا مویشی فروخت کرنا یا لگان دینا گناہ جوا اور خودکشی ہے۔

نوٹ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی منسلکہ اپیلیں ان لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۱) ہندوستان کے کسان

(۲) زمیندار

(۳) ساہوکار

(۴) دیہاتوں میں مال اور پولیس کے افسر۔ پروپاگنڈے میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے نیز اس خیال سے کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے نام سے ان کا وزن بڑھ جائے گا ان اپیلوں کو جوں کا توں مشتہر کیا جائے۔ دوسری اپیلیں صوبوں اور اضلاع کے تیار کئے ہوئے عام اصولوں کے مطابق تیار کی جائیں۔

ضمیمہ نمبر ۷

"جنگ آزادی کا محاذ"

۱- **بغاوت کی کشمکش** - آج ہندوستان میں جو ہلچل ہے وہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ تنظیم اور رہبری، ہدایت اور منصوبہ بندی سے محروم ہوتے ہوئے بھی ہمارے اہل ملک نے آزادی کی طرف انقلابی اقدام شروع کر دیا ہے۔ شدت کی ایک کیفیت ساری فضا پر طاری ہے۔ اور ہر مرد اور ہر عورت کا دل بے چین ہے اور بے اختیار کچھ کر گزرنا چاہتا ہے۔ اس تصادم نے حکومت رائج الوقت کو ہلا دیا ہے، اور وہ قوت کے زور سے اس ہیجان کو دبانے کی جان توڑ کوشش کر رہی ہے۔ کمزور دل والے گھبرا رہے ہیں۔ بیوقوف اس کے خلاف واویلا کر رہے ہیں۔ اور چند غلامی پسند ایسے بھی ہیں جو روح کے اس ابال کو دبا ڈالنے پر مائل ہیں۔ مگر کچھ بھی ہو، یہ شورش ایک امر واقعہ کی حیثیت سے موجود ہے۔ اور یہ اس زمانے کی تاریخ کا نہایت گہرا واقعہ ہے۔

۲- **شورش کی ماہیت** - عوام جن کا نہ کوئی رہبر ہے، نہ نگران، اور نہ لیڈر نجات پانے کی کوشش میں اُبھرتے، زور لگاتے، بل کھاتے چلے جا رہے ہیں۔ ہر فرد اور ہر ٹولی مختلف مقاصد اور نصب العین کے دھارے میں بہ کر من مانے کام کر رہی ہے۔ اس میں اس تحریک کی طاقت بھی ہے اور کمزوری بھی! یہ طاقت اس وقت ملی جب گاندھی جی نے ہر ہندوستانی سے للکار کر کہا کہ وہ اپنے آپ کو آزاد محسوس کرے اور یہی احساس اس کے سینہ میں ابھرتا اور اس کو اُبھار رہا ہے۔ گاندھی جی کی یہ اپیل براہ راست ہر شخص سے انفرادی طور پر کی گئی۔ اور ہر شخص نے براہ راست انفرادی طور پر اس کا جواب دے دیا ہے۔ کسی جماعت یا تنظیمی مشین کا وجود بیکار ہو گیا ہے۔ اس جنگ کے سرگرم کارکن افراد ہیں نہ کہ عوام کے ایسے گروہ جو ہر حرکت کے لئے بیرونی احکام کے منتظر ہوں۔ اس خصوصیت کی بدولت اس تحریک میں ایک ہمہ رنگی، لچک اور لافانیت پیدا ہو گئی ہے یعنی ایک ایسی بسیط اور ہمہ گیر خصوصیت جو بے مثال قومی اور بین الاقوامی امکانات رکھتی ہے۔ گاندھی جی نے ہمیں انقلاب کا ایک نیا طرز سکھایا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے

یہ طرز سابقہ تمام طریقوں سے افضل ہے۔ کیونکہ اس میں قتل عام کا امکان نہیں۔ اور خون ریزی کی کم سے کم گنجائش ہے۔ یہ لوگوں کی خود حفاظتی، خود ترجمانی اور آزادی کا حربہ ہے نہ کہ استحصال کا اور دوسروں کو چوسنے کا ہتھیار۔ اس میں وسائل کی کفایت شعاری کا پہلو بھی ہے۔ کیونکہ یہاں دشمن کا مقابلہ قیمتی ہتھیاروں کے زبردست پرے سے نہیں کیا جاتا، بلکہ محض انفرادی مقاومت سے اس کی تنظیم کو معطل کر دیا جاتا ہے۔ یہ وسیع تر پیمانے پر عوام کو تعلیم دینے کا بھی ایک طریقہ ہے جس کے اندر خود مستقل کامیابیوں کی بھی ضمانت مضمر ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعے ہر حصہ لینے والے فرد کو اپنی خفیہ طاقت کا علم اور اپنے رفیقان جنگ کے ساتھ اشتراک مفاد کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ اتحاد محض فی صدی تناسب کے بے جان ضابطہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ صرف ایسی ہی حرکت پذیر کشمکش کے ذریعے ممکن ہے۔ جو کسی بدیہی سیاسی مقصد کی خاطر کی جائے۔ اس طرح خوف۔ لاعلمی اور اختلافات و نفاق کے ایسے سیاسی مسئلے آپ سے آپ حل ہو جاتے ہیں۔ ایسی تحریک عام آدمی پر زور دیتی ہے اس میں قوت کا احساس پیدا کرتی ہے اور اس طرح اس کی ضمانت کرتی ہے کہ وہی ایسا مرکز ہے جس کے گرد وہ پیش نئی ریاست کی عمارت کھڑی کی جائے گی۔

۳۔ **منصوبے کی ضرورت**۔ اس طریقہ کار کے اساسی طور پر صحیح ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا اگرچہ اس امر میں اختلاف رائے کی گنجائش ہے کہ یہ ہر قسم کی لڑائی کے لئے قابل استعمال ہے یا نہیں لیکن اس سے انکار نہیں ممکن ہے کہ اس ملک کے موجودہ حالات میں بھی ایک تحریک قابل عمل ہو سکتی ہے۔ فرد کو جو زبردست اہمیت اس طریقہ کار میں حاصل ہے اور جو اس کی اعلیٰ درجہ کی کارکردگی کا بڑا راز ہے، وہی ایک بڑی کوتاہی کا سبب بھی ہو سکتی ہے جس کے خلاف ہمیں پوری احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ فرد کو خیال اور عمل کے معاملہ میں اپنے ہی وسائل سے کام لینا پڑتا ہے۔ ایک غلام قوم کے افراد میں یہ وسائل کتنے کم ہوتے ہیں، ہم جانتے ہیں۔ اسی بنا پر بعض لوگ اس جد و جہد کو ہمیشہ کے لئے ملتوی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اور یہ بھول جائیں گے کہ جد و جہد ہی سے وسائل بڑھائے جا سکتے ہیں۔ لیکن کمی کے اس عنصر نے وہ شکل معین کر دی جو جد و جہد کو اختیار کرنی چاہیئے۔ ایسا مقصد سامنے ہونا چاہیئے جو ایک معمولی آدمی کے دل میں بھی گھر کر لے اور اتنا واضح ہو کہ موٹی سے موٹی عقل والا بھی اسے فوراً سمجھ لے۔ آخری یا قطعی مقصد صرف مسلسل دلیل اور

بار بار دہرانے کے بعد ذہن نشین ہو سکتا۔ اور بلند رکھا جا سکتا ہے۔ اور ایسے جنگ آزما عوام کے سامنے ہوشیاری کے ساتھ رفتہ رفتہ اور ابتدائی اور فوری مقاصد کی ترقی پذیر منزلوں کے سلسلے کے طور پر پیش کرنا چاہیئے۔ ہر منزل پر جس عمل کی ضرورت ہو اُسے بالکل سیدھا سادھا اور آسان ترین ہونا چاہیئے۔ ورنہ الجھن پیدا ہوگی اور غلط چالوں کی ضرورت ہوگی۔ اور مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ بعض کو جدوجہد کا قطعی اور آخری مقصد پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اور بعض کے پیش نظر وہ منزلیں ہونی چاہئیں۔ جن سے گزرنے کے بعد وہ مقصد حاصل کیا جا سکے گا۔ یہ ہے منصوبہ بندی کا کام

۴۔ **منصوبہ بندی کی گنجائش** ۔ اس تحریک کی کوئی مرکزی تنظیم نہیں یہ انفرادی ہے اور مزاجی قسم کی۔ پھر بھی چونکہ یہ ایک تحریک ہے۔ اور بند قوتوں کا یک دم پھوٹ نکلنا نہیں۔ اس لیئے اس میں ایک ہدایت پائی جاتی ہے۔ اور اس کا مزاج ارادی ہے۔ اور اس کا بھی ایک مقصد ہے منصوبہ بندی کا مقصد یہ ہے کہ ہدایت دی جائے اور تحریک میں حصہ لینے والوں کو مقصد سے آگاہ کیا جائے۔ ان میں گرمی پیدا کی جائے۔ لیکن ایسی تحریک میں جو افراد کے بل بوتے پر چلنے والی ہو مرکزی ہدایت اور نگرانی کی گنجائش بہت کم ہے۔ اس تحریک میں منصوبہ بندی کے تین مقصد ہیں۔ اسے ہر منزل پر تصوراتی پس منظر پیش کرتے رہنا چاہیئے۔ اسے وہ موٹے موٹے اصول بنانے چاہئیں جن کے مطابق عمل ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ روابط و تعلقات۔ اطلاعات کی فراہمی اور مختلف کارروائیوں کو ایک دوسرے سے متصادم نہ ہونے دینے کا انتظام کرکے افراد اور جماعتوں کی کوششوں میں عام اشتراک پیدا کرنا چاہیئے۔ مرکز کی طرف سے اس سے زیادہ کوشش نہیں کی جا سکتی۔ ورنہ وہ لچک اور غیر مرکزی اُپج ختم ہو جائے گی۔ جو اس تحریک کی لازمی خصوصیت ہے۔ حقیقی عمل اور چالوں میں ان عام اصولوں سے فائدہ اُٹھانے کا کام ابتدائی لڑنے والے لوگوں پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علاقوں میں اس تحریک کی یکساں صورت نہ ہوگی۔ مختلف مقامات کے مقامی حالات کے فرق کے مطابق اس تحریک کے مظاہروں کی شکلیں بھی مختلف ہوں گی۔ یہ اختلاف ایک اُمید افزا علامت ہے۔ اس سے دشمن کی پریشانیاں بڑھ جائیں گی اور انہیں مقامی شکایات میں سے سب سے زیادہ نمایاں اور اہم شکایت کو اُبھار کر اور بڑھانا چاہیئے۔ کسی جگہ غلہ کی کمی کی شکایت ہوگی کسی جگہ لگان وصول کرنے والے کی زیادتیوں کی۔ کسی جگہ آبپاری کے لیئے پانی کی اجازت نہ ملنے کی۔ اور کہیں اجتماعی جرمانے

وصول کرنے کی۔ ایسی ہر شکایت سے اس مخصوص علاقے میں تحریک میں سرگرمی پیدا کرنے کا کام لیا جا سکتا ہے۔ عام منصوبے میں اسی قسم کی شکایتیں تلاش کرنے کی ہدایت دی جائے گی، اور بتایا جائے گا کہ مقامی ہلچل پیدا کرنے کے لئے ہمارے اقتصادی پکے پھوڑوں سے جن کو یاد دلا کر مقامی آبادی کو قدرتاً بہت جلد برانگیختہ اور متحد کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ نیز یہ بھی بتایا جائے گا کہ یہ مسائل موجودہ نظام میں کبھی نہیں حل ہو سکتے۔ اور جب یہ احساس کافی ترقی کر جائے گا اور ہلچل ایک خاص نقطے پر پہنچ جائے گی اس وقت دوسرے وسیع تر مقاصد کو پیش کیا جائے گا۔ اور اس طرح لوگوں کو اس جدوجہد کے دوسرے بڑے دور میں لایا جائے گا۔

۵ منصوبہ بندی کی مشینری۔ منصوبہ بندی کے لئے جو مشینری قائم کی جائے وہ ایسی ہو جسے اس تحریک کے خاص اور بحیثیت مقصد سے مناسبت ہو۔ وہ مقصد جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے یہ ہے کہ ایک عام پالیسی اور ہدایت کا خاکہ تیار کیا جائے اور موجودہ مسلمہ جماعتوں تنظیموں اور افراد کے کام میں جنہیں جدوجہد کے روزمرہ پروگرام میں وسیع ترین امکانی آزادی ہو۔ ایک لچکدار اور آزاد اشتراک پیدا کرایا جائے۔ یہ وہ قدیم ادارے ہیں جن کے رکن مردوں اور عورتوں کی منظم جماعتیں ہیں۔ اور عرصۂ دراز سے موجودہ نظام کی تخریب کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ ممکن ہے ان کے اصول اور عقائد مختلف ہوں مگر جب تک وہ اس تحریک کی عام ہدایت سے انحراف نہیں کرتے ان کو خوشی سے اپنے ساتھ رکھنا چاہئے۔ یہ دعوت ہر فرد کے لئے اس کی اپنی ذاتی حیثیت سے ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ اس سرزمین کا باشندہ ہے۔ یہ جدوجہد اپنی موجودہ صورت میں ایک مکمل جدوجہد ہے یہ ساری قوم کی پکار ہے۔ یہ فرقہ داری۔ جماعتی یا مخصوص جدوجہد نہیں۔ اس وقت یہ ایک جامع اور اجتماعی تحریک ہے۔ ممکن ہے طبقاتی جنگ کا وقت بھی آئے۔ مگر ابھی نہیں اس وقت تک نہیں جب تک ملک بدیسی نفع اندوزی سے آزاد نہیں ہو جاتا۔ کہا جا سکتا ہے کہ بدیسی جوا اتار پھینکنے کی اس جدوجہد کے دوران ہی ہم حالات طاقت کو پرولتاری طبقہ کے ہاتھ میں پہنچا دیں گے۔ اور یہ دونوں کام یکے بعد دیگرے نہیں بلکہ ایک ساتھ انجام پا جائیں گے۔ بہرحال کچھ بھی ہو یہ بات صاف کر دینی چاہئے کہ اس تحریک کی موجودہ منزل میں مرکزی ہدایت کے لئے جس تنظیمی ادارہ کی ضرورت ہے وہ کسی مخصوص جماعت کا جو اپنا خاص مسلک

رکھتی ہو اور زبردستی اپنی رائے منوانا چاہتی ہو اوارہ نہ ہوگا۔ ہم کوئی ایسی جماعت نہیں بنانا چاہتے جو فوراً دوسری موجودہ جماعتوں سے متصادم ہو جائے۔ اور صرف ان سے لڑ جھگڑ کر اور انہیں فنا کرکے برقرار رہے۔ ہمیں ایک ایسا ادارہ بنانے کی ضرورت ہے جہاں تمام جماعتیں ایک ساتھ مل کر بیٹھ سکیں۔ اور جہاں بحث اور تبادلۂ خیالات کے ذریعہ ایک ایسی پالیسی متعین کی جاسکے جس پر مجموعی حیثیت سے سب سے زیادہ سمجھوتہ ہو سکے۔ ہمیں اس وقت تمام جماعتوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی ضرورت ہے نہ کہ ایک ایسی نئی جماعت کی جو دوسری جماعتوں کو فنا کردے۔ ہمیں اتحاد کی ایک مشترکہ کوشش کی ایک متحدہ محاذ کی ضرورت ہے۔ ....

..... ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ "جنگ آزادی کا محاذ" ہے۔ جہاں ہر حلقہ ہر جماعت ہر طبقہ اور فرقہ اور ہر فرد اپنی اپنی امتیازی حیثیت (ترک کئے) بغیر جگہ پا سکے۔ اس وقت میدان میں بہت سی انقلابی جماعتیں موجود ہیں۔ ان میں اپنے طریقوں اپنی روایات، متعدد اصول کار کے متعلق اپنے خاص تجربات کے لحاظ سے اختلاف ہے لیکن اپنی کوششوں کے آخری مقصد کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں۔ ان کی تنظیم ان کے ضبط و نظم ان کے وسائل ان کی مخصوص قابلیتوں اور خاص خاص کاموں کے لئے ان کی صلاحیتوں ان سب سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ان سب کو "جنگ آزادی کے محاذ" کے مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ اس جدوجہد کے موجودہ دور میں ان سے اپنی .... جماعتی ہمدردیاں ترک کرنے کا مطالبہ کئے بغیر ہو سکتا ہے۔ معاشرتی حلقوں کی بھی کم و بیش یہی صورت ہے۔ کوئی طبقہ یا فرقہ کوئی معاشرتی یا سفا داتی وحدت ایسی نہیں جو موجودہ ریاست سے مطمئن ہو۔ سماج کے ہر طبقہ میں جو بے اطمینانی اور مایوسی پائی جاتی ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور اسے ہوا دے کر ایک شورش آفریں عنصر بنا دیا جائے۔ اگر دولت مند مل کا مالک یا ساہوکار انقلاب کے اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہے تو اس کی امداد شوق سے قبول کر لینی چاہئے۔ ممکن ہے اس امداد کا اس نے کوئی ذاتی مقصد سوچا ہو۔ شاید وہ اپنا سرمایہ لگانے کے لئے زیادہ کھلا میدان چاہتا ہو۔ یا پھر کتابی اشتراکی کے خیال کے بالکل برخلاف جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ شاید وہ اپنے رجحانات کے باوصف حب الوطنی کی فضا سے واقعی متاثر ہوا ہو۔ بہرحال اسے اس جدوجہد کے دوران میں جس

کی کامیابی اسی طرح ممکن ہے کہ عوام کو اپنی قوت کا احساس ہو جائے ، یا تو عوام کا ساتھ دینا ہوگا یا پھر ان کی طاقت کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں غرق ہو جانا ہوگا۔ طبقہ واری مسائل پیدا ہو جانے کے خوف سے متاثر ہوکر ہمیں اس کی مدد طلب اور قبول کر لینے سے باز نہ رہنا چاہئے۔ ہمیں اسے بھی اپنے ساتھ شامل کر لینا چاہئے۔

۲۔ **عمل کا پروگرام** ۔ اس جنگ میں لڑائی کے اتنے ہی محاذ ہیں جتنے طبقے اور فرقے اور افراد برسرپیکار ہیں۔ اور تمام محاذوں پر بیک وقت اقدام ہو رہا ہے۔ مگر کام کرنے کے لئے وسیع اور اہم ترین میدان دیہات میں ہے۔ جہاں ہمیں کسانوں کے طبقے سے بے شمار سپاہی مل سکتے ہیں۔ اور جہاں اقتصادی بدحالی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ہمارے مرکزی ایجنٹوں کو دیہاتوں میں کسانوں کے نمائندے سے ملنا چاہئے۔ خود ایجنٹوں کا انتخاب ان موجودہ تنظیموں اور جماعتوں کے تجربہ کار کام کرنے والوں میں سے ہونا چاہئے۔ جن میں سے بعض خلاف قانون قرار دی جا چکی ہیں۔ جیسے اسپنرز ایسوسی ایشن اور بعض ابھی کام کر رہی ہیں جیسے کرشک پرو جا۔ ان انجمنوں کے کارکن ملک کے اندرونی علاقوں تک پہنچ چکے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ کسی ایک گاؤں یا چند گاؤں میں اپنی سرگرمیوں کے لئے ابتدائی مرکز منتخب کرلیں اور پہلے غیر رسمی میاحثوں کے ذریعہ پھر کھلے جلسوں میں گاؤں والوں میں فوری شکایتوں کی وجہ سے جو بے اطمینانی بڑھ رہی ہے اسے غم و غصہ اور جوش میں تبدیل کردیں۔ اور اس اثنا میں سادہ اور سمجھ میں آنے والی زبان میں فوری مسائل کو وسیع اور اہم تر معاملات سے جوڑنے کی کوشش کریں۔ اس منزل پر شورش کو اقتصادی رعایات کا جائز مطالبہ بنا کر حکومت سے کوئی کھلم کھلا ٹکر لینے سے بچا جائے۔ جیسے ہی بے چینی کسی حد تک مستقل صورت اختیار کرلے مقامی حکام کے سامنے اس کی اجتماعی نمائندگی کی غرض سے پرامن مگر پُراعتماد جلوسوں کے نکالنے کا انتظام کیا جائے۔ وہاں سے ناکام ہونے کے بعد جیسا کہ یقینی ہے۔ کسی زیادہ تیز اور پیش پیش کسان کو قیادت کرنے اور براہ راست اقدامات کے لئے تیار کرنا چاہئے۔ وہ اقدامات یہ ہو سکتے ہیں : منظم اور پُرامن طریقوں سے ضروری سامان کے ذخیروں پر قبضہ کرنا۔ لگان اور قرضے ادا کرنے سے باز رہنا فیصلیں دینے سے انکار کرنا۔ قرقی کے سلسلے میں عدالتوں میں نہ جانا۔ نیلام کے موقعہ پر غیر حاضر ہونا یا بولی نہ بولنا۔ اور مقامی حکومت کی مشینری جیسے یونین بورڈوں۔ چوکیوں اور تھانوں

پر قبضہ کر لینا اور ان کا انتظام خود کرنا۔ جہاں ضرورت ہو نئی منتظمہ قائم کرنا۔ اگر مرکز سے اس قسم کی کارروائیوں کو بیک وقت بہت سی جگہوں پر شروع کرنے کا انتظام ہو سکے۔ اور اس سلسلے میں بڑی حد تک عام بے چینی سے مدد ملے گی۔ تو حکومت کے لئے اس کا مقابلہ کرنا بہت دشوار ہو جائے گا کیونکہ فسادات نہایت وسیع پیمانے پر ہوں گے اور دُور دور تک پھیلے ہوں گے ممکن ہے کہ پولیس اور فوج کسی ایک گاؤں پر چڑھائی کر کے اسے تباہ کر دیں۔ لیکن ان کی طاقت کے مختلف عنصروں کو مسلسل الجھائے رکھا جائے گا۔ ان کے رسل و رسائل کے ذرائع برابر منقطع ہوتے رہیں گے۔ ان کے کھانے پینے کی رسد کم ہو جائے گی۔ گاؤں والوں کے لئے اپنی مدافعت کی حربی چال یہ ہوگی کہ وہ اپنے علاقے کو الگ تھلگ کر لیں۔ اسکاؤٹوں کا انتظام کریں۔ جو پہلے ہی سے دشمن کے آنے کی اطلاع کر دیں۔ دشمن کے قریب آنے پر اپنا علاقہ چھوڑ دیں اور منتشر ہو جائیں۔ جب فوج یا پولیس والوں کے لئے کوئی کام نہ رہے گا اور کھانے پینے کی چیزوں کی کمی ہوگی تو وہ خود ہی واپس چلے جائیں گے۔ گاؤں والوں کو چاہئے کہ ایسے وقت میں اپنے گاؤں میں ایک سیلاب کی طرح واپس اُمنڈ پڑیں۔ بے شک گاؤں والوں کو بڑی مصیبتیں جھیلنی پڑیں گی۔ مگر داؤں پر بھی بڑی بڑی چیزیں لگی ہیں۔ اگر ابتدا ہی میں انھیں یہ سب محسوس کرا دیا گیا ہے، اگر وہ جانتے ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے بھی ان کی مصیبتیں کم نہ ہوں گی، اگر انہیں کام کرنے اور مصیبتیں برداشت کرنے کی تربیت دے دی گئی ہے تو یہ تکلیفیں ان کا حوصلہ نہ توڑ سکیں گی اور وہ ہر مرتبہ اپنے تباہ شدہ گاؤں میں زیادہ مضبوط عزم۔ زیادہ غم و غصہ کے ساتھ واپس آئیں گے۔ اس کے علاوہ دوسرے گاؤں اور اضلاع کے واقعات کی خبریں ان تک ضرور پہنچیں گی۔ جن سے ان کا عزم اور زیادہ پختہ ہو جائے گا۔

۷۔ **دوسرے محاذ۔** ہمارے صنعتی مزدوروں کی تنظیم بہتر ہے۔ اور ان میں کام کرنے کا ہمیں زیادہ تجربہ ہے۔ یہاں بھی فوری اقتصادی مسائل سے فائدہ اٹھا کر بے چینی بڑھائی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں صورت حال کو دیہاتیوں کی جد و جہد سے براہ راست مدد ملے گی۔ جس کی وجہ سے شہری اور صنعتی علاقوں میں اشیاء خورو نوش اور خام سامان کی فراہمی کے ذرائع ختم ہو جائیں گے۔ مہنگائی کے بڑھتے بڑھتی ہوئی قیمتوں کے مقابلہ میں جو مصنوعی ذرائع سے زر کی مقدار بڑھانے کی وجہ سے دن بدن زیادہ ہوتی جائیں گی حقیر

ہوں گے۔ قیمتوں پر کنٹرول کرنا ایک ڈھکوسلا ہے جس کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اس مقابلہ میں ہڑتالیں کرانا آسان ہوگا۔ اس اثنا میں سرمایہ دار طبقہ میں پروپیگنڈا کیا جائے اور ان سے حب الوطنی کے نام پر ہڑتالوں کے پروگرام کو ہمدردی کی نظر سے دیکھنے کو کہا جائے۔ متوسط طبقہ کے لوگوں میں سیاسی بے چینی کا جذبہ مشتعل کیا جائے۔ اس طبقہ کے چھوٹی حیثیت کے لوگوں کو جن کی کوئی پرسش نہیں کرتا۔ اس تحریک میں شامل کیا جائے۔ اور ان سے طلبہ اور مزدوروں کے جنگجویانہ مظاہروں کی قیادت کا کام لیا جائے۔ سرکاری ملازمین کو ابھارا جائے کہ وہ خفیہ طور پر اس تحریک کی روپیہ پیسہ سے امداد کریں۔ اور سرکاری نظم و نسق کے بارے میں اطلاعات فراہم کریں۔ نیز نظام حکومت کے اہم کاموں میں رخنہ اندازی کریں۔ اس سلسلے میں نیز دوسرے کاموں میں یہ ان پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ کس طریقے اور کس قسم کا اقدام کر سکتے ہیں۔ لیکن ہماری تحریک کے عام اصول صاف صاف سمجھ لینے کے بعد بے شمار واقعات اور مثالیں بتائی جا سکتی ہیں۔ اور بے انتہا مواقع دریافت کئے جا سکتے ہیں۔ جدوجہد کے اس عام تجزیہ سے انھیں ہر مناسب موقع پر آگاہ کرنا چاہئے۔

۸۔ **انتظامی کام**۔ کام کرنے والوں کی تربیت۔ اشتہاروں۔ خبرناموں۔ نعروں وغیرہ کا جاری کرنا۔ آپس کے میل جول کا انتظام کرنا۔ چندے جمع کرنا۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ترقی کی رفتار پر تبصرہ کرنا اور جدوجہد کا کام کرنے والوں کو ہدایات دینا۔ یہ ہیں۔ جنگ آزادی کے محاذ کے ضروری انتظامی مسائل۔ چاروں طرف سے مدد مل رہی ہے۔ کام ہو کر رہے گا لیکن پروگرام کی طرح انتظامی معاملات میں بھی انتہائی غیر مرکزیت رکھی جائے۔ اسی میں نہ کہ خفیہ کارروائی میں جس کے لئے اس قسم کی تحریک میں بہت کم گنجائش ہے۔ ہماری تحریک کو کچلنے کی کوششوں کے باوجود اس کے پھلنے پھولنے کا سب سے بڑا امکان ہے۔

ضمیمہ نمبر ۸

لوگوں سے اپیل

یوم آزادی۔ ۲۶ جنوری ۱۹۴۳ء

آج ۲۶ جنوری ہے۔ بارہ برس پہلے آج کے دن ہم نے آزادی کے لئے قسم کھائی تھی۔ اس کے بعد سے ہر سال ہم اس مقدس عہد کی تجدید کرتے آئے ہیں۔ یہ

بارہ سال ہمارے لئے بڑی آزمائش اور تکلیف کے تھے۔ مگر یوم آزادی ہم کو اپنی منزل مقصود سے قریب تر لاتا رہا۔ آج کا دن، کہ جس کے لئے ہم کو زندہ رہنا نصیب ہوا ہے — یعنی ۲۶ جنوری ۱۹۴۳ء — ان تمام تاریخوں سے بہت مختلف ہے۔ جو گزر گئیں۔ آزادی کی وہ جنگ جو بارہ برس پہلے شروع ہوئی تھی۔ اب عروج کو پہنچ گئی ہے۔ اور بہت جلد کامیابی کے ساتھ فتح ہو جائے گی۔ ستیہ گرہ اور خاص خاص قوانین کی نافرمانی سے شروع کر کے اب ہم خود کو کامل انقلاب کے دور میں پاتے ہیں۔ اب ہم ایک بدیسی حکومت کے کسی خاص قانون کو نہیں توڑ رہے ہیں بلکہ خود اس حکومت کے مقابلے پر اُتر آئے ہیں۔ اب ہمارا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ ہم کو یہ آئین یا وہ آئین دو بلکہ اب ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ سامراجی ظالم ہمارا ملک یکسر خالی کر دیں —

اس لئے آج ہم جو عہد کر رہے ہیں وہ ان سے بہت مختلف ہونا چاہئے۔ جو ہم نے اب تک کئے ہیں آج ہمارا صرف یہ عہد ہونا چاہیئے کہ ۱۹۴۳ء ہماری قومی غلامی کا آخری سال ہو۔ گزشتہ سال ۸ اگست کو ہم نے اپنے آزاد ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن دشمن ابھی ہم میں موجود ہے اور فسطائی ظلم کے ذریعہ ہمارے عزم آزادی کو کچل ڈالنا چاہتا ہے۔ لہذا ہم کو عہد کرنا چاہئے کہ آئندہ جب ۲۶ جنوری آئے تو اس سے پہلے ہم ایک آزاد قوم ہو چکے ہوں۔ اور دہلی کے گورنمنٹ ہاؤس پر اور تمام دوسرے گورنمنٹ ہاؤسوں اور سارے ملک میں ہمارے گھروں پر، برطانیہ کا منحوس پھریرا نہیں بلکہ ہندوستانی جمہوریت کا شاندار پھریرا لہراتا ہو۔ ہیں آج ہر طبقے کے لوگوں کو یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ وہ قوم کا حق ادا کریں گے اور قومی انقلاب میں اپنا واجبی حصہ لیں گے۔

اسی خاطر ہندوستان کی قومی کانگریس اور ہندوستانی جمہوریہ کے نام پر جو آج جنم لے رہی ہے۔ ہم حسب ذیل اپیل کرتے ہیں :—

کسانوں سے :—

برطانوی غاصبوں کو نہ ٹیکس دو نہ مالگزاری۔

ان زمینداروں کو لگان نہ دو جو حکومت برطانیہ کو مالگزاری ادا کرتے ہوں۔

اپنے اپنے گاؤں میں سوراج پنچایتیں قائم کر دو۔

قانونی عدالتوں کا بائیکاٹ کرو اور اپنے مقدمے پنچایتوں میں فیصل کراؤ۔

کوئی فصل یا مویشی نہ فروخت کرو۔

کوئی کاغذی سکہ نہ رکھو اور سارا کام چیزوں کے تبادلے کے ذریعے کرو۔

"چھاپہ مار جتھے بناؤ"۔

مزدوروں سے :-

ریلوں۔ فیکٹریوں۔ کارخانوں اور دوسری جگہوں پر ہڑتال کردو۔

پیداوار کم کردو۔

خراب کاری کرو۔

اجرتوں، اور سستا کھانا کپڑا اور ہڑتال کرنے کے حقوق حاصل کرنے کے لئے منظم ہوجاؤ اور لڑو۔

چھاپہ مار جتھے تیار کرو۔

طالب علموں سے :-

اسکول اور کالج چھوڑ دو۔

انقلاب کے سپاہیوں میں بھرتی ہوجاؤ۔

چھاپہ مار جتھے بناؤ۔

تعطیلاتی جتھے بناؤ۔

بیوپاریوں سے :-

انگریزوں سے لین دین ترک کردو۔

امپیریل بنک اور دوسرے برطانوی بنکوں سے اپنا روپیہ نکال لو۔

سوراج قرض میں روپیہ لگاؤ۔

مسلح فوجوں سے :-

اپنے ہم وطنوں کے خلاف استعمال کئے جانے سے انکار کردو۔

عہد کرو کہ کانگریس کے حکم پر برطانوی غاصبوں کے مقابلے پر اُٹھ کھڑے ہوگے۔

پولیس اور دوسرے سرکاری ملازمین سے یہ کہ وہ قومی انقلاب کے خلاف استعمال کئے جانے سے انکار کردیں۔

ہر فرد بشر سے :–

ہر چھوٹے بڑے کام کے ذریعہ اس میں مدد کرو کہ غاصب حکومت برباد ہو جائے اور ہندوستانی جمہوریہ قائم ہو –

"انقلاب زندہ باد" "لڑیں گے یا مریں گے" اور "انگریزوں کو نکالو" کے نعرے بلند کرو —— ہر روز صبح کو آٹھ بجے اور رات کو نو بجے !

سنٹرل ڈائرکٹریٹ
آل انڈیا کانگریس کمیٹی

ضمیمہ نمبر ۹

آزادی کی لڑائی لڑنے والوں کے نام

انقلابی سلام!

دوستو!

سب سے پہلے تو میں تمہیں اور ان دوستوں کو جو اسیران جنگ ہیں اس شاندار مقابلے پر دلی مبارک باد دیتا ہوں۔ جو تم نے اب تک دشمن کے خلاف کیا۔ ہمارے ملک میں جو عرصے سے ظلم اور تکلیفوں کا آماجگاہ رہا ہے ایسے شان دار کام نہ کبھی ہوئے نہ ان کی امید کی گئی تھی ۔ بے شک یہ "کھلی بغاوت" تھی جس کا تصور ہمارے لاثانی لیڈر مہاتما گاندھی نے پہلے ہی کیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بغاوت فی الوقت بظاہر فرو کر دی گئی ہے مگر مجھے امید ہے کہ تم اس سے اتفاق کرو گے کہ یہ محض وقتی طور پر ہی فرو ہوئی ہے۔ اس سے کوئی اچنبھا نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اچنبھا تو جب ہوتا کہ ہماری پہلی کوشش کامیاب ہو جاتی اور سامراج کو بالکل کچل دیتی محض یہ واقعہ کہ خود دشمن نے اعتراف کر لیا ہے کہ بغاوت نے اس کی طاقت کو تباہ ہی کر دیا تھا، اس کا ثبوت ہے کہ ہمارے قومی انقلاب کا پہلا دور کس قدر کامیاب رہا –

یہ پہلا دَور کس طرح دبا یا گیا ؟ کیا یہ دشمن کی فوجی قوت اس کی بے لگام غنڈہ گردی لوٹ مار ، آتش زنی اور قتل و غارت کی وجہ سے ہوا ؟ نہیں ۔ یہ خیال کرنا ہی غلط ہے کہ "بغاوت" کو "دبا دیا گیا" ۔ انقلابوں کی تاریخیں بتاتی ہیں کہ انقلاب کوئی ایک واقعہ نہیں ہوتا ۔ وہ ایک دور اور ایک سماجی عمل ہوتا ہے ۔ ایک انقلاب کے ارتقائی منازل میں مدو جزر ہونا معمولی بات ہے ۔ اس وقت ہمارا انقلاب بجائے انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر کامیاب ہو کر کامیابیاں حاصل کرنے کے پستی کی حالت میں ہے ۔ اس کی وجہ سامراجی ظالموں کی برتر جسمانی قوت کی مداخلت نہیں بلکہ اس کے دو اہم سبب ہیں ۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ قومی انقلابی قوتوں کی کوئی ایسی کارگزار تنظیم نہ تھی جو کام کرتی اور ان زبردست قوتوں کی موثر طریقہ پر رہبری کرتی جن کے بندھن کھل گئے تھے ۔ کانگریس اگرچہ ایک بڑی منظم جماعت ہے ، مگر وہ ان بلندیوں کے لئے تیار نہ کی گئی تھی ، جہاں تک کہ اس انقلاب کو پہنچنا تھا ۔ تنظیم کی اتنی کمی تھی کہ بہت سے نامی کانگریسیوں کو بغاوت کی رفتار کا بھی پتہ نہ تھا ۔ اور اس کے شروع ہونے کے بہت بعد تک بعض کانگریسی حلقوں میں یہی بحث در پیش تھی کہ آیا جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ کانگریسی پروگرام کے مطابق ہے بھی یا نہیں !

اسی سلسلے میں ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ بہت سے ذی اثر کانگریسیوں نے اپنے ذہنوں کو اس "آخری جنگ آزادی" کی روح کا ہمنوا نہ بنایا ۔ وہ خلوص ، وہ احساس ضرورت اور قوت ارادہ جو مہاتما گاندھی ، ڈاکٹر راجندر پرشاد یا سردار پٹیل میں تھا اس کا عکس تک بہت سے کانگریسی لیڈروں کے دماغوں اور دلوں پر نہ پڑ سکا ۔

دوسرے یہ کہ بغاوت کے پہلے دور کے ختم ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے آئندہ دور کے لئے کوئی مزید پروگرام پیش نہیں کیا گیا ۔ اپنے اپنے علاقوں میں برطانوی راج کو پوری طرح ختم کر دینے کے بعد لوگ یہ سمجھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے کہ ان کا کام ہو چکا ۔ اس لئے کہ ان کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اس کے بعد کیا کرنا ہے ۔ یہ ان کی خطا نہ تھی ۔ یہ ہماری کوتاہی تھی ۔ ہمیں چاہئے تھا کہ ان کو دوسرے دَور کے لئے بھی پروگرام دے دیتے ۔ چونکہ یہ نہیں کیا گیا تھا ، اس لئے بغاوت رک گئی ، اور انحطاط کا دور شروع ہوا اور یہ صورت اس وقت سے بہت دنوں پہلے شروع ہو چکی تھی جبکہ

کافی تعداد میں انگریزی فوجوں نے آکر بغاوت کی پیچھے ہٹتی ہوئی کارروائیوں کو اور پیچھے دھکیل دیا۔

اب یہ کہ لوگوں کے سامنے دوسرے دور کے لئے کیا پروگرام پیش کیا جاتا؟ اس کا جواب انقلابات کی ماہیت میں ملتا ہے۔ انقلاب صرف کوئی تباہ کن کارروائی تو ہے نہیں بلکہ یہ ایک بڑی تعمیری قوت بھی ہے۔ کوئی ایسا انقلاب کامیاب نہیں ہو سکتا جو محض تباہی پھیلا دے۔ انقلاب اُسی وقت باقی رہتا ہے جب کہ وہ اس قوت کی جگہ جس کو اس نے تباہ کیا ہے، اس کی کوئی جانشین قوت پیدا کر دے۔ اس طرح ہمارے انقلاب کو بھی جس نے ملک کے بہت بڑے حصہ میں تباہی کا تخریبی کام پورا کر لیا تھا ایک ایجابی پروگرام کی ضرورت تھی۔ جن لوگوں نے بدیسی حکومت کی چیزوں اور اس کے ذرائع نظم و نسق کو تباہ کر کے اس کے نمائندوں کو نکال باہر کیا تھا، ان کو ان علاقوں میں اپنی انقلابی حکومت کے ویسے ہی ادارے قائم کر دینا چاہئے تھے۔ اور اپنی پولیس اور فوج بنا لینی چاہئے تھی۔ اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو ایک ایسی عدیم المثال قوت ہمارے ہاتھ آتی، اور تعمیری کام کے لئے ایسی راہیں کھل جاتیں کہ انقلاب کی موجیں کہیں زیادہ بلند ہو چکی ہوتیں۔ حتیٰ کہ اگر یہی کیفیت سارے ملک میں ہو جاتی۔ تو سامراجی طاقت کا خاتمہ تھا اور سارے ملک میں اقتدار اعلیٰ عوام کے ہاتھوں میں آ گیا ہوتا۔

گویا کارگزار تنظیم کی کمی اور کسی مکمل قومی انقلاب کے پروگرام کا نہ ہونا — یہ دو وجہیں موجودہ انقلاب کے پہلے دور کے اس انحطاط کی تھیں۔

سوال یہ ہے کہ ہمیں اب کیا کرنا ہے؟ — سب سے پہلے تو ہم کو یہ کرنا ہے کہ اپنے اور عوام کے دماغوں سے اضمحلال رفع کریں۔ اور اس کی جگہ حاصلہ کامیابیوں پر مسرت اور آئندہ کامیابیوں کی اُمید پیدا کریں۔

دوسرے یہ کہ ہم انقلاب کی نوعیت کو برابر اپنے پیش نظر رکھیں اور دوسروں کو سمجھاتے رہیں۔ یہ آزادی کے لئے ہماری آخری جد و جہد ہے۔ لہذا ہماری منزل مقصود سوا فتح کے اور کچھ نہ ہونا چاہئے، اور اس راستے میں کوئی درمیانی منزلیں نہیں ہیں۔ وہ کوششیں جو راجگوپال آچاری ایسے لوگ ایک قومی حکومت بنانے کے لئے کر رہے ہیں۔ وہ صرف بے نتیجہ ہی نہیں بلکہ مضر ہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے عوام کی توجہ اصل سوال سے ہٹ جاتی ہے۔ "ہندوستان چھوڑ دو" اور "قومی حکومت" کے نعروں میں کوئی مفاہمت ہی نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ کانگریس اور لیگ کی صلح کے نعرے لگا رہے ہیں، وہ دراصل سامراجی پروپیگنڈہ

کی خدمت کر رہے ہیں۔ قومی حکومت کے قیام کے راستے میں اتحاد کی کمی مانع نہیں ہے بلکہ اصل مانع یہ ہے کہ سامراج اپنے آپ کو ختم کرنے پر راضی نہیں۔ چرچل کے اس بیان کے بعد جو حال ہی میں انہوں نے دیا کہ وہ وزیر اعظم اس لئے نہیں بنے ہیں کہ سلطنت کو دیوالیہ کر دیں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ معاشرت کا وہ متعلم بڑا بے وقوف ہوگا جو یہ اُمید رکھے کہ سلطنتیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ سابق "انقلابی" جو اس کوشش میں ہیں کہ نیاز مندانہ یادداشتوں کی زبردست قوت سے سلطنت ہندوستان ختم ہو جائے، ان کے نام تاریخ میں بڑے قابل رحم بیوقوفوں کی فہرست میں لکھے جائیں گے۔

جس چیز کو سامراجی اصطلاح باز ہندوستانی زندگی کے اہم عناصر کا اتحاد کہتے ہیں۔ وہ ضرورت وقت نہیں ہے بلکہ اصلی ضرورت تمام قومی انقلابی قوتوں کا اتحاد ہے اور انقلابی قوتیں پہلے ہی سے کانگریس کے جھنڈے تلے متحد ہیں۔ اور کانگریس اور مسلم لیگ کی مفاہمت میں ان قوتوں کی ترقی نہیں بلکہ ان کا زوال پیش نظر ہوگا۔ کیونکہ مسلم لیگ تو انقلاب اور آزادی کے راستے کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتی۔

لہٰذا ہمارا مقصود سامراج کی مکمل بیخ کنی ہے، اور اسے ہم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اس سوال پر کسی مفاہمت کی گنجائش نہیں۔ ہم یا تو ہاریں گے یا جیت لیں گے۔ ہار ہم سکتے نہیں کیونکہ ہم نہ صرف فتح کے لئے کام کرنے پر تل گئے ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ دنیا کی تمام زبردست قوتیں اس وقت سامراج اور فسطائیت کے انجام کو روز بروز قریب لا رہی ہیں۔ یہ نہ سمجھئے کہ بعد جنگ کی دنیا کی قسمت کا فیصلہ ان رسمی نتائج سے ہوگا جو صلح کانفرنس کے بحث مباحثہ کے بعد طے ہوں گے۔ جنگ ایک عجیب کیمیاگر ہے، اس کے دامن میں ایسی ایسی طاقتیں اور قوتیں تیار ہوتی ہیں کہ وہ فتح مندوں اور شکست نصیبوں دونوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی ہیں۔ پچھلی جنگ کے بعد جو یورپ اور ایشیا کی چار زبردست سلطنتیں یعنی روس۔ جرمنی۔ آسٹریا اور عثمانی خاک میں مل گئیں تو یہ کسی امن کانفرنس کا فیصلہ نہ تھا۔ اسی طرح سے روس۔ ٹرکی اور جرمنی کا انقلاب بھی لائڈ جارج کلیمنسو یا ولسن کے کسی فرمان کا نتیجہ نہ تھا۔

اس وقت بھی دُنیا بھر میں جہاں جہاں لوگ لڑ رہے ہیں کٹ کٹ کے مر رہے ہیں، اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیل رہے ہیں، یہی کیمیاگر کارفرما ہے۔ اور اسی کی کارفرمائی سے ہندوستان میں ایک معاشرتی تہلکہ مچ گیا ہے۔ جنگ کے بعد دُنیا کی

قسمت کا فیصلہ نہ چرچل اور روزویلٹ کریں گے اور نہ ہٹلر اور ٹوجو۔ یہ تاریخی کارنامہ ویسی ہی کوئی قوت کرے گی جس کی کہ نمائندگی ہم کر رہے ہیں۔ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ اس وقت ہر جگہ انقلابی قوتوں میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے؟ کیا ہم یقین کر سکتے ہیں کہ کروڑوں انسان بغیر آئندہ کی کسی فکر کے ناقابل بیان مصائب برداشت کر رہے ہیں؟ کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ کروڑوں انسان اپنے حاکموں کی آئے دن کی دروغ بافیوں سے مطمئن ہیں؟ نہیں! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

لہذا کامل فتح کی منزل پر نظریں جمائے ہوئے ہم کو آگے بڑھنا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ ہمارے کرنے کا ٹھوس کام کیا ہے؟ ایک جنرل لڑائی ہارنے یا جیتنے کے بعد کیا کرتا ہے؟ وہ یہی کرتا ہے کہ دوسری جنگ کے لئے تنظیم اور تیاری کرے۔ رومل نے اپنی زبردست فتح کے بعد العالمین پر رک کر اپنی فوجوں کی تنظیم اور تیاری کی۔ جنرل الگزنڈر نے بھی تیاری کی اور بالآخر اپنی شکست کو ایک شاندار فتح سے بدل دیا۔ اور ہمیں تو کوئی شکست بھی نہیں ہوئی ہے، بلکہ اس حد تک تو ہم کو دراصل فتح ہی حاصل ہوئی کہ ملک کے ایک بڑے حصے میں برطانوی ظالموں کا سول نظم و نسق بالکل درہم برہم ہو گیا۔ عوام کو تجربے سے معلوم ہو گیا ہے کہ پولیس اور مجسٹریٹ۔ عدالتیں اور جیل خانے یہ شاندار ڈھچر جو برطانوی راج کہلاتا ہے، ان کی اجتماعی قوت کے سامنے ایک گھروندے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ سبق بھلایا نہ جائے گا اور آئندہ کی جنگ کے ابتدائی قدم کا کام دیگا۔

پس سردست ہمارا تیسرا اور سب سے بڑا کام آئندہ کے بڑے اقدام کی تیاری کرنا ہے۔ اس کے لئے تنظیم اور خود کو منضبط کر لینا یہ ہمارے نصب العین ہیں۔

دوسرا اقدام! ہم دوسرا اقدام کب شروع کر سکیں گے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اب عوام پانچ چھ برس تک سر نہ اٹھا سکیں گے۔ یہ اندازہ ممکن ہے امن کے زمانے میں صحیح ہوتا۔ مگر اس جنگ زدہ طوفانی دنیا میں جہاں واقعات کی رفتار اس قدر تیز ہے، یہ اندازہ صحیح نہیں ہے۔ برطانوی فسطائیوں ——— لنلتھگوؤں۔ ہیلیٹوں۔ اسٹیورٹوں اور ان کے ایسے اور ہزاروں، نیز ان کے کمینے ہندوستانی خوشامد خوروں ——— کے بہیمانہ مظالم نے ممکن ہے کہ لوگوں کو دب جانے پر مجبور کر دیا ہو مگر وہ کسی صورت بھی ان کو ظالموں کے دوست بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ملک کے سارے دیہات میں جہاں برطانوی نمونہ کی

یہ نازی گردی رائج رہی اس وقت شدید بے چینی، غصہ اور انتقام کی آگ دہک رہی ہے۔ لوگ اگر اتنا سمجھ لیں کہ زبردست تیاری جاری ہے تو وہ ہمت باندھ کر سرگرمی کے ساتھ متحدہ اور منضبط طور پر دوسرے اقدام کی ابتدا کریں۔ یہ ایقان دوسرے اقدام کے لئے بہت مفید ہوگا۔ ممکن ہے کہ بین الاقوامی حالات ہمارے ممد بن جائیں اور پھر گاندھی جی کے آئندہ مرن برت کا ارادہ ہم کو اور لوگوں کو برابر یاد دلاتا رہے گا کہ سست نہ پڑیں۔ ڈھیل نہ ہوں اور نچنت نہ بیٹھیں۔

دوسرے اقدام کا سوال انقلاب کے تعمیری کام کے سوال کے ساتھ وابستہ ہے۔ یعنی انقلابی حکومت کے اداروں کا قیام! اور اس سے تشدد اور مسلح فوج کے قیام کا مسئلہ وابستہ ہے۔ میں اس وقت میں اس مسئلے کے متعلق اپنی رائے پیش کروں گا۔ کیوں کہ میرے نزدیک انقلاب کے مستقبل پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔

سب سے پہلے مجھے چند لفظ اس شور و غوغا کے متعلق کہنا ہیں جو برطانوی حکمرانوں نے اس تشدد کے متعلق مچا رکھا ہے، جو اس انقلاب کے دوران میں واقع ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ شدید اشتعال کی وجہ سے کسی قدر تشدد ضرور ہوا۔ لیکن شورش کی وسعت اور انفرادی اور اجتماعی اہنسا کے حیرت انگیز مظاہروں کو دیکھتے ہوئے یہ تشدد کچھ بھی نہیں! شاید یہ محسوس نہیں کیا گیا کہ بدیسی قوت کے سینکڑوں ہندوستانی اور انگریز ملازم چند دن تک بالکلیہ عوام کے رحم و کرم پر رہے اور عوام نے دشمن ہوتے ہوئے بھی ان پر رحم کیا اور ان کی جان و املاک ان کو بخش دی۔ اور پھر ان ہزاروں جوانوں اور بوڑھوں کی دلیری اور شریفانہ ہمت کا کیا کہنا کہ جب ان کے سینوں پر گولیاں لگ رہی تھیں تو ان کے ہاتھوں میں انقلابی پرچم تھے اور زبانوں پر "انقلاب زندہ باد" کے نعرے! کیا ایک لفظ بھی اس پاک ہمت کی تعریف میں انگریزوں کی زبان سے نکلا؟

خیر۔ مگر کیا یہ قابل غور امر نہیں کہ برطانوی حکومت جو تشدد میں رچی ہوئی ہے جس کی بنیاد تشدد پر ہے، اور جو آئے دن تشدد کے انتہائی بے رحمانہ حرکات کرتی رہتی ہے۔ جو ہزاروں انسانوں کو بیس کروڑ کی زندگی کا رس نچوڑ لیتی ہے۔ وہ دوسرے کے کئے ہوئے تشدد پر ایسا شور مچاتے؟ انگریزوں کو اس سے کیا کہ ہم لڑنے کے لئے کون سے ہتھیار استعمال کرتے ہیں؟ اگر باغی اہنسا پر کاربند رہیں تو کیا وہ خود بھی اس کا عہد کریں گے؟

کیا اُنہوں نے ہمارے ہزاروں اہنسائی سپاہیوں کو گولی سے نہیں اُڑا دیا؟ ہم کوئی سے بھی ہتھیار استعمال کریں مگر انگریزوں کے پاس ہمارے لئے وہی گولیاں۔ لوٹ مار۔ زنا بالجبر اور آتش زنی کے حربے ہیں۔ لہذا انگریزوں کو تو اس بارے میں خاموش ہی رہنا چاہیئے کہ ہم کس طرح لڑتے ہیں۔ یہ طے کرنا ہمارا اپنا کام ہے۔

اب اس سوال پر بحث کرتے ہوئے جس کا ہم پر سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے مجھے سب سے پہلے وہ فرق یاد دلانا ہے جو اہنسا کے متعلق گاندھی جی کی رائے اور ورکنگ کمیٹی اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی رایوں میں ہے۔ گاندھی جی کسی صورت اہنسا سے انحراف پر تیار نہیں ہیں۔ یہ ان کا عقیدہ اور اصول زندگی ہے۔ مگر کانگریس کا نقطۂ نظر یہ نہیں ہے۔ کانگریس نے جنگ کے دوران میں بار بار کہا ہے کہ اگر ہندوستان آزاد ہو جائے یا قومی حکومت بھی قائم ہو جائے تو وہ حملہ آور کا مقابلہ اسلحہ سے کریگی۔ تو جب ہم جاپان یا جرمنی کے مقابلے میں اسلحہ سے لڑ سکتے ہیں تو انگریزوں کے مقابلے میں اسی طرح لڑنے سے کیوں انکار کریں؟ اس کا صرف یہی جواب ہو سکتا ہے کہ کانگریس کو جب طاقت نصیب ہو جائیگی تو اس کے پاس فوج ہو گی اور یوں خانماں آوارہ کانگریس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ مگر بالفرض ایک انقلابی فوج تیار ہو گئی ہوتی یا موجودہ ہندستانی فوج یا اس کے کسی حصہ نے بغاوت کر دی ہوتی تو کیا یہ ہمارا بے تکا پن نہ ہوگا کہ ہم پہلے تو فوج سے کہیں کہ بغاوت کرو۔ اور پھر باغیوں سے کہیں کہ ہتھیار ڈال دو اور کھلے سینوں پر انگریزوں کی گولیاں کھاؤ؟

میری اپنی تعبیر کانگریس کی حیثیت کی ـــ نہ کہ گاندھی جی کے رویے کے متعلق ـــ صاف اور واضح ہے۔ اگر ملک کو آزادی مل گئی۔ تو کانگریس اس پر تیار ہے کہ جبر کا مقابلہ تشدد سے کرے۔ اچھا۔ اب ہم اپنے آزاد ہونے کا اعلان تو کر ہی چکے ہیں۔ اور انگریزوں کو ایک جابر قوت بھی قرار دے چکے ہیں تو پھر بمبئی کی تجویز کی رو سے ہم انگریزوں کے خلاف اسلحہ سے کام لینے میں حق بجانب ہیں۔ اگر یہ گاندھی جی کے اصول سے لگا نہیں کھاتا تو میرا کیا قصور؟ ورکنگ کمیٹی اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی دونوں نے یہی پسند کیا ہے کہ گاندھی جی سے اختلاف کریں۔ اور جہاں تک جنگ کا تعلق ہے ان کے اہنسا کے تصور کو قبول نہ کریں۔ اور پھر برطانوی حکومت نے گاندھی جی کو اس کی اجازت بھی تو نہیں دی کہ وہ اس تجویز کو بنائیں یا چلائیں۔ لہذا اس تعبیر پر عمل کرنے میں کسی طرح بھی ہم ان کے ساتھ

بے وفائی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ اپنی حد تک مجھے یقین ہے کہ اپنے اشتراکی رجحان کو کسی طرح بھی بیچ میں لائے بغیر۔ محض ایک سچے سپاہی کی حیثیت سے میں برطانوی جبر کا مقابلہ اسلحہ سے کرنے میں قطعی حق بجانب ہوں گا۔

میں اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ بہادر لوگوں کی اہنسا اگر کافی بڑے پیمانے پر برتی جاتے تو تشدد کو بالکل غیر ضروری بنا سکتی ہے لیکن جہاں اس قسم کی اہنسا نہ ہو وہاں میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ شاستری نکتہ آفرینیوں کے بھیس میں بزدلی اس انقلابی تحریک میں رکاوٹ پیدا کرے اور اسے ناکام بنائے۔

انقلاب کے پچھلے دور کے مضمرات کا واضح تصور کر لینے کے بعد اب ہم کو اپنی فوجوں کی تیاری تنظیم تربیت اور انضباط کرنا ہے۔ ہر بات میں ہم کو یہ یاد رکھنا ہے کہ ہماری کارروائی صرف سازشانہ نہیں ہوگی عوام کی مکمل بغاوت ہمارا مقصود ہے۔ چنانچہ اپنے اصولی کام کے ساتھ ساتھ ہم کو عوام میں ۔۔۔ گاؤں کے کسانوں۔ فیکٹریوں۔ کانوں۔ ریلوں۔ اور دوسری جگہ کے مزدوروں میں بڑا گہرا کام کرنا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان میں زبردست پرچار کریں۔ ان کی موجودہ مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔ ان کو ان کے موجودہ مطالبوں کی خاطر لڑنے کے لئے منظم کریں۔ ان میں سے اپنی مختلف سرگرمیوں کے لئے منتخب سپاہیوں کو بھرتی کر کے ان کو فنی اور سیاسی تعلیم دیں۔ تعلیم و تربیت پانے کے بعد مٹھی بھر آدمی وہ کام کر سکتے ہیں جو پہلے ہزاروں سے نہ ہوا۔ ہر قریہ اور تعلقہ اور ہر بڑی فیکٹری اور کارخانے میں اور دوسرے صنعتی مرکزوں میں ہمارے لڑنے والوں کے ایسے دستے موجود رہنا چاہئیں جو ذہنی اور مادی دونوں حیثیت سے آئندہ شورش کے لئے تیار رہیں۔

اس کے بعد ہم کو ہندوستانی فوج اور دوسری سروسوں میں کام کرنا ہے شورش اور مظاہرے کا کام کرنا ہے۔ کالجوں اور مدرسوں اور بازاروں میں بھی کام کرنا ہے دیسی ریاستوں اور ہندوستان کی سرحدوں پر بھی کام کرنا ہے۔ یہاں پر میرے لئے تو ممکن نہیں کہ ساری تیاریوں کو زیادہ مخصوص شکلوں میں بیان کر سکوں۔ یہی کہہ دینا کافی ہے کہ ابھی بہت عظیم الشان کام باقی ہے اور ہر ایک کو کرنا ہے۔ بہت کچھ ہو رہا ہے اور ابھی بہت زیادہ باقی ہے۔ +

یہ سب کچھ سوا نوجوانوں کے اور کون کرسکتا ہے؟ کیا یہ اُمید بے جا ہوگی۔ کہ ہمارا طلبہ کا طبقہ جس نے اب تک ایسی درخشاں مثال پیش کی ہے، اپنی کامیابیوں کو اور آگے بڑھائے گا، اور اپنے وعدے کو پورا کرے گا؟ اس کا جواب دینا خود طلبہ کا کام ہے۔

مجھے یہ واضح کر دینا ہے کہ تیار رہنے کا مطلب یہ نہیں کہ لڑائی اس وقت بالکل ختم ہو جائے گی۔ نہیں۔ بلکہ گاہ بگاہ کی "جھڑپ" "سرحدی کارروائیاں" "معمولی تصادم" "کمین گاہ سے گولی چلانا" "پٹرول" — یہ سب جاری رہنا چاہئیں۔ یہ سب باتیں بجائے خود جارحانہ اقدام کی تیاریوں میں داخل ہیں۔

اب مقصد کے لئے پوری طرح وقف ہو کر اور عوام کے اوپر پورا پورا بھروسہ رکھ کر ہم کو آگے بڑھتے چلنا چاہئے۔ ہمارے قدم مضبوط ہوں۔ ہمارے دل تُلے ہوئے اور ہماری نظریں تیز۔ آزادی ہند کا آفتاب اُفق سے اوپر آچکا ہے۔ اب ایسا نہ ہو کہ ہمارے اپنے شبہات اور اختلاف اور بے عملی اور بے وفائی کے بادل اس آفتاب کو گہنا دیں اور ہم اپنی پیدا کی ہوئی ظلمت میں گم ہو جائیں۔

دوستو! آخر میں اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس پر ناقابل بیان مسرت اور فخر ہے کہ میں پھر اس قابل ہُوا ہوں کہ اپنی خدمات آپ کی نذر کرسکوں میں آپ کی خدمت کرنے میں ہمارے لیڈر کے ان الفاظ کو کہ "کرو یا مرو" اپنا چراغ راہ بناؤں گا۔ آپ کا تعاون میری قوت بازو اور آپ کا ہر حکم میرے لئے وجہ مسرت ہوگا۔

(ہندوستان میں کسی جگہ سے) بی۔ جے۔ پرکاش

ضمیمہ نمبر ۱۰

مسٹر گاندھی کا آخری پیام

ہر شخص کو اس کی آزادی ہے کہ وہ اہنسا کا پابند رہ کر، مکمل تعطل پیدا کرنے، ہڑتال کرنے اور دوسرے اہنسائی طریقوں کے استعمال میں آخری حد تک چلا جائے۔ ستیاگرہیوں کو مرنے کے ارادے سے جانا چاہئے نہ کہ زندہ رہنے کے ارادے سے۔

جب افراد موت کو ڈھونڈنے اور اس کا مقابلہ کرنے جاتے ہیں، تب ہی قوم زندہ رہتی ہے۔

"کریں گے یا مریں" —— ٭

ضمیمہ نمبر ۱۱

۱۱ صوبائی کانگرس کمیٹیوں اور دوسروں کے نام آل انڈیا کانگرس کمیٹیوں کی ہدایتیں

ہمارا خاص کام یہ ہے کہ "گاندھی جی اور دوسرے لیڈروں کی گرفتاری پر شہروں میں جو جوش و خروش پیدا ہوا ہے اس کو برقرار رکھیں اور اس کو تعمیری کام کے لئے منظم کریں اور ساتھ ہی ساتھ دیہاتوں کو اتنا تیار کرلیں کہ ہماری جدوجہد سارے ملک میں ہر جگہ ایک ساتھ نقطۂ کمال کو پہنچے۔ ہمارے لئے سب سے ضروری لحاظ وقت کا ہے۔ نہ صرف یہ کہ" دو چار ہفتوں میں ہم کو اپنی صلاحیت کا اظہار کردینا ہے۔ ورنہ ایسا نہ ہو کہ گاندھی جی برت رکھ لیں — بلکہ اس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ ہماری شہری اور دیہی تیاریوں میں ایسا تعاون اور تال میل ہو کہ حکومت یہ نہ کرسکے کہ دوسرے کے تیار ہونے تک پہلے کو کچل ڈالے اور پھر دوسرے کا بھی یہی حشر ہو۔

دیہاتی ہندوستان :—

گاؤں کی آبادی کو یہ شہ دی جائے کہ وہ تمام جلسوں میں اور دوسری جگہوں پر یہ اعلان کرسکیں کہ وہ بالکل آزاد ہیں اور ایک بدیسی حکومت کے قوانین ٹیکس۔ پولیس اور دوسرے انتظامات کی پابندی اب ان پر عاید نہیں ہوتی۔ ان جلسوں کی ابتدا چھوٹے سے چھوٹے حلقوں۔ مثلاً دیہات میں ہونی چاہئے۔ مگر بہت جلد اس سرگرمی کو دیہاتوں کے درمیان آزادی اور بھائی چارے کے جلوسوں میں بدل دینا چاہئے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ بہت جلد دس دس بیس بیس گاؤں کے مشترکہ جلسے ہوں جہاں آزادی اور اتحاد کا اعلان کیا جائے۔ مگر اس پروپیگنڈے اور شورشی کام کے لئے ایک خاص پروگرام اور باقاعدہ ہدایتیں ہونی چاہئیں ورنہ سارا معاملہ اکارت ہو جائے گا۔ قطعی ہدایت عدم ادائی لگان یا ٹیکس کی مہم کے بارے میں نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ لگان کی وصولی کا مہینہ ابھی بہت دور ہے۔ اس ہدایت کی نوعیت محض شورشی ہونی چاہئے۔ اس سے صرف یہ کام بھی نہیں لیا جاسکتا کہ خوراک کی کمی ہونے یا سکے کی مقدار میں زیادتی

یا قیمتوں پر کنٹرول ہونے کے متعلق معلومات مہیا کی جائے۔ یہ سب کچھ نیز آزادی کا اعلان لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے ہونا چاہئے۔ اور جب لوگ بیدار ہو جائیں تو ان کی قوتوں کو کسی قطعی کام میں لگا دیا جائے۔ موجودہ حالات میں اس کی شکل صرف یہی ہو سکتی ہے کہ برطانوی اقتدار کے نمونوں اور مرکزوں یعنی تھانوں اور تحصیلوں پر لوگ ہزاروں کی تعداد میں انسانی دھاوا بول دیں۔ ان کو معطل بنا دیا جائے۔ پولیس اور دوسرے سرکاری ملازمین کو پہلے تو رعایا کا اقتدار تسلیم کرنے کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کے اسلحہ اور ان کی سرکاری حیثیت دونوں سے انھیں محروم کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں یہ چند ضروری باتیں یاد رکھنی چاہئیں :-

(۱) ایسے حملے ایک دو تحصیلوں پر یا ایک ضلع میں کئے جائیں مگر ایسے مقامات منتخب کیے جائیں جہاں لوگوں میں بیداری خوب پیدا ہو چکی ہو۔ اس کا خاص لحاظ رکھا جائے کہ ایسے مقامات منتخب نہ کئے جائیں جہاں کسی قسم کا مناقشہ ہو۔ (۲) یہ حملے بیک وقت نہ صرف ایک پورے ضلع میں بلکہ صوبے بھر میں کئے جائیں یا کم سے کم ان اضلاع کی اکثریت میں کئے جائیں جہاں کانگریس کا پیام بہترین طور پر پہنچ چکا ہو۔ ان حملوں کا نقطہ کمال وہ ہوگا جب لوگوں کی بیدار اور منظم قوتیں اس حد تک پہنچ جائیں کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں ضلع کے ہیڈ کوارٹروں پر دھاوا کر سکیں۔ اس طرح حکومت کا انتظام صرف معطل ہی نہیں ہو جائے گا بلکہ پاش پاش ہو جائے گا۔ اس تمام کارروائی کے ساتھ ساتھ یا فوراً ہی بعد ان مقامات پر متوازی حکومت اور انتظام قائم کر دیا جائے گا۔ اور یہ آزاد ہندوستانی ریاستوں کی ابتدا ہوگی۔ اس کی بھی کوشش ہونا چاہئے کہ ایسے حملوں سے تمام صوبوں میں بیک وقت انتظام خراب کیا جائے اور اس کی انتہائی میعاد آج سے چار ہفتے یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد کی مدت رکھی گئی ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی سخت پابندی عاید نہیں کی جا سکتی۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آزادی کے اعلان اور موجودہ حکومت کی تباہی کے درمیانی وقفہ میں لوگ حکومت کے وہ تمام سیاسی اور عام قوانین توڑ چکے ہوں گے جن سے ہمیں اختلاف ہے۔ مثلاً یہ کہ من مانے طور پر نمک بنایا جائے یا تخلیے سے متعلق نیز دوسرے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ عدالتوں میں حاضر ہونے کے حکم کو نہ مانا جائے۔

بعض مسائل (۱) اس کام کی تنظیم کے عملوں اور (۲) حکومتی ذرائع رسل و رسائل کو بیکار کرنے کے سلسلے میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے علیحدہ بحث کی جائے گی۔ علاوہ ازیں تشدد کی تمام

کوششوں کو سختی کے ساتھ روک دینا چاہئے ۔اس سلسلہ میں مفصل بحث اس وقت ہوگی جب ہم سرکاری ملازمین کے ساتھ اپنے تعلقات پر غور کریں گے۔ پس سلسلے واری ہدایتیں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) ہمارے سات لاکھ دیہاتوں میں سے ہر ایک میں اعلان آزادی کے جلسے کرو ۔

(۲) ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں آزادی اور بھائی چارے کے جلوس لے جاؤ ۔

(۳) حکومت کے انتظام اور قوانین کی عدول حکمی کرو۔ خصوصاً ڈفنس آف انڈیا رولز کی ۔ اس کے ساتھ ہی لوگوں کی انتظامی کمیٹیاں بنانے، نمک بنانے اور بھرتی اور فوجی چندوں کو روکنے والی اہنسا کی سرگرمیوں میں مصروف رہو ۔

(۴) اہنسا کے ذریعے پہلے تھانوں اور تحصیلوں اور پھر ضلع کے ہیڈکوارٹروں کو بیکار کردو ۔

(۵) اس پروگرام کی تکمیل لگ بھگ چار ہفتوں میں کرلو ۔ اس کی بہرحال ہم کو احتیاط کرنی چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم عوام کے جوش کا ساتھ نہ دے سکیں۔

شہری ہندوستان

بمبئی ۔ احمدآباد ۔ الہ آباد اور کلکتہ وغیرہ میں گاندھی جی کی گرفتاری کے وقت یا اس کے بعد جو واقعات ہوئے ان سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں میں جوش خوب پھیلا ہوا ہے ۔ شیواجی پارک میں جہاں گاندھی جی تقریر کرنے والے تھے ، جو زبردست مجمع تھا اس کو دس بارہ مرتبہ آنسوؤں والی گیس سے ہٹانے کی کوشش کی گئی مگر لوگ نہ ٹلے ۔ سینکڑوں جگہ لاٹھی چارج ہوئے اور جابجا متعدد بار گولی بھی چلائی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے ان سب باتوں کو بڑی ہمت سے برداشت کرلیا۔ اب بڑی ضرورت اس کی ہے کہ (۱) اس مقاومت کے جذبے کو قائم رکھا جائے ۔ (۲) اس کو اتنی تقویت دی جائے کہ گولی چلنے کی صورت میں بھی کم سے کم ایک جتھا باہمت مردوں اور عورتوں کا ایسا ہو جو بھاگ نہ کھڑا ہو ۔

اس سلسلے میں حسب ذیل ہدایتیں ہیں :۔

(۱) لوگوں کے اس وقتی جوش کو کارآمد بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو ایک منظم شکل دے دی جائے ۔ اس وقت یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ جب تک گاندھی جی اور دوسرے لیڈر رہا نہ کردئے جائیں سارے ملک میں ہڑتال کردی جائے اور ہندوستان کے بیس

بڑے شہروں میں کوشش کی جائے کہ ہڑتال مکمل ہو۔

(۱) کالج اور یونیورسٹیاں اس وقت تک کے لئے بند کر دی جائیں کہ ہم کو آزادی مل جائے اور گاندھی جی ہم میں واپس آ جائیں۔ ہڑتال کرنے والے طلبہ (۱) قصبوں میں مظاہروں کی قیادت کریں یا (۲) دیہاتوں میں جا کر ہمارے چار ہفتے والے پروگرام کو چلائیں۔

(ب) تمام بڑے بڑے بیوپار کے دفتر اور بینک وغیرہ بند ہو جائیں اور ان کا کلرکوں کا عملہ باہر بلا لیا جائے۔ چھوٹی چھوٹی خوردہ فروشی کی دوکانوں کو بھی سوا غلہ اور کھانے وغیرہ کی ضروری دوکانوں کے، بند کروانے کی کوشش کی جائے۔

(ج) صنعتی کارخانوں مثلاً کپڑوں کے کارخانوں اور انجینیرنگ کارخانوں میں اس غیر متعین میعاد کی عام ہڑتال کے دوران میں کام بند کرایا جائے۔ اور مزدور نکال لئے جائیں۔

(۲) جب تک ہڑتال دوسرے علاقوں میں زور پکڑے ذرائع رسل و رسائل کے کارخانوں جیسے ریلوے ورکشاپ، بندرگاہوں اور دوسرے سرکاری دفتروں جیسے ٹیلیفون اور تار اور ریڈیو کے دفتروں اور بجلی پیدا کرنے کے کارخانوں اور بجلی تقسیم کنندہ مرکزوں کے کارکنوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور تین چار ہفتے کے بعد جب ہماری ہڑتال پورے زوروں پر ہو تو ان کارکنوں اور کلرکوں کو بھی ہڑتال کرنے کو کہا جائے۔

(۳) اس کا لحاظ رکھا جائے کہ شہری اور دیہاتی آبادی میں دونوں جگہ ہماری تحریک آج سے چار ہفتے کے اندر اپنی معراج تک پہنچ جائے۔

(۴) ہندوستانی آبادی کے ہر طبقہ مثلاً صنعتی مرکزوں اور رسل و رسائل کے کارخانوں اور دوسرے سرکاری کارخانوں کے مزدور، تمام کلرک طبقہ اور طالب علموں اور دکانداروں کے نام روزانہ اشتہاروں کے ذریعہ مناسب اپیل کی جائے۔ ان اپیلوں کا لہجہ ہمارے بدلتے ہوئے واقعات اور ضرورتوں کے لحاظ سے بدلتا رہے۔ اور جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ بھی اپیل کی جائے۔ شدید مزاحمتوں کے باوجود ہر شہر میں روزانہ چند جلسے اور مظاہرے ضرور کئے جائیں جن میں سینکڑوں ہزاروں آدمی ہوں۔ اور جب ممکن ہو سکے زیادہ بڑے جلسے کئے جائیں جن میں آزادی کا اعلان دہرایا جائے۔

اس وقت سب سے اہم ضرورت عملے کی ہے یعنی نہایت باہمت مردوں اور عورتوں کی ایسی مستقل جمعیتیں جو انقلاب کے مختلف دوروں میں اس کی رہنمائی کریں۔ بظاہر یہ

ایک ایسا بڑا مسئلہ ہے کہ ہم یہ دیکھ کر کہ یہ کام اتنا بڑا ہے اور ہماری تنظیم کا یہ بُرا حال ہے شاید کچھ ہچکچا ئیں۔ مگر آج سے پہلے یہ مقولہ کبھی اتنا سچا نہ اُترا تھا کہ انقلاب اپنے لیڈر خود ہی پیدا کر لیتا ہے۔ علاوہ اس کے مستقل جمعیتیں اس وقت بھی موجود ہیں، بشرطیکہ ہم ان سے کام لیں۔ علاوہ ان ہزاروں تربیت یافتہ کانگریسی کارکنوں کے جو ایک دن گیا ایک پندرہ واڑے میں بھی سب کے سب تو گرفتار کئے نہیں جا سکتے تھے بشرطیکہ وہ گرفتار ہونے کی بجائے کام کرنا پسند کریں، لاکھوں ہڑتالی طالب علم نیز دوسرے کلرک اور مزدور وغیرہ اور خاص کر طلبہ بھی ہیں۔ ان میں سے ہم ان کی صلاحیت اور مذاق کو دیکھتے ہوئے اپنے شہری اور دیہاتی کارکن منتخب کر سکتے ہیں۔

ایک اور مسئلہ ہمارے انقلاب کے سلسلہ میں ٹکنکل کام کا ہے۔ اس سلسلے میں دو باتیں ضرور ذہن نشین رکھنا چاہئیں۔ (١) ان کارروائیوں کو منفرد نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ یہ سب ہمیشہ ایک عمومی کارروائی کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ (٢) ہماری کسی کارروائی سے کسی ہندوستانی یا برطانوی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو اور اس کے لئے ہمیشہ تنبیہیں جاری ہوتی رہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم اپنے لوگوں میں ہمت کیوں کر پیدا کریں کہ وہ گولیاں کھائیں مگر اس کا جواب گولیوں سے نہ دیں۔ شروع دنوں میں سینکڑوں آدمیوں کو مرنے کے لئے تیار ہونا پڑے گا مگر جب یہ ہو چکے گا تو وہ انجام بھی اس وقت قریب ہوگا جب کہ فوج اور پولیس کے بڑے حصے گولی چلانے سے انکار کر دیں گے یا پھر ضروری اہنسائی قوت حاصل ہو جائیگی۔ اور لوگ گورنمنٹ کی فوجوں کو کسی قسم کا جانی نقصان پہنچائے بغیر غیر مسلح کرنا شروع کر دیں گے۔ اہنسا کی تنظیم کا سوال سارے ملک میں سے صرف ایک ہزار شوق شہادت رکھنے والے رضا کار سرفروشوں کا سوال ہے جو اپنی جان کی خوشی خوشی قربانی دے سکیں۔

اس سلسلے میں ذاتی ملاقاتوں اور اشتہاروں کے ذریعہ اور نازک حالات میں بہادری کے ساتھ دو بدو باتیں کر کے فوج اور پولیس سے اپیلیں کی جائیں۔ گورنمنٹ کی فوجوں میں جو ہندوستانی لوگ ہیں ان سے سب سے پہلے یہ کہا جائے کہ وہ اپنے آپ کو آزاد تصور کریں۔ اور بدیسی حکومت کے احکام ماننے سے انکار کر دیں ....

...... اگر وہ یہ نہ کر سکیں تب ان سے یہ کہا جائے کہ وہ اپنے نہتے ہموطنوں کو نہ ماریں جو

اپنی اور ان کی دونوں کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ گولیاں نہ چلانے کی اپیل برطانوی اور امریکی سپاہیوں سے بھی کی جا سکتی ہے۔ مگر اس اپیل میں قومی آزادی پر زور نہ دیا جائے بلکہ یہ اپیل ساری دُنیا کے امن اور انسانی آزادی کے نام پر کی جائے۔

کرو یا مرو!

ہم مرنے پر آمادہ ہیں لیکن اے سردار
ہم کچھ کریں گے بھی
ہم گاندھی جی کو اس سے پہلے ہی آزاد کرالیں گے کہ وہ برت شروع کریں۔

زندہ باد آزاد سلطنت ہندوستان!

اس کی نقلیں کر کے تقسیم کرو۔

(۴) آل انڈیا کانگریس کمیٹی ——— طلبہ سے خطاب

آل انڈیا کانگریس کمیٹی بمبئی کے اجلاس میں گاندھی جی نے اپنے وداعی پیغام میں جو انہوں نے قوم کے نام شائع کیا تھا طلبہ سے جدوجہد میں اپنا واجبی حصہ لینے کی اپیل کی تھی۔ بمبئی کے طلبہ نے یہ اپیل خود سنی تھی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ملک کے دوسرے حصوں میں اور طلبہ کے کانوں تک بھی پہنچ چکی ہے۔ جدوجہد شروع ہو گئی ہے۔ قوم نے اس کا پہلے ہی روز جو استقبال کیا وہ نہایت شاندار رہا ہے۔ جنگ میں ہر طبقے کے لوگ کود پڑے لیکن شاید طلبہ کی جماعت سے زیادہ دلیرانہ اور شاندار حصہ اور کسی جماعت نے نہیں لیا۔ بیشتر کانگریسی لیڈروں کے گرفتار ہو جانے سے جو خلا ہو گیا تھا اسے طلبہ نے آگے بڑھ کر پُر کر دیا۔ اور جدوجہد کی قیادت اپنے ہاتھ لے لی۔ ہمارے طلبہ ہمارے ان لیڈروں کے اصلی جانشین ہیں جو جیل خانوں میں قید ہیں۔ ذہانت، مہارت، معاملہ فہمی، خلوص اور تکلیف برداشت کرنے کی صلاحیت کا ان لوگوں میں ہونا ضروری ہے، جن کا کام اس جدوجہد کو جاری رکھنا ہے۔ اور یہ ساری خصوصیات ہمارے طلبہ میں موجود ہیں۔ ان کا یہی کام ہے کہ وہ آگے

کو مشتعل رکھیں۔ اور مہم کو جاری رکھیں اور اس میں شدت پیدا کریں اور کانگریسیوں کا پیغام ہمارے سب ہم وطنوں تک پہنچائیں خواہ وہ شہروں میں ہوں یا دیہاتی علاقوں میں۔ ذیل میں ان کے کام کا ایک سرسری خاکہ دیا جاتا ہے :۔

(۱) سولہ سال سے زیادہ عمر کے جملہ طلبہ کو اپنے اسکول اور کالج اور یونیورسٹیاں چھوڑ دینا چاہئیں وُہ اپنا مطالعے کا کام اور یہ عظیم انقلاب بیک وقت نہیں چلا سکتے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کو اس طرح بند کیا جائے کہ طلبہ خود بخود انھیں چھوڑ دیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو جنگ ہم لڑ رہے ہیں یہ کوئی طویل مصیبت نہیں ہے۔ ہم اس بغاوت کو بہت ہی مختصر اور تیز رفتار بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس انقلاب میں وہ جان توڑ قوت شامل کرنا ہے جو "کرو یا مرو" کے ناقابلِ شکست عزم سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر طلبہ میں یہ روح پیدا ہو جائے تو وہ ساری قوم میں یہی روح پھونک دیں گے۔ ان میں یہ انقلابی روح اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ اپنا سب کچھ نہ تج دیں اور کالجوں کو تیاگ کر پوری دلجمعی سے جنگ میں نہ کود پڑیں۔

(۲) ہماری جنگ دو محاذوں پر ہوگی۔ دیہاتی اور شہری۔ اور دونوں مورچوں پر طلبہ کو نہایت فیصلہ کن کام کرنا ہے۔ اس جدوجہد کا مقصد نظم و نسق کی مشین کے ہر ہر شعبے کو پورے طور پر معطل کر دینا ہے۔ امن اور قانون کی جن فوجوں کے استعمال سے لاٹھی چارج اور آنسو لانے والی گیس کے ذریعہ لوگوں کو مطیع کیا جاتا ہے انھیں اہنسائی طریقوں سے معطل کر دیا جائے۔ اسی طرح ان..... عدالتوں کو بھی بیکار بنا دیا جائے جو سامراجی حکومت کے بنائے ہوئے ان قانونوں کو چلانے کے لئے قائم ہیں جن کا مقصد لوگوں کو کچل دینا ہے۔ صنعت گاہوں میں کام بند کرایا جائے یہاں تک کہ ہمارا مقصد بر آئے۔ ذرائع رسل و رسائل جنہیں آج مفادِ عامہ کے کاموں کی بجائے ہمارا گلا گھونٹنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے ان کو بیکار بنایا جائے۔ لیکن کسی انسانی جان کے ضائع کئے بغیر۔ یہ وہ چند مثالیں ہیں جن سے ہم اس جدوجہد کو مقررہ میعاد کے اندر کامیاب بنا سکتے ہیں۔ اس مہم کے رہبروں کی حیثیت سے یہ کام طلبہ کا ہوگا کہ وہ لوگوں کے جوش اور طاقت کو سیدھی راہ پر ڈال کر نتیجہ خیز راستے پر لگا دیں۔ ان سارے اہنسائی طریقوں [illegible] ہوں۔ وہ اس انقلاب کی روح کو قائم رکھیں۔

ہمارا ملک بڑا وسیع ہے۔ کانگریس کا پیغام ہر ہر گاؤں اور ہر ایک جھونپڑے تک پہنچانا ہے۔ دیہاتی ہندوستان میں کھلی بغاوت کی روح پھونکنی ہے۔ اور یہ کام سوائے طلبہ کے اور کون کرسکتا ہے؟ ان میں سے جو اس کام کے اہل ہوں انھیں چاہئے کہ وہ فرداً فرداً یا جماعت بندی کرکے دیہاتی علاقوں میں جائیں اور وہاں یہ پیغام پہنچائیں۔ صرف پیغام پہنچانا اور پیغام کی تشریح کرنا ان کے ذمے ہے۔ باقی کام لوگ خود کرلیں گے۔ گاؤں والوں کو یہ سمجھانا ہے کہ برٹش راج ختم ہوچکا ہے، اور اب انھیں اپنا راج قائم کرنے کی تیاری کرنی ہے۔ لوگوں کو متحد ہوکر پرجا راج قائم کرنے کی تدبیریں کرنا چاہئے۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس غرض کے لئے متحد ہو جائیں۔ اور.............. دیہاتوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ بڑے اور چھوٹے سبھی قسم کے افسروں کے احکام سے روگردانی کرنی ہوگی۔ بدیسی نظم ونسق کے ساتھ مکمل عدم تعاون کرنا ہوگا۔ اگر ہمارے انقلاب کو نہایت مختصر عرصے میں کامیاب ہونا ہے تو لوگوں میں بے حد اتفاق اور یک جہتی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہر ایک گاؤں اور تحصیل میں موجودہ بندوبست کا زوال ہوتے ہی ہمارا راج قائم ہو جانا چاہئے۔ لوگوں کی متحدہ قوت اور ارادے اس راج کی مدد کے لئے اس کے ساتھ ہوں گے۔

(۳) ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری مہم کی بنیاد اہنسا ہے۔ ایسی حرکتیں جو تشدد کے راستوں پر ڈالنے والی ہوں ان کو دبانا چاہئے۔ وسیع عمومی پیمانے پر منضبط اہنسا سے ہم میں ہر آن بڑھنے والی قوت اور طاقت پیدا ہوگی۔ خالص عملی وجوہ کی خاطر انتہائی اشتعال کے وقت بھی ہمیں اہنسا کا ساتھ نہ چھوڑنا چاہئے۔ جانوں کو نقصان پہنچانے سے ہمیشہ محتاط رہنا چاہئے۔ ہر تشدد میں خود اس کی تباہی کے عنصر ہوتے ہیں۔ ہماری مہم کی کامیابی کے لئے کوئی چیز اتنی نتیجہ خیز نہیں ہوسکتی جیسی یہ بات کہ ہمارے لوگ اس وقت بھی اہنسائی بنے رہیں جب کہ وہ چاروں طرف تشدد سے گھر گئے ہوں۔ عدم تشدد کے مظاہروں اور بہادری اور بغیر جوابی حملہ کئے موت کا مقابلہ کرنے کی تیاری کے کارناموں سے ہمارے مخالف نہتے ہو جائیں گے۔ اور ہمارے مقصد کو مقبولیت اور ہمدردی حاصل ہوگی۔ ابھی اس مہم کو بمشکل دو دن ہوتے ہوں گے اور ہمیں اطلاعیں مل رہی ہیں کہ بہت سے سپاہی اور فوجی حکام اپنی ملازمت سے مستعفی ہو رہے ہیں۔ یہ بڑی تبدیلی

تک اس وجہ سے ہُوا کہ بغیر جوابی حملہ کئے ہمارے رضاکارانہ طریق پر جملہ مصائب کو انگیز کرنے نے ان کو بہت متاثر کیا ہے۔ یہ ایک بڑی حوصلہ افزا بات ہے کہ ہمارے لوگ شرمناک اور اندھا دھند تشدد کے مقابلے میں نمایاں طور پر اہنسائی رہے ہیں۔ انہوں نے لاٹھی چارج اور گولی کو اس طرح برداشت کیا جس کی اہنسائی سپاہیوں سے توقع کی جا سکتی تھی۔

(۴) تشہیر کی جملہ موجودہ راہیں گورنمنٹ نے ہمارے لئے بند کر دی ہیں۔ اب طلبہ کو نئی راہیں معلوم کرنا ہیں۔ انہیں اس کام کی کافی مہارت اور سُوجھ بُوجھ ہے کہ لوگوں تک اس تحریک کی خبریں کیوں کر پہنچائی جائیں۔ انہیں ایک شعبہ اطلاعات قائم کرنا چاہیئے۔ وہ ہدایتیں جو انہیں آل انڈیا کانگرس کمیٹی یا دوسری معتبر جگہوں سے ملیں ان کو لوگوں تک پہنچانا چاہیئے۔ وہ اپنے طور پر چھوٹے چھوٹے اشتہار یا بلیٹن، صوبے کی ایک یا ایک سے زیادہ زبانوں میں اور انگریزی زبان میں چھاپ سکتے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ طلبہ کی ایک پوری جماعت خاص کر، اشاعتی کام کے لئے مقرر ہونا چاہیئے۔

(۵) جس وقت بلیٹن اور اشتہاروں کی تیاری کا کام طلبہ کی ایک جماعت کو سونپ دیا جائے تو ایک اور بڑی جماعت ایسی بھی ہو۔ جس کے سپرد ہر قسم کے لوگوں میں ان کی تقسیم کا کام ہو۔

(۶) ہمیں لوگوں کی ساری جماعتوں تک پہنچنا ہے جیسے مزدور، کارخانہ دار، مختلف ملازمتوں کے کلرک، سوداگر، چھوٹے موٹے دکان دار، پولیس اور فوج وغیرہ۔ طلبہ کو ان لوگوں سے برابر گہرا رابطہ رکھنا چاہیئے۔ خاص کر فوج اور پولیس والوں سے ان کے تعلقات بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ پولیس اور فوج میں ایک بہت بڑا اور بڑھتا ہُوا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو کانگرس کے دوست اور ہمدرد ہیں۔ وہ ہمیں جہاں کہیں بھی ملیں ان کو سمجھانا چاہیئے کہ اس "بڑی لڑائی" میں اپنے شایان شان حصہ لیں۔ سپاہی کا یہ فرض ہے کہ وہ لڑے اور رعایا کی حفاظت کرے۔ اگر ضرورت آن پڑے تو وہ اپنی جان تک ایک مفید کام کی خاطر قربان کر ڈالے۔ ہندوستانی سپاہی کا یہ فرض نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے ہی لوگوں پر دباؤ ڈالے جو اپنے پیدائشی حق آزادی کے لئے لڑ رہے ہوں۔ ہماری پُرخلوص درخواستیں اور اُن کے سامنے روز بروز رونما ہونے والے واقعات: ہمارے فوج اور پولیس والے ہم وطنوں پر

مفید مطلب اثر پیدا کئے بغیر نہ رہیں گے۔ امریکی اور دوسرے سپاہیوں سے بھی ایسی ہی التماس کرنی چاہئے۔ ان کے بارے میں باقی علیحدہ طور پر کہا جائے گا۔

(۷) جلوس اور جلسے ہماری اس جد و جہد کی روزانہ خصوصیت ہونی چاہئے۔ بڑے شہروں میں جلسے مختلف موقعوں اور مختلف دنوں میں کئے جائیں۔ تقریروں کے علاوہ چھپے ہوئے لٹریچر کی تقسیم بھی حاضرین میں بہت بڑی مقدار میں ہونی چاہئے۔ ایسے جلسے وغیرہ منعقد کرنے میں پہل طلبہ کو کرنی چاہئے۔

(۸) کاغذ یا دھات کے بلّے جن پر مناسب مقولے مثلاً "کرو یا مرو" درج ہوں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں میں تقسیم کئے جائیں۔

(۹) ہمیں اس کی پوری اُمید اور پورا یقین ہے کہ موجودہ جد و جہد سے ہم فرقہ وارانہ اتحاد حاصل کر لیں گے۔ اس تین دن کی مہم سے ہمیں کافی ثبوت ملتا ہے کہ ہندو مسلم سکھ عیسائی اور دوسرے فرقوں میں بھائی چارہ بڑھ رہا ہے۔ اس بھائی بندی کا ثبوت جتنا طلبہ میں نظر آتا ہے اتنا اور کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہڑتالوں۔ جلوسوں۔ جلسوں اور دوسری کارروائیوں میں ہم روز یہ اتحاد دیکھتے ہیں۔ مل جل کر مصیبت جھیلنا اور آزادی کے لئے مشترکہ لگن، ان چیزوں نے جملہ فرقہ وارانہ امتیازات ڈھا دیئے ہیں۔ فرقہ وارانہ مصالحت کا موجب ہونا ہر طالب علم کے لئے باعث فخر ہونا چاہئے۔ ہندو مسلم۔ عیسائی اور دوسرے طلبہ کو اکٹھے ہو کر سوچ بچار کرنا چاہئے کہ وہ اس اتحاد کو اور مضبوط بنانے کے کیا طریقے اور حل پیش کر سکتے ہیں جو مشترکہ نصب العین کے حصول کی خاطر مشترکہ دکھ درد سہنے سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اتحاد کا یہ پیغام ہر شخص تک پہنچے۔ نعروں اور مناسب آوازیں بلند کر کے پہنچانا چاہئے۔

(۱۰) ہماری جد و جہد آئے دن بڑھ رہی ہے۔ ہمارے کام میں کوئی سستی یا تساہل نہ ہونا چاہئے۔ . . . .

..... کانگریس نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں۔ اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو ہمیں ایک آزاد ملک میں آزاد قوم کی طرح رہنا چاہئے۔ ورنہ اپنی اس کوشش میں مر جانا بہتر ہے۔ گاندھی جی کو برت رکھنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ انھیں عظیم ترین قربانی بھی نہ کرنی پڑے گی بشرطیکہ ہم ان کا ساتھ دیں اور ایک متحدہ جماعت بن کر اپنے عزم آزادی کا

اعلان کریں۔ تب ایک معجزہ واقع ہوگا۔ جو عمارت بظاہر اتنی مضبوط نظر آتی ہے وہ ایک گھروندے کی طرح ایک ناقابلِ یقین قلیل مدت میں بیٹھ جائے گی۔ اس معجزہ کا عامل ہمارے طلبہ کو بننا چاہئے۔

"کرو یا مرو"

ہم مرنے پر آمادہ ہیں لیکن اے سردار
ہم کچھ کریں گے بھی۔
ہم گاندھی جی کو اس سے پہلے ہی آزاد کرالیں گے کہ وہ
برت شروع کریں۔

زندہ باد آزاد سلطنت ہندوستان!

ضمیمہ نمبر ۱۲

"ہمارے انقلاب" کے پہلے پانچ مہینوں کا جائزہ

بمبئی کانگریس بلیٹن نمبر ۱۳۲ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۴۳ء کا اقتباس

نظر بازگشت — ہمارے انقلاب نے اپنی زبردست رَو کے پانچ مہینے اب ختم کرلئے ہیں۔ اب اس کو چھٹا مہینہ ہے۔ یہ پانچ ماہ کیا تھے؟ سخت جدوجہد محنت و مشقت۔ اشک افشانی اور خوں ریزی کے۔ یہ سب کچھ ایسے وسیع پیمانے پر ہوا جس کی مثال ہمارے ملک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ پانچ مہینے عمومی شورشوں، انفرادی بہادری کے کارناموں، بے خوفیوں، غیر ملکی سامراجی کارندوں کے انسانیت سوز بہیمانہ مظالم اور شقاوتوں کے تھے جنہیں ہمارے ملک کے بڑے بڑے گروہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ جھیلا اور ان کا مقابلہ کیا۔ آج یادگار ۹ تاریخ کو آؤ ہم ٹھہریں سوچیں اور غور کریں۔

اور اس آزادی کی جنگ کے پانچ مہینوں کا جائزہ لیں اور اپنی ناکامیوں اور کامرانیوں کا تجزیہ کریں۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ مان لینا چاہیے کہ انقلاب اس حد تک نہ بڑھ سکا اور وہ زور نہ پکڑ سکا جس کی ہم سب کو توقع تھی۔ اس کی رفتار ہماری اُمید سے کم رہی۔ ہمارے ہزاروں عزیز اور گراں قدر ساتھیوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں اور ایسے ہی اور ہزاروں ساتھی مصیبت سہتے رہے اور اب بھی قید کی اور دوسری ناقابل بیان مشکلیں برداشت کر رہے ہیں۔ وہ غیر معمولی عمومی شورش اور عمومی مظاہرے اور عمومی ہلّے جو ہم نے اس مہم کے آغاز میں دیکھے تھے اب سُست پڑ گئے اور دب گئے ہیں۔ وہ مقابلے کا جذبہ جو جدوجہد کے شروع میں لوگوں کے چہروں اور ان کی کارروائیوں سے ظاہر ہوتا تھا ایک صبر آزما کوچ کے بعد مدھم پڑ کر آج اس نے مجسم غم و غصہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ اگرچہ غاصب نظم و نسق کے متعدد مرکزوں پر حملے کئے گئے اور بعض صورتوں میں انھیں تباہ بھی کر دیا گیا اور ذرائع رسل و رسائل کے خلاف جنگ کم و بیش ایک مستقل جوش کے ساتھ جاری رہی، پھر بھی ہم اب تک نظم و نسق کو پوری طرح معطل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کارخانے اب بھی کام کر رہے ہیں اور جنگی سامان تیار کر رہے ہیں۔ اور وہ کارخانے جو ذہنی غلام پیدا کرتے رہے ہیں وہ بھی ابھی مصروف کار ہیں۔ طلبہ نے دوبارہ بے عملی کی زندگی اختیار کر لی اور اسی پُرانے ڈھرّے پہ جا لگے۔

یہ ہمارے گھاٹے کی تفصیل ہے۔ ان چیزوں کو ہماری ناکامی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ہماری کامرانیوں کی کیا کیفیت ہے؟ اپنی جدوجہد کی موجودہ حالت رفتار سے ہم اب جلد نتائج حاصل کرنے کی توقع نہیں کر سکتے۔ ہماری یہ جدوجہد مستقل رہے گی۔ خواہ اسے زیادہ طوالت ہی کیوں نہ کھینچنی پڑے۔ خیر ان پانچ مہینوں میں جو کامیابیاں ہمیں حاصل ہوئیں ان سے ہمیں بالآخر قطعی کامیابی کی کچھ اُمید ضرور ہے۔ گو عمومی مظاہرے بند ہو گئے ہیں، ہم نے انفرادی بہادری اور حاضر دماغی کی صورت میں ناقابل اندازہ کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ تحریک اب خفیہ طور پر کام کر رہی ہے۔ اور اب رفتہ رفتہ مضبوط اور قوی اجزا میں بٹ رہی ہے۔ ممکن ہے کہ ابتدائی جوش برقرار نہ رہا ہو، لیکن روح مقاومت اور عزم یہ دونوں بہت زیادہ عام اور گہرے ہو گئے ہیں۔

عوام کے غیر منظم اور منتشر مظاہروں کی جگہ اب ہمارے پاس ایسے بہادر اور جری اور حاضر دماغ منظم گروہوں کی صفیں ہیں جو دن رات کام کرتے ہیں اور دشمن پر متعدد اور مختلف حملے کرنے کی تدابیر سوچتے ہیں اور عمل میں لاتے رہتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ سماجی اور اقتصادی بے اطمینانی جس پر کہ ہمارے جیسے انقلابوں کی بنیادیں رکھی جاتی ہیں اور وہ پروان چڑھتے ہیں، اب اپنا زور دکھا رہی ہے۔ ناقابل بیان افلاس، فاقہ کشی اور غذا کی روز افزوں قلت —— یہ سب باتیں ایسی تیزی سے بڑھ رہی ہیں کہ بغاوت کرنے والے حیاء عناصر متحد ہو کر غاصب حکومت پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہی گڑبڑ بدنظمی اور تشدد آمیز تہلکے انقلاب کو کامیابی کی راہ پر لگا لیں گے اور رہنے کے قابل ایک نئی اور بہتر دنیا بنائیں گے۔

ضمیمہ نمبر ۱۳

"گاندھی بابا کے چھ اُپدیش"

(باپو (مہاتما گاندھی) کا جیل جاتے وقت قوم کے نام پیغام)

۱۔ اپنے آپ کو آزاد سمجھو۔

۲۔ جب تک ہم اہنسا کے حدود کے اندر ہیں ہم ہر ایک کام کرنے کے لئے آزاد ہیں۔

۳۔ حکومت کے نظم و نسق کو ہڑتالوں اور دوسرے اہنسائی طریقوں سے معطل کر دو۔

۴۔ ستیہ گرہی کو اس مہم میں مرنے کے لئے شریک ہونا چاہئے نہ کہ زندہ رہنے کی امید میں۔

۵۔ قوم کو موت کا خطرہ جھیل کر بھی زندہ رکھو۔

۶۔ کرو یا مرو۔

(تمہیں اس پیغام پر کیوں کر عمل پیرا ہونا چاہئے؟)

۱۔ عوام کے سوا کسی اور کی طاقت کو مت مانو۔

۲۔ سارے کارخانے، مل، کالج، اسکول، منڈیاں اس وقت تک بند رکھو جب تک پوری

آزادی حاصل نہ ہو جائے۔

۳۔ گورنمنٹ سے مکمل عدم تعاون جاری رکھو۔

۴۔ گورنمنٹ کے نظم ونسق کو تباہ کر ڈالو

۵۔ سرکاری دفاتر پر پکٹنگ کرو اور گورنمنٹ کے نظم ونسق کو ہر ایک طریقے سے بگاڑ دو۔

۶۔ ٹریم۔ ریل گاڑی اور موٹر سروسوں کو توڑ پھوڑ ڈالو۔

۷۔ تار اور ٹیلیفون کے تار کاٹ ڈالو۔

۸۔ پولیس والوں کو اکساؤ کہ وہ سرکاری احکام کی تعمیل نہ کریں۔

۹۔ اگر برطانوی حکومت ہندوستان کو نہیں چھوڑتی ہے تو لوگوں کو کالجوں اور اسکولوں کی عمارتوں اور سرکاری نظم ونسق پر قابو پا لینا چاہیے۔ اور ان سب کو بند اور معطل رکھنا چاہیے۔

۱۰۔ گورنمنٹ کے جملہ امتناعی احکام کی خلاف ورزی کرو۔

۱۱۔ ہر ممکن وسیلے سے ہر ہر کونے تک حکومت کے خلاف اس کھلی بغاوت کی خبریں پہنچاؤ۔ (مثلاً ان چیزوں کو دیواروں پر لکھ کر مشتہر کرو۔ اشتہاروں کے ذریعے شائع کرو اور زمین پر لکھو۔ زبانی طور پر یا اشتہار تقسیم کر کے)۔

خدا اور اپنے ملک کی خاطر اس کی دس نقلیں تیار کر کے تقسیم کرو۔

"آزاد ہندوستان زندہ باد"

ضمیمہ نمبر ۱۴

"ہریجن" مورخہ ۲۳۔ اگست ۱۹۴۲ء کا اقتباس

سوالات کا خانہ

جائز مدیں

س۔ اہنسا کی حدود میں رہتے ہوئے حکومت کے نظم ونسق میں ابتری پیدا کرنے کے لئے کون کون سی باتیں جائز ہیں؟

ج- میں صرف اپنی ذاتی رائے دے سکتا ہوں۔ میری رائے میں دفتروں۔ بنکوں اور غلے کے ذخیروں کو لوٹنا یا آگ لگانا جائز نہیں۔ آمد و رفت کے ذرائع کو خراب کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ یہ اہنسائی طریق پر کیا جائے اور ان سے جانوں کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ بہترین چیز ہڑتالوں کی تنظیم ہے اور اگر اس کو سلیقہ کے ساتھ مکمل کیا جائے تو صرف یہی حربہ کافی اور موثر ہو سکتا ہے۔ یہ ایسی اہنسا ہے جس پر کوئی الزام عاید نہیں ہوتا۔ اگر جان کی حفاظت کے لئے بہت احتیاط کر لی جائے تو تار کاٹ ڈالنے۔ پٹریاں اکھاڑ ڈالنے اور چھوٹے چھوٹے پل تباہ کر دینے پر بھی ایسی کشمکش کے دوران میں اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ اگر جاپانی ہم پر حملہ آور ہوتے تو اہنسائی خود حفاظتی کے اصول پر بھی ہم کو بے شک یہی سب کرنا پڑتا۔ اہنسائی انقلابیوں کو چاہئے کہ برطانوی قوت کو بھی ویسا ہی سمجھیں جیسے کہ ان کے (یعنی انقلابیوں کے) نزدیک محوری طاقتیں ہیں اور ویسی ہی تمام تدبیریں کریں۔

ضمیمہ نمبر ۱۵

متفرق کانگرسی پمفلٹ

انقلاب بلیٹن نمبرا

دوستو ہم تم کو حسب ذیل چند ہدایتیں دیتے ہیں:۔

(۴) ایک مکمل تعطل کو ممکن بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آزادی حاصل ہونے تک تمام فیکٹریاں، ملیں، کالج، اور بازار وغیرہ بند رہیں۔ اپنا وقت گنوانے کی بجائے طلبہ کو چاہئے کہ اپنے اپنے علاقے میں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بنا کے لوگوں کو کاروباری دفتروں میں جانے سے روکیں۔

(۵) سرکاری افسروں اور ملازمین سے اصرار کرو کہ وہ حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی کریں اور اپنی غلامانہ نوکریاں چھوڑ دیں۔

(۶) آمد و رفت اور رسل و رسائل کے ذرائع کو قطعی طور پر ناکارہ بنا دو۔ ٹریم اور بسیں

سروسوں کو بیکار کر دو۔ ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے کھمبے اکھاڑ ڈالو۔ سڑکیں کھود ڈالو۔ پٹڑیاں کاٹ دو۔ موٹروں اور بسوں کے ٹائر کاٹ ڈالو اور حکومت کی مشین کو ہر ممکنہ طریقے سے از کار رفتہ بنا دو۔"

* * * * * * *

کانگرس بلیٹن نمبر ۵

برطانویوں کا منظم نراج

ہندوستان کی آزادی اور خودمختاری کے سچے علمبردار کبھی "افراتفری" کے نام سے نہ ہچکچائیں گے بلکہ انہیں تو اس کا آرزومند ہونا چاہیئے۔ یہی چیز اس موجودہ منظم نراج کا خاتمہ کرے گی، جسے برطانوی بدترین صورت میں پچھلے پانچ دن سے ہندوستان کے تمام شہروں اور قصبوں میں پھیلا رہے ہیں۔ یاد رکھو مہاتما جی نے پچھلی ۲۵ مئی کو کہا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہم آج ایک منظم نراج کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ مرتب اور منظم نراج ختم ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر اس کے نتیجہ کے طور پر ہندوستان میں کامل قانون شکنی پھیل گئی تو میں اس خطرے کو برداشت کروں گا۔ اور لوگ اس افراتفری میں سے اصلی عمومی نظام مرتب کر سکیں گے۔"

ہر آزادی کے خواہش مند کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت گاندھی جی کی اس ہدایت پر عمل کر کے اس کام کو جسے وہ ادھورا چھوڑ گئے ہیں پورا کرنا چاہیئے۔

اینگلو امریکنوں کا تیسرا محاذ ہندوستان میں

اینگلو امریکن متحدہ فوجیں شدید ترین تشدد سے کام لے رہی ہیں اور اس کی مقاومت ہر ممکنہ صورت سے کرنا چاہیئے۔ چاہے اس کے لئے بوقت ضرورت تشدد سے ہی کام کیوں نہ لینا پڑے۔

سارے ہندوستان میں بڑے پیمانے پر قتل

لندن کے اخبار ٹائمز کا کہنا ہے کہ ہماری تحریک نے عوام پر اثر نہیں کیا۔ اب جبکہ شہروں میں برطانوی اقدام کے خلاف مظاہروں کا پہلا دور ختم ہو چکا ہے قصباتی باشندے

دیہات کے رہنے والوں اور فیکٹریوں کے غیر زرعی مزدوروں پر لازم ہے کہ بڑی بڑی ہڑتالوں کا انتظام کریں۔ مالگزاری اور ٹیکسوں کی ادائیگی روک دیں۔ ڈاکخانوں کے سیونگ بنکوں سے روپیہ نکلوالیں۔ ڈاکخانوں تحصیل کے صدر مقاموں۔ تھانوں اور چوکیوں پر قبضہ کرلیں۔ بھرتی کے مرکزوں کی پکٹنگ کریں۔ پولیس والوں اور فوج کو سمجھائیں کہ اپنے ہندستانی بھائی بہنوں کے خلاف لاٹھیوں۔ بندوقوں اور سنگینوں کا استعمال نہ کریں۔ اور جب اوپر سے ایسا کوئی حکم ان کو ملے تو اس نا روا اور انسانیت سوز حکم کی سزا میں یہی ہتھیار اپنے حاکموں کے خلاف استعمال کریں۔ اس طرح یہ کام کچھ عرصہ تک بے جگری کے ساتھ جاری رہنا چاہئے، تاکہ ان ہندوستانی فوجوں کے لئے جو ہندوستان سے باہر انگریزوں کی خاطر لڑنے گئی تھیں مگر اب دوسری حکومتوں کی ساتھی ہیں، راستہ کھل جاتے اور وہ ہندوستان واپس آکر تمہاری جدوجہد میں شریک ہوجائیں۔ یاد رکھو کہ یہاں جو قومی لیڈروں اور وطن پرست کارکنوں کو گرفتار کیا گیا اور ۹ اگست کے بعد سے ہندوستانیوں پر انگریزوں نے جو گولیاں چلائیں اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ایک ہندوستانی فوج نے مصر میں اور دوسری نے شمالی افریقہ میں انگریزوں کی طرف سے لڑنے سے انکار کردیا جسکی پاداش میں ان کے افسروں اور جوانوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ باغیوں کی طرح گولی کا نشانہ بنادیا گیا۔ ہندوستانی فوج کی ایک اور پلٹن نے شمالی افریقہ میں بغاوت کردی ہے۔ اور اس کے نتیجے کے طور پر اس کے بیس فیصدی سپاہی مار ڈالے گئے اور باغیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

بین الاقوامی معاملات

جزائر سلیمان کی جنگ کو دیکھو کہ دوسری جنگوں کی طرح وہاں بھی بالا جاپانیوں ہی کے ہاتھ رہا۔ مگر جھوٹی خبریں یہ پھیلائی جارہی ہیں کہ جاپان ہار رہا ہے۔ حالانکہ سارے بحرالکاہل پر جاپانیوں کی بڑھی ہوئی بحری قوت کا قبضہ ہے۔ امریکہ برطانیہ کو ہر جگہ محاذ قائم کرنے کے لئے اکسا رہا ہے تاکہ خود برطانیہ کا بھی ویسا ہی برا حال ہوجائے جو ان ملکوں کا ہوا جنھیں اسی نے برباد ہونے کے لئے اکسایا تھا۔

مارشل تموشنکو نے قفقاز کو بچانے کی امید چھوڑ دی ہے۔ وہ اپنی ساری قوت اور ساری فوجیں اسٹالن گراڈ کے محاذ پر جمع کر رہا ہے جہاں حالت بہت نازک ہے اور اب ایران

کی سرحدوں کی طرف جرمنوں کی یلغار چند ہی ہفتے کی بات ہے۔

برطانیہ کے وزیراعظم لندن سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ مگر کہاں اور کیوں ؟ اصفہان کے برطانوی نائب قونصل مسٹر ہیرس نے جو غداری کی حرکت کی تھی اس کا بدلہ ایرانی وطن پرستوں نے لے لیا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ "ایشیا ایشیا والوں کے لئے ہے" اور اسی لئے وہ ایک دوسرے کو " AFA. " کے مختصر لفظ سے سلام کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہندوستانی جن کا عقیدہ اور عمل اس پر ہے کہ "ہندوستان ہندوستانیوں کا" انہوں نے اپنا آپس کا سلام " IFI " تجویز کیا ہے۔

اتحادی قومیں کہتی تو یہ ہیں کہ وہ آزادی اور جمہوریت کی خاطر جنگ کر رہی ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی برطانیہ کے اس ظلم اور ہندوستانیوں کے بہیمانہ قتل عام کی ابھی تک مذمت نہیں کی جو پچھلے چند دنوں سے جاری ہے۔ حالانکہ محوری طاقتیں اور دوسرے ناطرف دار ملک روزانہ ہم کو ہمدردی کے پیام بھیجتے رہے ہیں اور برطانویوں کی غنڈہ گردی کی مذمت کرتے رہے ہیں۔

جاپان برابر اور بہ اصرار یہ کہہ چکا ہے کہ ہندوستان کی فتح کی اس کو نہ ہوس ہے نہ اس میں اس کا کوئی مفاد ہے سوا اس کے کہ انگریز بھگا دیئے جائیں اور ہندوستان فوراً آزاد ہو جائے۔

وہ ہندوستانی سپاہی جن میں میسور۔ بڑودہ۔ کپورتھلہ اور ریاست نظام کے سپاہی بھی شامل ہیں اور جو جاپان اور جرمنی کے مقبوضہ علاقوں حتیٰ کہ ملایا۔ سنگاپور۔ بٹاویا اور برما کی آزاد ریاستوں میں اس وقت آزاد ہیں اپنے ہندوستانی بھائیوں کو اس یقین کے ساتھ پیام تہنیت بھیج رہے ہیں کہ وہ بہت جلد ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے واپس آئیں گے۔ یہ جدوجہد جب ایک مرتبہ شروع ہو چکی ہے تو اس کو بڑی قوت اور ہم آہنگی کے ساتھ سارے ہندوستان میں، گاندھی جی کے جنم دن یعنی آئندہ ۲ اکتوبر تک جاری رکھنا چاہیئے۔

بمبئی کانگرس بلیٹن مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۴۲ء

* * * * * * * * * * * * *

فوجیوں سے { ہمارے ملک میں جو فوجی اور پولیس والے ہیں ان سے آزاد اپیل کرتا ہے کہ قانون کا دست ستم بننے سے انکار کر دیں۔

اس کے لئے تنظیم اور مسلسل کوشش ضروری ہے۔ لوگوں کی رضا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں اپنے مزدوروں تک پہنچ کے ان سے کہنا چاہئے کہ وہ ایک غیر منصفانہ حکومت کی ضروریات اپنی محنتوں کے ذریعے پوری نہ کریں۔ ان کی بہبودی کی خاطر حقیقی تنظیم یہ ایک اور زبردست کام ہے۔ ہڑتال کا عزم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دوران میں کام چھوڑنے والوں کے لئے کھانے کا انتظام نہ ہو۔ ہم کو ان مزدوروں کے لئے خوراک کے ذخیرے اور دوسری امداد جمع کر لینی چاہئے تاکہ ایک خاصی طویل میعاد کی ہڑتال کامیاب ہو سکے۔

یہ ایک قوم کا جائز فریضہ ہے کہ اپنے ارادے کی منظم قوت کے ذریعے ظلم کو ختم کر دے اور اپنے مخالفوں کا راستہ کاٹے۔ ہم کو اپنی قوت ارادی سے کام لینا چاہئے اور :-

١- حکومت کے ساتھ ہر قسم کے تعاون سے انکار کر دینا چاہئے۔
٢- فوجی نقل و حرکت یا فوجی سامان رسانی کے ذرائع سدّ کر دینا چاہئیں۔
٣- ان کے ناروا قانون ماننے سے انکار کر دینا چاہئے۔
٤- جنگی فیکٹریوں میں کام کرنے سے انکار کر دینا چاہئے۔
٥- ہمارے اپنے لوگوں پر جبر و تشدد کرنے کے لئے حکومت کی امداد کرنے سے انکار کر دینا چاہئے۔

یاد رکھو کہ گاندھی جی کی گرفتاری کے بعد والے ایک ہفتہ میں سارے ہندوستان کے اندر ہمارے پانچ سو آدمی گولی سے مار ڈالے گئے ہیں۔ اور ان کے پانچ گنے زخمی ہوئے ہیں۔ آزادی کی جدوجہد کے پہلے ہی ہفتہ میں تقریباً تیس ہزار مرد اور عورتیں جیل خانوں میں بند کر دی گئی ہیں مگر لوگوں کے حوصلے ویسے ہی بلند ہیں۔ اس وقت گورنمنٹ اپنے آپ کو مبارکباد دے رہی ہے لیکن بہترین خوشی اسی کی ہے جو اخیر میں خوش ہو۔ جو آگ اندر ہی اندر اور نیچے ہی نیچے سلگ رہی ہے وہ تھوڑے دنوں میں ظاہر ہو جائے گی۔ تم میں سے ہر ایک کو اس کے ظاہر ہونے میں مدد دینی چاہئے۔ اپنا اپنا کام چھوڑ دو۔

ہمارا دلیر شہید تمہاری طرف دیکھ رہا ہے کیا تم اس کے منہ سے ملامت سننا چاہتے ہو یا تعریف؟

پرچہ بعنوان "ہندوستان کے مزدور" جو دفتر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے نام سے شائع ہوا

ہر ہندوستانی عورت اور مرد کو گاندھی جی نے حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آزاد ہندوستان کے شہری ہونے کا اعلان کرے۔ اس اعلان کے یہ معنی ہیں کہ ہم برطانوی قوانین کی اطاعت یا برطانوی اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کردیں۔ ہندوستانی انقلاب کی ابتدا کے ساتھ ہی برطانوی اقتدار پر ضربیں پڑنا شروع ہو چکی ہیں۔

* * * * * *

مزدور ہمیشہ انقلاب میں پیش پیش رہے ہیں اور تم کو بھی ہندوستانی انقلاب میں آگے آگے رہنا چاہئے۔ تم نے اپنے ارادے کا تو اظہار اس طرح کر ہی دیا کہ ان فیکٹریوں سے باہر نکل آئے جو زیادہ تر اس برطانوی حکومت کی خدمت کر رہی تھیں۔ جیسے تم نے بائیکاٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس وقت تک فیکٹریوں سے باہر ہی رہو کہ برطانوی طاقت کچل دی جائے اور محض قصہ ماضی ہو کر رہ جائے۔ چند فیکٹریوں میں تمہارے جو ساتھی رہ گئے ہیں ان کو بھی نکال لاؤ۔ تم کو فیکٹریوں سے باہر بہت دنوں نہ رہنا پڑے گا اور جن فیکٹریوں میں تم واپس جاؤ گے وہ استحصال ناجائز کی آماجگاہیں نہ ہوں گی جیسی کہ اس وقت ہیں۔ یہ برطانوی حکومت کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔

ورکنگ کمیٹی کی ۱۴-جولائی والی تجویز میں جس کی بعد کو بمبئی کی آل انڈیا کانگریس کمیٹی میٹنگ میں توثیق ہوئی، درج ہے کہ "یہ احساس برطانوی اقتدار کے ختم ہونے کے بعد ہی ہوگا کہ والیان ریاست جاگیردار زمیندار اور سرمایہ دار اور صاحب املاک لوگ اپنی دولت اور املاک کھیتوں اور کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والے ان مزدوروں اور کسانوں سے حاصل کرتے ہیں جو قوت اور اقتدار کے اصلی حقدار ہیں"۔ اب یہ تمہارے ہی ہاتھ میں ہے کہ برطانوی اقتدار اور استحصال ناجائز دونوں کو ایک ہی ضرب میں ختم کر کے اس چیز کو ممکن بنا دو۔

تم نے بہادر مردوں اور بہادر عورتوں کی طرح ملک کے طول و عرض میں لاٹھیوں اور گولیوں کا سامنا کیا ہے اور آج بھی کر رہے ہو۔ کوئی اچھی چیز بغیر ضروری قربانی کے حاصل نہیں ہوتی۔

کام روکنے کے ساتھ ہی ساتھ تم کو اس کا بھی لحاظ رکھنا ہے کہ ہر قسم کے اور ہر طرح

کے ذرائع رسل و رسائل بند ہو جائیں۔ پولیس فوج کو معطل کر دینا چاہیئے۔ تاکہ اس میں تم پر اور تمہارے ہم وطنوں پر ضرب لگانے کی سکت نہ رہے۔

ہر وہ چیز تباہ کر دی جائے جس کی اس فوج کو اور برطانوی اقتدار کو ضرورت ہے۔ ان کو یہاں ہم نے نہیں بلایا تھا۔ ان سے خود ہی جس طرح بن پڑے اپنے کھانے پینے کا انتظام کریں۔

اپنی گلیوں اور محلے کی کمیٹیوں کو منظم کرنا شروع کر دو۔ تاکہ اس طرح پولیس اور فوج کی برطانوی اقتدار دوبارہ رائج کرنے کی کوشش کے خلاف اپنی مدافعت کر سکو۔ تم کو معلوم ہے کہ گاندھی جی نے بغاوت کے لئے تم سے اس وجہ سے کہا تھا کہ جاپانی دروازے پر پہنچ گئے ہیں اور شاید جرمن بھی عنقریب پہنچ جائیں گے اور برطانوی حکومت ملایا اور برما میں لوگوں کی حفاظت کرنے کی نااہلیت کا ثبوت دے چکی ہے۔ یہ تمہاری حفاظت کے بھی اتنے ہی نااہل ہیں۔ لوگ اپنی حفاظت کرنے کے لئے منظم ہونے کی قوت چاہتے ہیں کیونکہ برطانوی اور دوسری فوجیں جب ہار رہی ہوں گی تو دُم دبا کر بھاگ کھڑی ہوں گی۔ تم کو اس ملک میں رہنا ہوگا۔ اور تم آقاؤں کی تبدیلی نہیں چاہتے بلکہ خود اپنے ملک کے مالک بن کر رہنا چاہتے ہو۔ مدافعت کا حق اور قابلیت اسی وقت موثر ہو سکتی ہے جب کہ ہم کو اتنی طاقت بھی ہو اور اسی طاقت سے ہم کو انگریزوں نے محروم کر رکھا ہے کیونکہ باوجود جمہوریت کے بلند بانگ وعدوں کے وہ ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔

بلیٹن نمبر ۲
جنگ خودمختاری
شیطانی کشت و خون

برطانوی فوج اور پولیس کے ہاتھوں شیطانی کشت و خون پہلے سے بھی زیادہ بیرحمی کے ساتھ جاری ہے۔ ان مقامات کے علاوہ جن کا ذکر پچھلے بلیٹن میں ہم کر چکے ہیں۔ بدوہا، سانگلی، بنارس۔ گورکھپور اور کئی دوسرے مقاموں پر غیر مسلح مجمع پر گولی چلائی

گئی۔ اس کے علاوہ آنسو لانے والی گیس، ڈنڈوں، لاٹھیوں، بندوقوں، سنگینوں اور بموں وغیرہ کے ذریعے اور زیادہ بیمانہ حملے بیباکی کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔ اور ان کے خلاف ہمارے سپاہیوں کے پاس مدافعانہ ہتھیار صرف پتھر اور سوڈا واٹر کی بوتلیں ہیں۔ اس وقت تک سات سو اموات ہو چکی ہیں۔ اور زخمیوں کی تعداد سات ہزار کے قریب ہے۔ تقریباً ساڑھے چار ہزار آدمیوں کو انگریزوں نے اسیران جنگ بنا لیا ہے اور ان میں سے ایک ہزار کے قریب تو صرف بمبئی کے ہیں۔

کوئی گفت وشنید نہ ہوگی — لڑتے جاؤ

جو لوگ اس نوبت پر بھی گفت وشنید یا مفاہمت کا تذکرہ کرتے ہیں وہ ملک کو فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جارحانہ اقدام تو حکومت کی طرف سے ہوا تھا۔ ہم تو صرف مدافعت کر رہے ہیں۔ اس لڑائی کو کامیاب انجام تک پہنچانا ہے۔ ہمارا عزم ہے۔ "فتح یا موت"

* * * * * *

جنگ کا پروگرام

یہ پروگرام ملک کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے اور اس کی مدوں پر ہم اپنے پچھلے بلیٹنوں میں بحث کر چکے ہیں۔ ہم ان کا اعادہ کرتے اور آپ سے خواہشمند ہیں کہ ذیلی کی مدیں بھی ان میں بڑھا لیں اور مختلف مقامات کے حالات اور آزادی کے سپاہیوں کی صلاحیت کی مناسبت سے ان پر عمل کریں۔

۱۔ تمام انگریزی چیزوں کا بائیکاٹ
۲۔ تمام انگریزی کارخانوں اور دکانوں کا بائیکاٹ
۳۔ ان لوگوں کا معاشری مقاطعہ جو انگریزوں کی کسی طرح بھی مدد کرتے ہوں۔
۴۔ ٹامیوں پر اچانک حملے کرنے کے لئے چھاپہ مار جتھوں کی تیاری
۵۔ عوام کو شخصی ضرر یا جسمانی چوٹ سے بچانا۔
۶۔ غلامی کی نشانیاں یعنی برطانوی یادگاریں اور مجسمے تباہ و برباد کر دینا ہیں

۷۔ سرکاری دفتروں اور برطانوی اور امریکی کارخانوں میں کلرک اور دوسرا عملہ کم اور خراب کام کرے۔

۸۔ کپڑے کی ملوں اور انجینیرنگ سے متعلق ملوں میں کامل ہڑتالیں۔

۹۔ انگریزوں کے باورچیوں کو منظم کیا جائے کہ وہ اپنے آقاؤں کے لئے خراب کھانے پکائیں۔

۱۰۔ فوج اور پولیس کے حملوں کو روکنے کے لئے سڑکوں پر مورچہ بندی۔

۱۱۔ تمام قوانین کی خلاف ورزی۔

۱۲۔ تمام کچہریوں کے کام روک دینا۔

۱۳۔ جہاں ممکن ہو ہر قسم کے ٹیکسوں کی عدم ادائی۔

۱۴۔ ایسی تمام ریلوں کو روکنا جو فوجیں اور جنگ کا سامان لے جارہی ہوں۔

بلیٹن نمبر ۷ ۔ جنگ خود مختاری

.... ہماری قومی سپاہ کے سپاہی اس وقت تک اس میں کامیاب رہے ہیں کہ سارے ملک میں ریل کی آمدورفت اور ٹیلیفون اور تار کے سلسلوں میں خلل پیدا کردیں اس سلسلے میں قابل ذکر کامیابی بنگال میں حاصل ہوئی ہے جس کا خود حکومت نے اعتراف کیا ہے۔

مزدوروں کا کام

اس تحریک نے صنعتی مزدوروں کو نجات حاصل کرنے کا بہترین موقعہ دیا ہے۔ اب تک وہ محض معاشی مسائل پر لڑتے رہتے تھے۔ اور جزوی مفاہمت ہوجایا کرتی تھی مگر اب موقع ہے کہ وہ سیاسی آزادی حاصل کریں۔ اور باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اس کے لئے ان کو ہر ممکنہ کوشش اس کی کرنی چاہئے کہ برطانیہ کے جنگی سامان کی فراہمی کے ذرائع تباہ کردئے جائیں۔ یہ وہ کرسکتے ہیں اور ان کو کرنا چاہئے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ تمام فیکٹریوں، خصوصاً کپڑوں اور انجینیرنگ سے متعلق فیکٹریوں میں کام بند کرادیں۔ ان کو چاہئے کہ فوراً اپنا کام چھوڑدیں شہر چھوڑدیں اور اپنے گاؤں واپس جائیں جہاں دیہاتی پروگرام کو روبہ عمل لائیں۔ جو لوگ شہروں میں یا شہروں کے آس پاس ہیں ان کو چاہئے کہ تمام مقامات پر بشمول رسل و رسائل کے ذرائع کے زور کی پکٹنگ کریں اور انگریزوں کی مدولی

پولیس اور فوج کو جہاں تک ہو سکے ستائیں۔

* * * * * *

خودوار شہریوں نوجوانوں اور طالب علموں کو انگریزوں سے اس ہتک اور ذلت کا بدلہ لینا چاہیئے، کہ وہ ہماری قومی سپاہ کے سپاہیوں کو "انبوہ" "غنڈے" اور "شورہ پشت عناصر" کے نام سے پکارتے ہیں۔

نوجوانوں اور طالب علموں کے مستقل جتھے بنائے جائیں جو ان ہندوستانیوں کی ماؤں بہنوں اور بیویوں کے پاس پہنچیں جو فوج اور پولیس میں نوکر ہیں اور ان کے ذریعہ ان کے عزیزوں کو اس پر آمادہ کرائیں کہ وہ اپنے آقاؤں کے خلاف بغاوت کریں اور مادر وطن کے لئے آزادی حاصل کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان دس دنوں میں ہمارے ہندوستانی بھائیوں نے ہی ہمارے بھائیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا اور ہماری بہنوں سے چھیڑ چھاڑ کی۔ اگر وہ یہ طریقہ ترک نہ کریں گے تو پھر ہم ان سے سمجھ لیں گے۔ جس کے لئے فوجی اور پولیس کے نوکروں کی ماؤں اور بہنوں کو قبل از قبل متنبہ کر دیا جائے۔

انگریزی چیزوں کی ہولی

ایسی دوکانوں پر جہاں ولائتی چیزیں فروخت ہوتی ہوں منظم دھاوے کئے جائیں اور ان سے کہا جائے کہ ایسی چیزیں فروخت کرنا بند کر دیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو انہی دوکانوں کے سامنے ان چیزوں کی ہولی جلائی جائے۔

انگریزی اور امریکن بنکوں کی پکٹنگ

ایسے بنکوں کے کلارکوں کو چاہیئے کہ وہ کھاتے داروں سے کہیں کہ اپنی اپنی رقم نکلوا لیں۔ ایسے کاغذات تباہ کر دیں جو انگریز ڈائرکٹروں یا بنک کے کام کے ہوں۔ طالب علموں اور مزدوروں کو کبھی ایسے بنکوں پر پہرے کرنا چاہئیں۔ مگر ایسا کرنے سے قبل کھاتے داروں سے ضرور کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی رقم تمام انگریزی اور امریکن بنکوں سے نکلوا لیں۔

"فتح یا موت" ——— ہمارا جواب ہونا چاہیئے

کرو یا مرو ——— مہاتما کا حکم ہے

انقلاب زندہ باد ——— آزاد ہند زندہ باد

اشتہار بعنوان "فری اسٹیٹ آف انڈیا گزٹ" مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۴۲ء

بدیسی اقتدار کے خلاف اپنی جد و جہد کو جلد ختم کرنے کے لئے اور باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بہت ضروری ہے کہ اس کو ضروری اور اہم رسد سے محروم کر دیا جائے۔ تمہاری انجمن کا تعلق ایک ایسے ہی اہم سامان رسد سے ہے اور یہ دیکھ کر ہمارے دل باغ باغ ہو گئے کہ کپڑے کی ملوں میں کام بالکل بند ہے۔ اس طرح ہم کو دو طرح مدد ملی۔ ایک تو اس طرح کہ انگریزوں کو رسد ملنا بند ہو گئی اور دوسرے اس طرح کہ ایک بہت بڑی تعداد آدمیوں کی ہم کو مل گئی جو برطانوی اقتدار کو تہس نہس کر دینے میں کام آئے گی۔

* * * * * *

مفید عام پریس لاہور میں
باہتمام لالہ موتی رام منیجر چھپی

DUE DATE